اسلامی نظامِ طہارت
اور
جدید سائنس
تحقیق و تالیف
اختر سعید احمد سعیدی
مکتبہ نوریہ رضویہ۔ گلبرگ اے فیصل آباد

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (التوبۃ ۱۰۸)

(اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزہ رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ رہنے والوں سے محبت کرتا ہے)

اسلامی نظام طہارت اور جدید سائنس

تحقیق و تالیف

اختر سعید احمد سعیدی

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے ○ فیصل آباد

تزئین واہتمام
سیّد حمایت رسول قادری

نام کتاب --------- اسلامی نظام طہارت اور جدید سائنس
مصنف --------- اختر سعید احمد سعیدی
بفیضان کرم --------- علامہ سیّد محمد سعید الحسن شاہ دامت برکاتہم
نظر ثانی --------- ڈاکٹر محمد عبداللہ صالح
--------- ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔
کمپوزنگ --------- محمد حسین 0300-9414815
صفحات --------- 280
اشاعت --------- باردوم
تعداد --------- 1100
مطبع --------- اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر --------- مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت --------- 120/-

ملنے کا پتہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
11 گنج بخش روڈ، لاہور فون: 7313885

ادارہ حزب الاسلام
201 ر۔ب، فیصل آباد فون: 756692, 751515

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

حمد و نعت

حمد ہے اس اللہ رب العزت کو جس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ درود ہو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اللہ کو ظاہر فرمایا۔ حمد ہو اللہ تعالیٰ کو جس نے ہمیں انسان بنایا۔ درود ہو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے ہمیں مسلمان کیا۔ حمد ہو اس رب کریم پر جس نے ہمیں بولنا سکھایا۔ درود ہو اس رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے ہمیں کلمہ پڑھایا۔ حمد ہو اس رب جلیل کو جس نے ہمیں ایمان دیا۔ درود ہو اس صاحب تخت و تاج صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے ہمیں قرآن دیا۔ حمد ہے اس مالک یوم الدین پر جس نے زمین پر انسان بکھیرے۔ درود ہو اس شاہِ امتؐ پر جس نے ان بکھیرے ہوؤں کو جمع فرمایا۔ حمد ہے اس رب کعبہ کو جس نے رنگا رنگ انسان بنائے۔ درود ہے اس پاک ہستی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے ان کو یک رنگ بنایا۔

حمد ہے اس رب کائنات کو جس نے انسان کو عقل و ہوش دیا۔ درود ہو اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے جام عرفان سے متوالا و مدہوش کیا۔ حمد ہے اس رب کریم کو کہ جس نے آسمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف تارے کھلائے۔ درود ہو اس آفتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے اپنے دامنِ نور میں وہ تارے چھپائے۔ حمد ہے اس جبار و قہار کو جس نے جہنم بھڑکایا۔ درود ہو اس شفیع صلی اللہ علیہ وسلم روزِ شمار پر جس نے نارِ جہنم کو ٹھنڈا فرمایا۔ حمد ہے اس ستار و غفار کو جس نے دار الخلد بنایا۔ درود ہو اس مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے اسے بسایا۔ حمد ہے اس خالق اکبر کو جس سے ہر شے کی ابتدا ہے درود ہو اس خاتم پر جس پر سب کی انتہا ہے۔

درود ہو اس نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے فرمایا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حمد ہے اللہ رب العزت کو جس نے فرمایا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(نتیجہ فکر مفتی احمد یار خان نعیمی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حرفِ آغاز

کئی سو سال قبل یہ ہوا کہ یہودی علماء و امراء حضرت مسیح علیہ السلام کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ رومی گورنر پیلاطس کی عدالت میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ پر دین کی تحریف کا سنگین جرم عائد کر دیا گیا تھا۔ اللہ کے نبی کو تختہ دار پر چڑھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا تھا۔ بت پرست رومی قوم اور انا پرست یہودی دونوں آپ کو صلیب چڑھا ہوا دیکھنے کے لئے بے تاب تھے۔ لیکن بچانے والی ہستی نے نابکاروں کے تمام تر ہتھکنڈے خاک میں ملا دیئے اور اپنے برگزیدہ رسولؑ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

مسیح علیہ السلام اپنے چند حواریوں کی شکل میں حق کے جو چراغ روشن فرما گئے تھے وہ ملک میں پھیل گئے اور کہیں کہیں ان کی روشنیاں ٹمٹمانے لگیں۔ کئی سمجھدار لوگوں نے توحید و رسالت کی ان روشنیوں کو قبول کرنا شروع کر دیا اور ان سے فائدہ اٹھانے لگے۔ اس طرح چراغ سے چراغ جلنا شروع ہو گئے۔ اور ملک بھر میں یہ روشنی پھیلنے لگی۔

انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا کے مطابق 248ء میں جب دقیانوس بادشاہ (رومی زبان میں ڈلیس (Delius)) تختِ روم پر متمکن ہوا تو حالات کا رخ ایک بار پھر بدل گیا۔ ایک قانون کے ذریعے دین مسیحی پر پابندی عائد کر دی گئی اور عیسائیوں کے قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔

ایشاء کوچک نامی ایک شہر ڈائنا مندر کی وجہ سے پورے ملک میں خاص اہمیت کا

حامل تھا۔ دقیانوس نے اس شہر کا بھی رخ کیا اور وہاں پر عیسائیوں کی پکڑ دھکڑ شروع کر دی۔ وہاں کی ایک بستی، جو افسیس (Ephesus) کے نام سے موسوم تھی، کے چند نوجوان اپنی دولت ایمان بچانے کی غرض سے وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور قریبی پہاڑ کے ایک وسیع غار میں جا چھپے۔ وہاں بیٹھ کر بارگاہِ الٰہی میں خوب گڑ گڑائے کہ اللہ رب العزت ان کو ظالم بادشاہ کے شر سے بچائے تاکہ نعمت ایمان ان سے چھننے نہ پائے۔ قادرِ مطلق نے ان کی خلوص بھری التجا کو شرف قبولیت سے نوازا اور ان پر نیند مسلط فرما دی۔ اصحابِ کہف کا کتا بھی غار کے دہانے پر پاؤں پھیلائے بیٹھا اسی حالت میں سو رہا۔ غار کا منہ شمال کی جانب تھا اس لئے وہاں دھوپ نہ آتی تھی البتہ روشنی کا گزر ہوتا رہتا تھا۔

ادھر دقیانوس کو جب واقعہ کا علم ہوا تو اس نے غار کے دہانے پر ایک دیوار تعمیر کرنے کا حکم دے دیا۔ تاکہ اصحاب کہف اسی غار میں مر کھپ جائیں اور وہی غار ان کی قبر بن جائے۔ جس شخص کو دیوار بنانے پر مامور کیا گیا وہ نیک آدمی تھا اس نے تانبے کی ایک تختی پر اصحاب کہف کے نام و احوال لکھ کر ایک صندوقچے میں محفوظ کر کے وہاں رکھ دی تاکہ بعد میں آنے والی نسلوں کو ان کے حالات کا علم ہو سکے۔ تقریباً 187 سال تک اصحابِ کہف محوِ خواب ہی رہے۔ قدرتِ کاملہ ان کے پہلو بھی بدلتی رہی۔ دقیانوس بادشاہ بھی کچھ عرصے کے بعد اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ کئی بادشاہ آئے اور اپنی بادشاہی کا ڈنکا بجا کر چل دیئے۔ پرانے شہر اجڑے، نئی بستیاں آباد ہوئیں۔ کیا کیا تغیر و تبدل رونما ہوئے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ افسیس (Ephesus) شہر میں اس طویل عرصہ میں کیا کیا شکست و ریخت ہوئی ہو گی کہ جب حکمت الٰہی نے ان سونے والوں کو بیدار فرما دیا۔ وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ خیال تو ان کو بھی وارد ہوا کہ آج وہ معمول سے کچھ زیادہ ہی سوئے ہیں۔ لیکن یہ بات ان کے وہم و گماں میں بھی نہ تھی کہ ان کو یہاں بے سدھ پڑے

صدیاں بیت چکی ہیں۔ اب وہ سو کر کیا اٹھے کہ ساتھ ہی بشری تقاضے بھی بیدار ہو گئے۔ بھوک غالب آنے لگی۔ یملیخا نامی ایک ساتھی کو بازار کی طرف بھیجا تاکہ سب کے لئے کھانا خرید لائے۔

جب یملیخا غار سے نکل کر شہر کی طرف بڑھے تو وادی و کوہسار تو وہی تھے لیکن ماحول میں اجنبیت کے آثار قدم قدم پر حیران و ششدر کر رہے تھے۔ جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو شہر کے در و دیوار، گلی کوچے اور خلقت کی کثرت زبانِ حال سے کچھ اور ہی داستاں سنا رہے تھے۔ یملیخا سوچ رہے تھے کہ بارِ خدا! ایک آٹھ پہر میں یہ کیا انقلاب آ گیا......... کل اس شہر کو کس حال میں چھوڑ کر گئے تھے آج میں اسے کس حال میں دیکھ رہا ہوں......... بہرحال سوچوں میں گم یملیخا ایک نانبائی کی دوکان پر گئے اور کھانا خرید کر اس کے عوض اپنے زمانے کا وہی پرانا سکّہ دکاندار کی طرف بڑھا دیا۔ دوکاندار سکّہ کو الٹ پلٹ کر حیرت سے دیکھنے لگا تو آپ بھی حیران رہ گئے کہ سکّہ تو بالکل اصلی تھا......... یہ سکّہ دراصل رائج الوقت نہیں تھا اس لئے دکاندار نے آپ کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تو میرے ساتھ فراڈ کرنا چاہتا ہے۔ معاملہ طول پکڑ گیا اور یملیخا کو گرفتار کر کے حاکم شہر کے دربار میں پیش کر دیا گیا۔ یملیخا نے بیان دیا کہ وہ لوگ دقیانوس جیسے ظالم و جابر بادشاہ کے ظلم و تشدد سے اپنا ایمان بچانے کے لئے ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے......... وغیرہ وغیرہ۔

یہ واقعہ 437ء میں پیش آیا جب روما کے تخت پر تھیوڈوسیس (Dheosius) متمکن تھا۔ حاکم شہر رحم دل اور فہم و فراست کا مالک تھا۔ حقیقت حال کی تحقیق کے لئے یملیخا کے ساتھ غار کی طرف چل پڑا۔ معاملہ بڑا دلچسپ تھا بہت سے لوگ ساتھ چل پڑے۔ حاکم شہر کی قیادت میں جب ایک جمِ غفیر غار پر پہنچا تو دیگر اصحاب کہف سے بھی ملاقات ہو گئی۔ قریب ہی پڑے صندوقچے کو کھولا گیا تو ایک تختی ملی جس کی عبارت نے یملیخا کے اس بیان کی تصدیق کر دی جو وہ دربار میں حاکم وقت کے سامنے دے

چکے تھے۔ ساتھ ہی اصحاب کہف پر بھی حقیقت کھل گئی کہ ان کو یہاں ٹھہرے واقعی صدیاں بیت چکی ہیں۔ اسی لئے تو حالات کا رخ بالکل ہی بدل چکا ہے۔

قارئین کرام!

شہر کی ترقی کی چکا چوند دیکھ کر حضرت یملیخا پر ایک قسم کی اجنبیت کی کیفیت کا طاری ہو جانا، پرانے سکّے کا نئے دور کے تقاضے پورے نہ کر سکنا اور بازاروں میں مخلوق کی کثرت دیکھ کر پرانے زمانے کے آدمی (یملیخا) کی آنکھوں کا چندھیا جانا .... یہ کوئی حیرانی والی باتیں نہیں ہیں بلکہ ایسا ہو جانا فطرت کا عین تقاضا ہے۔

صدی جب کروٹ بدلتی ہے تو ایک ''ممکن'' کو حقیقت کا روپ مل چکا ہوتا ہے۔ پچھلی نسل جس ترقی کی خواہش کیا کرتی تھی موجودہ نسل اسے کئی منزلیں پیچھے چھوڑ چکی ہوتی ہے۔ اگر آج بھی سو سال پہلے کا مرا ہوا اپنے زمانے کا ایک "Ph.D" آدمی زندہ ہو کر آ جائے تو موجودہ ایٹمی اور کمپیوٹر دور (Atomic & Computer Age) کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آئے گا پرانے زمانے کی "Ph.D" موجودہ دور کے تقاضے ہرگز پورے نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دور گزر چکا ہے اس کی Ph.D پرانی ہو چکی ہے۔ ہاں اگر وہ ایسی تعلیم سے آراستہ ہے جو کبھی پرانی نہیں ہوتی تو وہ اگر چار سو سال بعد بھی اپنی قبر سے اٹھ کر آ جائے تو وہ اس جدید دور کے شانہ بشانہ ضرور چل سکے گا۔ اور وہ منفرد تعلیم اسلام کی تعلیم ہے۔

دراصل اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو عصری تقاضوں کے مطابق انسان کی راہنمائی کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم رکھتا ہے۔ چاہے زمانہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے، زمانہ کتنا ہی تیز کیوں نہ بھاگ لے وہ اسلام کی حدوں کو کبھی بھی کراس نہیں کر سکتا۔ ''جادو وہ ہوتا ہے جو سر چڑھ کر بولے'' کیا یہ حیران کر دینے والی حقیقت نہیں کہ آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل جب بنی نوع انسان کے ذہن میں موجودہ عروج کا ادنیٰ سا تصور بھی موجود نہ تھا اس وقت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو احکام

صادر فرما چکے ہیں وہ اس دور میں بھی پرانے نہیں ہوئے جب کہ سائنسی تحقیقات کی تیزی نے گویا زمین و آسمان کی پنہائیوں میں پوشیدہ لاتعداد حقائق بنی نوع انسان کے سامنے لا کھڑے کئے ہیں .... غرض یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام کی آفاقی تعلیمات کی صداقت پر دورِ حاضر کا سائنسی ذہن بھی محو حیرت ہے۔

کتاب ''اسلامی نظامِ طہارت اور جدید سائنس'' جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کا مطالعہ فرما کر آپ کو ان شاء اللہ تعالیٰ قدم قدم پر یہ احساس ہوگا کہ عصر حاضر میں سوائے اسلام کے کوئی ایسا مذہب موجود نہیں ہے جو موجودہ سائنسی ایجادات و انکشافات کے پیش نظر انسان کی حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر سے راہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہ بھی خیال رہے کہ کتاب ہذا میں اسلام کے بنیادی پہلو ''طہارت و پاکیزگی'' کو ہی زیر بحث لایا گیا ہے۔ گویا ابھی تو اسلام کی ''ا۔ ب۔ ت۔ ث'' یا ابجد پر ہی بحث کی گئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا سائنس اور تحقیق کی انتہائی رفعتوں پر پرواز کرنے والی یہ جدید دنیا اسلام کی اِس ا۔ ب یا ابجد کا مقابلہ بھی کر پاتی ہے یا نہیں۔

☆☆☆☆☆

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اللہ رب العزت کا بے پایاں احسان و کرم ہے کہ ہم ناچیز بندوں کو اس جلیل القدر امت میں پیدا فرمایا جس امت میں شامل ہونے کے لئے انبیاء کرامؑ بھی خواہاں تھے۔ خدائے بزرگ و برتر کو اپنے تمام انبیاء کرامؑ بلاشک وشبہ بڑے ہی عزیز ہیں۔ لہٰذا خدائے لم یزل کے حضور ان کی اس خواہش کی قدر فرمائی گئی چنانچہ گروہ انبیاء کو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی تو نہ بنایا لیکن مقتدی ضرور بنا دیا۔ .... ہم ناچیز بندے کتنے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالیشان امت میں شامل فرما کر ثمرِ بے پایاں سے نوازا ہے۔

دوستو!

سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہم سب پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ شکر نعمت بجالاتے ہوئے اپنے آقا و مولیٰ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچائیں۔ اس مقصد کے لئے تقریری اور تحریری دونوں انداز اپنائے جاسکتے ہیں۔ انداز کوئی بھی ہو لیکن دورِ حاضر کے حالات کو بہتر طور پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ جیسا کہ آج کفر و لادینیت کا سیلاب ہر نقش کہن کو مٹانے پہ تلا ہوا ہے۔ ہمارا نوجوان طبقہ مغرب کی مادی ترقیوں سے مرعوب ہو کر احساس کمتری (Inferiority complex) کا شکار ہو رہا ہے۔ جس کی واحد وجہ دین متین سے عدم وابستگی ہے۔ ہم تو اسلام کی بنیادی معلومات سے بھی اس قدر تہی دامن ہو چکے ہیں کہ اپنی ہر ضرورت کی تکمیل کے لئے اہل مغرب کی طرف دیکھتے ہیں۔ لیکن ہمیں کون بتائے کہ یورپ جو آج علم کی دنیا میں سارے جہان کا استاد بنا پھرتا ہے قرونِ وسطیٰ میں اس کی حالت کچھ اور تھی۔ جس دور میں بغداد، قرطبہ اور

غرناطہ وغیرہ میں مسلمانوں کی یونیورسٹیاں علم و معرفت کے موتی لٹا رہی تھیں اس وقت یورپ مدرسے کے تصور سے بھی نا آشنا تھا، جب مسلمان علماء کے قلم سے علمی شاہپارے نکل رہے تھے اس وقت اہل یورپ کتاب کے نام تک سے ناواقف تھے۔ جب مسلمانوں کے شہر اپنی صفائی اور خوبصورتی کی وجہ سے دل و نگاہ کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے اس وقت یورپ کے شہروں میں گندگی، غلاظت اور تاریکی کے سوا کچھ نہ تھا۔ جب عالم اسلام کی زمین رنگا رنگ باغات اور فصلوں کے لہلاتے کھیتوں کی وجہ سے رشک ارم نظر آتی تھی اس وقت یورپ کی زمینیں بنجر اور غیر آباد پڑیں تھیں۔ جب مسلمان انسانی اخلاق کی بلندیوں پر فائز تھے اس وقت اہل مغرب کو حسن اخلاق کی ہوا تک نہ لگی تھی جب مسلمانوں کے ہسپتالوں میں ماہر اطباء کرام اور علاج معالجہ کی جدید سہولتیں میسر تھیں اس وقت یورپ کے طبیب چند ٹوٹکوں کے سوا کچھ نہ جانتے تھے اور ان کے یہ ٹوٹکے اکثر مریضوں کی جانوں سے کھیل جایا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ صلیبی جنگوں کے دوران خود فرنگی بھی مغربی اطباء پر بھروسہ نہیں کرتے تھے اور اپنے امراض کے علاج کے لئے مشرقی اطباء کو ترجیح دیتے تھے......... اسی ضمن میں ایک جرمن مستشرقہ کے حوالے سے اہل یورپ میں علاج معالجے کی ایک جھلک سپرد قلم کرتا ہوں۔

جرمن مستشرقہ زلغرید ھونکہ اپنی کتاب ”شمس العرب تسطع علی الغرب“ میں رقمطراز ہے کہ ”ایک فرنگی طبیب کے پاس دو مریض لائے گئے جن میں سے ایک مرد اور دوسری عورت تھی۔ مرد کے پاؤں پر پھوڑا نکل آیا تھا جبکہ عورت کو کوئی نسوانی مرض لاحق تھا۔ پہلے مرد کی باری آئی۔ طبیب صاحب نے مرد سے پوچھا کہ ”تو ایک پاؤں کے ساتھ زندہ رہنا چاہتا ہے یا پھر یہ چاہتا ہے کہ تیرے دونوں پاؤں باقی رہیں اور تجھے موت آجائے۔“ مرتا کیا نہ کرتا بے چارے مریض نے ایک ہی پاؤں کے ساتھ زندہ رہنے کو ترجیح دی۔ طبیب نے ایک طاقتور نوجوان اور ایک تیز دھار کلہاڑا

منگوایا۔ مریض کا پاؤں ایک لکڑی پر رکھا اور نوجوان سے کہا کہ وہ کلہاڑے کا ایک ہی بھرپور وار کر کے اس کا پاؤں کاٹ دے۔ نوجوان نے کلہاڑے کا بھرپور وار تو کیا لیکن مریض کا پاؤں نہ کٹ سکا اس نے دوسرا وار کیا جس سے مریض کی پنڈلی کا گودا بہہ نکلا اور مریض کا کام تمام ہوگیا۔

پھر جب طبیب صاحب نے عورت کو دیکھا تو فرمانے لگے اس کے سر میں ایک شیطان ہے جو اس عورت سے محبت کرتا ہے۔ تم اس کے سر کے بال کاٹ دو لیکن جب بال کاٹنے سے بھی عورت کو افاقہ نہ ہوا تو طبیب صاحب نے یہ فیصلہ دیا کہ اب شیطان اس کے سر کے اندر داخل ہوگیا ہے چنانچہ اس نے استرا لے کر عورت کے سر کو چھیلنا شروع کر دیا حتیٰ کہ سر کی ہڈی نظر آنے لگی۔ طبیب نے اس زخم پر نمک چھڑک دیا اور عورت بھی دنیا سے چل بسی۔“ (۱)

”یہی مستشرقہ اپنی اس کتاب میں اس سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ یوں بیان کرتی ہیں کہ امیر (دیدو ثانی) بہت موٹا تھا۔ اس نے اپنے موٹاپے کے بارے میں ایک فرنگی طبیب سے مشورہ کیا طبیب نے فوراً استرا لیا۔ امیر کے پیٹ کو چاک کیا اور اس کے جسم سے زائد چربی کو علیحدہ کرنے کی کوشش کی۔ بے چارہ مریض اس احمقانہ آپریشن کے نتیجے میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔“ (۲)

جو لوگ اس قسم کے آپریشنوں اور علاج کا مشاہدہ خود اپنی آنکھوں سے کرتے ہوں گے ان کا بیماری کی حالت میں مسلمان اطباء کی طرف رجوع کرنا قدرتی امر تھا۔

قارئین کرام! یورپ کی جہالت کی یہ کہانی کہیں من گھڑت تو نہیں...........؟

آیئے! پوچھتے ہیں یورپی مدبرین سے۔

ڈاکٹر ڈریپر تحریر کرتے ہیں کہ قرون وسطیٰ میں یورپ کا بیشتر حصہ لق و دق بیابان جنگل تھا۔ کہیں کہیں راہبوں کی خانقاہیں اور چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد تھیں۔ جا بجا دلدلیں اور غلیظ جوہڑ تھے۔ لندن اور پیرس جیسے شہروں میں لکڑی کے ایسے مکانات

تھے جن کی چھتیں گھاس کی تھیں۔ چمنیاں، روشندان اور کھڑکیاں مفقود۔ آسودہ حال امراء فرش پر گھاس بچھاتے اور بھینس کے سینگ میں شراب ڈال کر پیا کرتے تھے۔ صفائی کا کوئی انتظام نہیں تھا اور نہ ہی گندے پانی کو نکالنے کے لئے نالیوں کا۔ گلیوں میں فضلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے چونکہ سڑکوں پر بے اندازہ کیچڑ ہوتا تھا اور روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا اس لئے رات کے وقت جو شخص گھر سے نکلتا وہ کیچڑ میں لت پت ہو کر ہی آتا۔ تنگیٔ رہائش کا یہ عالم تھا کہ گھر کے تمام آدمی اپنے مویشیوں سمیت ایک ہی کمرے میں سوتے تھے۔ عوام ایک ہی لباس سالہا سال تک پہنتے تھے۔ جسے دھوتے تک نہیں تھے۔ نتیجتاً وہ چرکیں، میلا اور بدبودار ہو جاتا تھا۔ نہانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ جب پاپائے روم نے سسلی اور جرمنی کے بادشاہ فریڈرک ثانی (1212 - 1250) پر کفر کا فتویٰ لگایا تو فہرست الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔ (۳)

مارمڈیوک پکتھال (Marmaduke Pichathal) اپنی کتاب ''تہذیب اسلام'' میں رقمطراز ہے کہ جب سپین میں اسلامی سلطنت کو زوال آیا تو فلپ دوئم (1556 - 1598ء) نے تمام حمام حکماً بند کر دیئے کیونکہ ان سے اسلام کی یاد تازہ ہوتی تھی اسی بادشاہ نے اشبیلیہ کے گورنر کو محض اس لئے معزول کر دیا تھا کہ وہ روزانہ ہاتھ منہ دھوتا تھا۔ (۴)

ڈاکٹر ولیم ڈریپر (Dr. Villiam Draper) ہی لکھتے ہیں کہ فقر و فاقہ کا یہ عالم تھا کہ عام لوگ سبزیاں، پتے اور درختوں کی چھال ابال کر کھاتے تھے۔ متوسط طبقہ کے ہاں ہفتہ میں ایک مرتبہ گوشت عیاشی سمجھا جاتا تھا۔ 1030ء کے قحط میں لندن کے بازاروں میں انسانی گوشت بھی بکتا رہا۔ امراء معدودے چند تھے جن کا کام بدکاری، شراب نوشی اور جواء تھا۔ جاگیرداروں کے قلعے ڈاکوؤں کے اڈے تھے۔ جو مسافروں پر چھاپے مارتے اور زرفدیہ وصول کرنے کے لئے انہیں پکڑ

لاتے تھے۔ حصول زر کے لئے وہ مختلف طریقے استعمال کرتے تھے مثلاً آدمی کے پاؤں کے انگوٹھوں کو رسی سے باندھ کر اسے الٹا لٹکا دیتے تھے یا گرم سلاخوں سے اس کے جسم کو داغتے یا گرہ دار رسی کو اس کے سر کے گرد لپیٹ کر پوری طاقت سے مروڑتے تھے۔ یورپ میں سڑکیں نہ تھیں۔ ذرائع نقل وحمل بیل گاڑیاں، خچر اور گدھے تھے۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں ایسے ڈاکو رہتے تھے جو آدم خور بھی تھے۔ وبائیں عام تھیں۔ صرف دسویں صدی میں دس تباہ کن قحط اور تیرہ وبائیں پھوٹیں اور لوگ مکھیوں کی طرح ہلاک ہوئے۔

ان کے پادری جعلسازی سے کام لیتے تھے۔ پوپ جنت کی راہداریاں اور گناہ کے پرمٹ (اجازت نامے) فروخت کیا کرتا تھا۔ عوام کے لئے سود لینا حرام تھا لیکن پوپ کا بنک لوگوں کو بھاری شرح سود پر قرض دیتا تھا۔ عوام گور پرست اور مجسمہ ساز تھے اور علماء عطائے ربانی، کراماتِ اولیاء، رہبانیت اور تصرفاتِ روح کی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے۔ (۵)

یورپ کا مشہور مؤرخ ''گبن'' لکھتا ہے کہ اتنے طویل زمانے میں بدی کی یہ کثرت اور نیکی کی یہ قلت کہیں اور نظر نہیں آتی۔

زوالِ روم (476ء) کے بعد پاپائیت بر سرِ اقتدار آ گئی تھی اور (1546ء) تک سیاہ و سفید کی مالک رہی۔ پوپ سائنس، تاریخ، ادب، شعر اور دیگر علوم کا دشمن تھا۔ وہ دینیات اور دعاؤں کے سوا کسی اور صنف کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ پوپ کی علم دشمنی کی چند جھلکیاں قارئین کی خدمت میں بھی پیش کیے دیتے ہیں۔

بریفالٹ رابرٹ (Briffault Rebert) کہتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں راہبوں کی علمی سرگرمیاں اتنے زوروں پر تھیں کہ وہ یونان وروم کی کتابیں جلا کر ان کی جگہ مسیحی اولیاء کی داستانیں لکھ دیتے تھے۔ چونکہ اس زمانہ میں کاغذ نایاب تھا اور اس کی جگہ چرمی جھلی استعمال کی جاتی تھی یہ راہب اس جھلی پر لکھی ہوئی کتابیں کھرچ

ڈالتے اوران کی جگہ اولیاء کی داستانیں لکھ ڈالتے۔ (۶)

پاپائے اعظم گریگوری (540 - 604ء) کوایک مرتبہ یہ خبر پہنچی کہ ''وی آنا'' (اسٹریا کے دارالحکومت) کے ''لاٹ'' نامی پادری نے ادبی موضوع پر لکھا گیا کوئی مقالہ پڑھ لیا ہے......... توپاپائے اعظم نے اسے لکھا کہ ''ہمیں ایسی خبر ملی ہے جس کے ذکر سے ہمیں شرم آتی ہے کہ تم نے کوئی ادبی مقالہ پڑھا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھے لکھو گے کہ تمہیں ان لغویات سے کوئی سروکار نہیں۔'' (۷)

انگلستان کا ایک مورخ ہچیسن سٹرلنگ لکھتا ہے کہ چوتھی صدی عیسوی میں راہبوں کے گروہ جابجا گھومتے نظر آتے تھے یہ جہاں بھی کوئی کتاب یا آرٹ کا کوئی نمونہ پاتے اسے جلادیتے تھے۔(۸)

چوتھی صلیبی جنگ (1203ء) میں جب صلیبیوں کا مقدس لشکر قسطنطنیہ میں پہنچا تواس نے وہاں کی تمام عیسائی آبادی کولوٹ لیااورساری کتابیں جلادیں۔ (۹)

طرابلس میں اس دور کی عظیم ترین لائبریری تھی جس میں کتابوں کی تعداد تیس لاکھ بتائی جاتی ہے۔ایک مرتبہ جب صلیبیوں کالشکراس شہر میں پہنچاتو کتب خانے کو آگ لگادی اور مسلمانوں کی چھ سوسالہ محنت کوٹھکانے لگادیا۔(۱۰)

مسلمانوں نے اندلس (Spain) میں ہرجگہ عظیم کتب خانے قائم کئے تھےجن میں لاکھوں کے حساب سے کتابیں تھیں۔ پادریوں نے ان کتابوں کوراکھ کے ڈھیر میں بدل دیا۔صرف طلیطلہ میں وہاں کے بشپ زمینیز (Xminese) (1437-1517ء) نے مسلمانوں کی اسّی ہزار کتابیں سپرد آتش کردیں۔ (۱۱)

یونان کی ایک لڑکی ''ہائے پیشیا'' (414ء) نے اسکندریہ سے علم حاصل کیااور ممتاز فلسفی بن گئی۔لیکن اسکندریہ کے بشپ ''سائرل'' نے اس لڑکی کوکافر قراردے دیا ایک روز جب وہ فرائض تدریس سرانجام دینے کے لئے اپنی درس گاہ کی طرف جا رہی تھی تو ''سائرل'' کے بھیجے ہوئے سنگدل پادریوں نے اس کو پکڑلیا۔ پہلے اسے ننگا

کر کے بازار میں گھسیٹا پھر اسے گرجا گھر لے گئے۔وہاں تیز سیپیوں سے اس کی کھال کھرچی، پتھر سے اس کا سر پھوڑا، لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کیئے اور انہیں آگ میں پھینک دیا۔(۱۲)

گلیلیو (Galileo)(1642ء) اٹلی کا وہ مشہور ہیئت دان تھا جس نے دوربین (Microscop) ایجاد کی تھی جب اس نے کاپرنیکی (1543ء) کے نظامِ شمسی کی تائید کی تو پوپ نے اسے گرفتار کر کے عدالت کے سامنے پیش کردیا۔وہاں تواس نے ڈر کے مارے توبہ کرلی لیکن 1632ء میں اپنی کتاب ''نظام عالم'' شائع کردی جس پر اسے جیل میں ڈال دیا گیا۔ جہاں وہ دس سال تک انتہائی دکھ اٹھانے کے بعد 1642ء میں فوت ہوگیا۔ (۱۳)

کولمبس وہ جانباز ملاح ہے جس نے آج سے تقریباً پانچ سوسال قبل ایک کمزور سے جہاز سے اس وقت بحراوقیانوس عبور کیاجب بحری سفر بڑا خطرناک تھا۔ساڑھے پانچ ہزار میل سفر کے بعد 1492ء میں وہ امریکی ساحل کے قریب ''جزائر بوہاما'' میں اترا۔

کولمبس اس سفر پرسپین کے فرمانروا ''فردینان'' کی منظوری واجازت سے روانہ ہوا تھا۔ بوہاما سے واپسی پر اس نے فردینان کوایک نئے ملک کی خبر دے دی۔ فردینان نے اسے وہاں کا گورنر مقرر کردیا۔ چنانچہ یہ دوبارہ وہاں پہنچا۔نظم ونسق قائم کیا۔سات سال کے بعد اس کی گرفتاری کے احکام صادر کردیئے گئے۔دنیا کا عظیم ملاح اس حال میں واپس آیا کہ ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے تھے۔بادشاہ نے اسے جیل میں پھینک دیا۔ کچھ عرصے کے بعد اسے رہا تو کردیا گیا لیکن بھوک، ناداری اور بیماری نے آخرتک اس کا پیچھا کیااور چھ برس کے بعد ایک سرائے میں اس کی وفات ہوگئی۔(۱۴)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی قرونِ وسطیٰ کا زمانہ یورپ کی تاریخ کا

تاریک ترین زمانہ ہے تو پھر آج وہی یورپ کس بنیاد پر علم وفنون کی رفعتوں پر محو پرواز ہے......؟

میرے خیال میں اس سوال کا مدلل اور جامع جواب دینے کے لئے مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ اقبالؔ کا حسرت بھرا یہ شعر کافی ہوگا:

مگر علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

حضرت اقبالؔ نے جب اپنے اسلاف کے شاہپاروں کو یورپ کی لائبریریوں میں سجا دیکھا تو بڑی ہی حسرت کے ساتھ ان تاثرات کا اظہار فرمایا تھا۔

آج اہل یورپ حقیقتاً مسلمانوں کے سرمایۂ علم کو اپنی ذاتی میراث سمجھ بیٹھے ہیں۔ وہ لوگ ان کتب کی فہرستیں مرتب کرنے، ان پر اپنے حاشیے لکھنے اور ان کی تشریحات کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ ہماری ہی بلی ہمیں کو میاؤں کے مصداق آج اہل مغرب ہماری ہی علمی میراث کے بل بوتے پر علوم وفنون میں ہمیں کہیں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ وہاں پر ہزاروں تعلیمی ادارے علم وعرفان کے موتی لٹا رہے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے میدان میں پوری دنیا ان کی دست نگر بنی ہوئی ہے۔ تاریخ کا دھارا ان کی مرضی سے اپنا رخ بدلتا ہے۔

یورپ نے اپنے دورِ عروج میں جو سائنسی ترقی کی ہے اس کی بنیادیں دراصل مسلمانوں نے ہی رکھی تھیں لیکن افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں کو جب اپنی علمی میراث تک رسائی کی ضرورت پڑتی ہے تو اہل مغرب کی مساعی سے استفادہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ بڑے بڑے علمی شاہکار جو کبھی مسلم علماء کے قلم سے نکلا کرتے تھے آج ان کی اشاعت کا فریضہ اہل مغرب ادا کر رہے ہیں۔

دوستو! ہمیں یورپ کی ظاہری چکا چوند سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں نے علم وسائنس کی دنیا میں جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں ان

کی فہرست بڑی طویل ہے۔ یورپ نے اپنے دورِ عروج میں جو سائنسی ترقی کی ہے اس کی بنیادیں مسلمانوں نے ہی تو رکھی ہیں۔

کولمبس جو کبھی بحر اوقیانوس عبور کر کے امریکہ جا پہنچا تھا یاد رکھیئے اس مہم کے لئے اس نے جو قطب نما استعمال کیا تھا وہ مسلمانوں نے ہی ایجاد کیا تھا۔ اس کی مدد سے مسلمانوں کے جہاز جدّہ سے چین تک جاتے تھے۔ اور اسی کی مدد سے واسکوڈے گاما ہندوستان تک نکل گیا تھا۔ (۱۵)

بارود جسے اہل یورپ راجر بیکن کی ایجاد خیال کر رہے ہیں وہ راجر بیکن سے صدیوں پہلے سے مسلمان استعمال کر رہے تھے۔ (۱۶)

نویں صدی عیسوی میں قرطبہ کے مسلمان سائنسدان ابن فرناس نے عینک، میزان الوقت اور اڑنے والی ایک مشین یعنی طیارہ ایجاد کر کے بنی نوع انسان کی مادی ترقی کی بنیاد رکھ دی تھی۔ (۱۷)

اندلس (Spain) کی مصنوعات کو افریقہ اور ایشیاء لے جانے والا بحری بیڑا ایک ہزار جہازوں پر مشتمل تھا۔ سینکڑوں بندرگاہوں سے بحری جہاز تجارتی مقاصد کی غرض سے سپین کی بندرگاہوں پر لنگر انداز ہوتے تھے۔ (۱۸)

جرمنی کا شہنشاہ فریڈرک (Freidrich) عربی علوم وتہذیب کا دلدادہ تھا۔ وہ یورپ کے حکم سے صلیبی جنگوں میں شامل ہوا تھا۔ مصر وشام کے مسلمان بادشاہ محمد الکامل نے اس کا دوستانہ استقبال کیا۔ جب فریڈرک رخصت ہونے لگا تو الکامل نے اسے ایک کلاک بطور تحفہ پیش کیا۔ کلاک پر ایک چاند اور ایک سورج بنا ہوا تھا۔ اور کلاک کے آفتاب و ماہتاب، آسمانی آفتاب و ماہتاب کی حرکت کے عین مطابق حرکت کرتے تھے۔ موسم کی تبدیلی کے باوجود ان کی حرکت آسمانی سورج اور چاند کی حرکت کے عین مطابق رہتی تھی۔ (۱۹)

سسلی میں ایک نارمن امیر ''رابرٹ دسکوڈ'' کو سنگ مرمر کے چبوترے پر نصب ایک مورتی نظر آئی۔ مورتی کے سر پر کانسی کا تاج تھا اور اس پر یہ الفاظ کندہ تھے ''یکم مئی کو غروب آفتاب کے وقت میرے سر پر سونے کا تاج ہوگا۔'' کئی علماء سے اس عبارت کا مفہوم پوچھا گیا لیکن کوئی بھی صحیح جواب نہ دے سکا۔ ایک مسلمان قیدی کو جب صورت حال کا علم ہوا تو اس نے کہا: ''اگر مجھے آزاد کر دیا جائے تو میں اس معمہ کو حل کر سکتا ہوں۔'' چنانچہ اسے آزاد کر دیا گیا۔ آزاد ہو کر اس نے بتایا کہ یکم مئی کو غروب آفتاب کے وقت اس جگہ کو کھودا جائے جہاں مورتی کے سر کا سایہ پڑ رہا ہو وہاں سے خزانہ نکلے گا۔ مقررہ تاریخ پر جب اس مخصوص جگہ کو کھودا گیا تو سچ مچ وہاں سے ایک بہت بڑا خزانہ برآمد ہوا۔ (۲۰)

ترکستان کے ایک شہر نخشب میں حکم بن ہاشم نے ایک چاند بنایا تھا جو غروب آفتاب کے ساتھ نخشب کے ایک کنوئیں سے نکلتا، تقریباً سو مربع میل رقبے کو رات بھر منور کرتا اور طلوع آفتاب سے عین پہلے ڈوب جاتا۔ ہر موسم میں اس کے طلوع و غروب سورج کی حرکت کے مطابق ہوتے یہ چاند ''ماہ نخشب'' کے نام سے اسلامی ادب میں بہت شہرت رکھتا تھا۔ (۲۱)

دوستو! لمحۂ فکریہ ہے کہ آج ہم اپنے اسلاف کا رستہ چھوڑ کر اغیار کے نشانِ قدم پر چلنے میں فخر محسوس کرنے لگے ہیں۔ اسی لئے آج ہمارا یہ حال ہوگیا ہے کہ جہاں ہمیں یورپ کا اسلحہ، ان کی ٹیکنالوجی اور ان کی مادی ترقی متاثر کر رہی ہے وہاں ہم نظریات کی دنیا میں ان کے دست نگر ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے کہ مذہب اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے تو قابل عمل تھا لیکن اب دورِ جدید کی متمدّن دنیا کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہے۔ افسوس صد افسوس کہ ہم سراسر باطل اس درآمدہ (Imported) نظریے کو

آنکھیں بند کر کے تسلیم کئے جا رہے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ اسلام ایک عالمی مذہب ہے۔ یہ جہالت کی تاریکیوں میں ہدایت کی شمع ہے۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو یہ حکم دے رکھا ہے کہ اسلام کی حیات بخش تعلیمات اور اس کے داعی اوّل صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دلربا کردار کا نقشہ لوگوں کے سامنے پیش کر کے انہیں دعوت دیں کہ وہ اس دین متین پر حقیقی معنوں میں کاربند ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنے کا انتظام کریں۔ کتاب ''اسلامی نظام طہارت اور جدید سائنس'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

کتاب ہذا بندۂ ناچیز کی پہلی کاوش ہے .... تسلیم ہے کہ تصنیف و تالیف کا میدان بڑے بڑے شاہسواروں کے لئے ہے مجھے اس میدان میں قدم رکھتے ہوئے یقیناً لرزنا چاہئے لیکن سچی بات یہ ہے کہ بندۂ عاجز کو قطعاً ایسا مسئلہ درپیش نہیں .... کیوں .... ؟ اس لئے کہ اگرچہ میری یہ کاوش بحر بیکراں کے مقابلہ میں محض ایک قطرے کا درجہ رکھتی ہے لیکن مجھے فخر ہے کہ میں اسے اس سخیٔ کامل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار پُرانوار میں ہدیۂ پیش کر رہا ہوں جس نے کبھی اپنے ایک مفلوک الحال غلام کی جھولی سے چند سوکھی ہوئی مگر خلوص بھری کھجوریں لے کر سونے چاندی کے ڈھیر کی چوٹی پر سجا کر انہیں تمام ہدایہ سے افضل قرار دے دیا تھا۔

حقیر پُرتقصیر کے گنہگار ہاتھوں سے خدمت دین کے سلسلے میں یہ جو چھوٹا سا کارنامہ سرانجام پایا ہے اس کا اصل سہرا اس عظیم شخصیت کے سر ہے جو آج اس دنیا میں موجود نہیں .... اگر والدِ ذی وقار نے میری بہترین تربیت فرما کر مجھے لکھنا پڑھنا نہ سکھایا ہوتا اور اپنی زندگی میں ہی مجھے حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سیّد محمد سعید الحسن شاہ دامت برکاتہم العالیہ جیسی جلیل القدر اور برگزیدہ ہستی کے دامن کرم سے وابستہ نہ فرمایا ہوتا تو میرا آج تصنیف و تالیف کی دنیا میں قدم رکھنا شاید ناممکن ہوتا۔

یہ بھی مانا کہ بندۂ عاجز خود تو انتہائی کم علم ناتواں ہے مگر جس ہستی کی انگلی پکڑ کر اس قلمی جہاد کی راہ پر چل نکلا ہوں وہ ہستی البتہ بڑی ہی عظیم ہے۔ عظیم کیوں نہ ہو کہ ان کا تعلق شہنشاہِ حکمت حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک سے جو ہوا۔ کتاب ہذا کی کامیاب تکمیل کا اصل راز یہی ہے کہ یہ کتاب نہ صرف شہزادہ مصطفیٰ جناب سیّد محمد سعید الحسن شاہ صاحب کے حکم واجازت سے تالیف ہونا شروع ہوئی بلکہ اس کی تکمیل کے آخری مراحل تک مجھے حضور قبلہ شاہ صاحب کی مکمل راہنمائی میسر رہی۔

علاوہ ازیں میں ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب (شعبہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور) کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات میں سے قیمتی وقت نکال کر کتاب ہذا کے مسوّدہ پر نظر ثانی فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ ایک مخلص استاد ہونے کی حیثیت سے پوری دیانتداری کے ساتھ میری راہنمائی بھی فرمائی۔ آپ نے مجھے تحقیق وتالیف کے ضمن میں مروجہ اصول و اسلوب کے متعلق آگاہ فرمایا۔ میں نے بھی اپنے تئیں پوری کوشش کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے معیار پر پورا اتر سکوں۔

میں محترم جناب قاری محمد شفقت علی صاحب (خطیب جامع مسجد مدنی 201/ ر۔ب فیصل آباد) کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں نے تصنیف کے مختلف مراحل خصوصاً کتب فقہ کی فراہمی میں قابلِ قدر معاونت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم قاری صاحب کے دینی علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں استدعا ہے کہ وہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اطہر میں لکھی گئی اس کتاب کو دربار لم یزل میں قبول فرمائے اور اپنے پیارے

حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے نہ صرف میرے والد ذی وقار بلکہ تمام مسلمانوں کے والدین کریمین کی بخشش فرمائے اور حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت وشفاعت ہم سب اہل ایمان کا مقدر بنائے۔ آمین!

خاکپائے غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اختر سعید احمد سعیدی

تلمیذ

استاذ العلماء حضرت علامہ

سیّد محمد سعید الحسن شاہ دامت برکاتہم العالیہ

تقدیم

از

حضرت علامہ سیّد محمد سعید الحسن شاہ دامت برکاتہم العالیہ

سرپرست

ادارہ حزب الاسلام 201/R.B فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

نحمد اللہ تعالیٰ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم الامین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

بحمد اللہ تعالیٰ ہم اس رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں کہ جنہیں خالق کائنات نے معلم کائنات اور رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا جن کی شان اطہر بیان فرماتے ہوئے خود اعلان فرمایا کہ یُعَلِّمُ ھُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَۃَ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زمانہ کو کتاب وحکمت کی تعلیم سے آراستہ فرمانے کے لئے تشریف لائے ہیں چونکہ اسلام دین فطرت ہے اس لیے یہ نفس انسان کی اندرونِ خانہ اصلاح کے ساتھ ساتھ خارجی کائنات کی طرف بھی بھرپور توجہ فرماتا ہے یعنی روحانی ارتقا کے ساتھ ساتھ جسمانی تربیت بھی تعلیمات اسلامیہ کا جزو لاینفک ہے۔

اس دین فطرت کی پہلی وحی جو غار حرا میں نازل ہوئی اس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان تھا نہ ہی رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تذکرہ، نہ تو اس میں نماز کی ادائیگی کا حکم تھا اور نہ ہی روزہ رکھنے کا ذکر، نہ تو زکوۃ دینے کا ارشاد تھا، نہ ہی حج بیت اللہ کا حکم۔ اگر حکم تھا تو فقط یہ کہ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ یعنی اپنے اس رب کے نام سے پڑھیئے کہ جس نے تخلیق فرمایا ہے۔ گویا علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آفاق وانفس کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے کا حکم دیا یہ تعلیمات نبوی ہی کا فیض تھا کہ دنیا کی اجڈ ترین قوم اور صحرائے عرب کے چرواہے محض چند برس میں دنیائے تہذیب وتمدن کے امام بن گئے۔ گویا کہ

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا ۔۔۔ خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے ۔۔۔ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو اندھیروں میں تیر چلانے کے لاحاصل عمل سے آزاد کراتے ہوئے علوم فطرت کو تجربے (Experiment) کی بنیاد عطا فرمائی۔ یہ قرآن حکیم کی تعلیمات کے زیر اثر اختیار کردہ سائنسی طریقہ تحقیق (Scientific Method of Research) کی بنیاد ہی تھی کہ جس کے صدقہ سے ہزارہا سال سے جاری سلسلۂ علوم انسانی نے ایک ایسی عظیم کروٹ لی کہ دنیا کی حالت یکسر بدل کے رکھ دی طلوع اسلام سے قبل حالتِ زمانہ اس قدر گری ہوئی تھی کہ ایک عام آدمی اپنی جہالت کو نشانِ عظمت سمجھتا ہوا اس پر نازاں تھا، اسلام کی لازوال آفاقی تعلیمات نے دورِ جاہلیت کے دبیز پردوں کو چاک کر کے ایسے فطری ضوابط کو بے نقاب فرمایا کہ جن کی صداقت پر دورِ حاضر کی جدید ترین سائنس بھی محوِ حیرت ہے۔ اور یہ بات بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں مسلمان سائنس دانوں نے جن سائنسی علوم کی فصل بوئی تھی جب وہ پک کر تیار ہوگئی تو اس پر اغیار قابض ہو گئے۔ غرناطہ میں ہونے والی سیاسی شکست کے بعد قومِ مسلم ذہنی شکست خوردگی کی دلدل میں پھنس کر رہ گئی جبکہ عیار مغربی درندوں نے مسلمانوں کی تحقیقات وانکشافات پر سے ان کے موجدوں اور مصنفوں کے نام کھرچ کر انہیں اپنی طرف منسوب کر کے عالمی بددیانتی کا ثبوت دیا۔ اسلامی اسپین کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم عیسائی اور یہودی طلباء مسلمانوں کا علمی سرمایہ لوٹ کر اپنے اپنے ممالک کو لے گئے۔ اس سارے واقعہ کا سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ مسلمان اس جانکاہ حادثۂ عظیم کو مقدر کا لکھا کہتے ہوئے رو پیٹ کر بیٹھ گئے جب کہ مغربی استعمار نے اس نادر علمی ورثہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور سائنسی ترقی کی اُوجِ ثریا تک جا پہنچے اور مسلمان خوابِ غفلت میں بے سدھ پڑے ان کے دستِ نگر ہو کر رہ گئے۔

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کہ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آج دنیا کی اکانومی (Economy) کا بڑا انحصار تیل پیدا کرنے والے اسلامی ممالک پر ہے سیال سونے (Fluid Gold) کی یہ دولت مسلمانوں کی معاشی ابتری سے نجات اور عالمی سطح پر سیاسی تقویت کی بحالی میں بہترین مددگار ثابت ہو سکتی تھی مگر افسوس صد افسوس کہ وہ بھی نااہل مسلمان حکمرانوں کے شاہی اللوں تللوں میں ضائع ہوگئی اس وقت جب کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں بغداد پر عالمی ڈکٹیٹر (International Dictator) امریکہ اور اس کے حواریوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ صدر صدام کے اربوں ڈالر کے خرچ سے تعمیر شدہ کئی مربع میل پر مشتمل مرکزی محل پر ان کا کنٹرول ہے۔ اور وہ صدام کی ذاتی خواہش پر بنی ہوئیں سونے کی کلاشنکوفیں اور کروڑوں ڈالر مالیت کا دوسرا قیمتی سامان لوٹ کر لے جا رہے ہیں بکثرت تیل پیدا کرنے والے ایک نامور ملک کی دولت اسلام کی ترویج واشاعت میں تو کام نہ آئی البتہ اب اس پر یہود ونصاریٰ کا قبضہ ضرور ہو گیا اور کچھ اسی طرح کا معاملہ سعودی عرب کے ساتھ پیش آ رہا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) علاوہ ازیں اکثر مسلمان حکمرانوں، تاجروں اور بیوروکریٹس (Bureaucrats) کے کھربوں ڈالر یہودیوں کے بینکوں میں جمع ہیں وہ نہ صرف ان سے نفع اٹھا رہے ہیں بلکہ جب چاہتے ہیں اور جس کا چاہتے ہیں اثاثہ جات (Assets) منجمد (Freeze) کر دیتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مسلمان ابھی تک خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہوئے بااین ہمہ بے حسی کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کچھ نہ کچھ روشنی کی کرنیں بھی یقیناً دکھائی دیتی ہیں جو اہل ایمان کو بیدار کرنے میں ممد ومعاون ہو سکتی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''اسلامی نظام طہارت اور جدید سائنس'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ رسولِ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے نکلنے والا ایک ایک حرف حقیقت ومعرفت کا بحرِ بیکراں ہے اور اسلام کے وضع فرمودہ طریقہ ہائے عبادت اس قدر سائنٹیفک (Scientific) ہیں کہ چشم حیرت کھلی کی کھلی رہ

جاتی ہے نہایت اختصار سے یہاں ایک مثال سپرد قلم کر رہا ہوں ملاحظہ ہو:

معلمِ انسانیت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ذی شان ہے:

فَاِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شِفَاءٌ (سنن ابن ماجہ) ''بے شک نماز میں شفاء ہے۔''

اس مختصر مگر جامع ترین حدیث مبارکہ میں ذرا غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ جہاں نماز روحانی ترقی کا باعث ہے وہاں صحت مند زندگی کا راز بھی اسی میں چھپا ہوا ہے آپ کسی دانا اور ماہر فزیوتھراپسٹ (Physiotherapists) سے ورزش کے موضوع پر بات کریں وہ آپ کو بتائے گا کہ ہلکی پھلکی مگر مسلسل ورزش انسان کو ہمیشہ چاک وچوبند رکھتی ہے اور یہ بات ناقابل تردید حقیقت ہے کہ نماز سے اعلیٰ ہلکی پھلکی اور مسلسل ورزش کا تصور بھی ممکن نہیں۔ مزید برآں اس ورزش سے قبل اس کی مبادیات ''طہارت، وضو'' اس ورزش کو مزید چار چاند لگا دیتی ہیں گویا ایک نمازی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اس نیکیوں سے بھرپور ورزش کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے۔ پھر روبقبلہ کھڑے ہو کر کھلی انگلیوں کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھاتا ہے۔ اس طرح اس کی انگلیوں، کہنیوں، کندھوں کے جوڑوں اور متعلقہ عضلات (Muscles) کی ورزش ہو جاتی ہے جب وہ نیت حاضر کر کے زبان سے کلماتِ مقدسہ کی تلاوت کرتا ہے تو اس کی زبان، اس کے جبڑوں اور اس کے دل ودماغ کی ورزش ہو جاتی ہے مرد اپنے ہاتھ ناف پر (یعنی انتڑیوں پر) اور عورت سینے پر باندھتی ہے اس طرح ہاتھوں سے نکلنے والی مخصوص برقی شعائیں متعلقہ اعضا پر نہایت خوشگوار اثرات مرتب کرتی ہیں اور کھڑے رہنے کی وجہ سے ٹانگوں کے مسلز (Muscles) کی ورزش ہو جاتی ہے۔ پھر جب نمازی رکوع میں جاتا ہے تو جسم کے تمام عضلات (Muscles) اور پٹھے اس ورزش میں حصہ لیتے ہیں خصوصاً کولہے کے جوڑ، ریڑھ کی ہڈی اور حرام مغز (Cerebellum) کی ورزش اس سے اعلیٰ انداز میں ممکن ہی نہیں۔ حالت سجدہ میں ایک طرف تو ایمان والا

شرفِ انسانیت کی نہائت اعلیٰ معراج پر ہوتا ہے اور دوسری طرف سجدہ دل ودماغ کی طرف خون کی فراہمی کے لئے نہائت ہی موزوں اور موثر عمل ہے۔ عورت کے سمٹ کر سجدہ کرنے میں جہاں یہ حکمت ہے کہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ وہاں اس کا طبی فائدہ یہ بھی ہے کہ اس انداز سے سجدہ کرنے والی عورت مرض انقلاب الرحم (بچے دانی کا اپنی جگہ سے ٹل جانا) کے مرض سے محفوظ ومامون ہو جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ یہ عارضہ موجود ہو تو اس طرح سمٹ کر سجدہ کرنے سے یہ مرض دور ہو جاتا ہے۔

حالت تشہد میں رانوں اور پنڈلیوں کے عضلات کے ساتھ ساتھ پاؤں کی انگلیوں تک کی ورزش ہو جاتی ہے۔ جب کہ سلام پھیرتے وقت گردن کی ورزش بھی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نماز کی رکعات کا جائزہ لیں تو عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ مثلاً:

فجر: انسان کا معدہ عموماً خالی ہوتا ہے اس لئے نیکیوں سے بھرپور مگر ہلکی پھلکی ورزش صرف 4 رکعات۔

ظہر: چونکہ عموماً دوپہر کو کھانا کھایا جاتا ہے اس کی بارہ رکعات تاکہ ہضم میں مدد معاون ہو سکیں۔

عصر: کھانا کھائے دیر ہو چکی ہے اس لیے چار یا آٹھ رکعات۔

مغرب: یا تو کھانا کھا لیا ہے یا پھر اس کی تیاری ہے اس لئے عموماً سات رکعات۔

عشاء: اب چونکہ کھانا کھانے کے بعد چلنا پھرنا نہیں بلکہ بستر پر آرام کرنا ہے۔ اس لئے سترہ رکعات تاکہ کھانا نقصان نہ دے۔ اور اچھی طرح ہضم ہو جائے۔

تراویح: رمضان المبارک میں انسان ہونے کے ناطے افطاری کے بعد کھانے میں عام طور پر بے اعتدالی ہو جاتی ہے حالانکہ سحری کے وقت بھی کچھ نہ کچھ کھانا ہوتا ہے اس لئے ساتھ بیس رکعت نماز تراویح بھی رکھ دی گئی تاکہ صحت بحال رہے۔

ان مذکورہ فوائد کے علاوہ روحانی ترقی کے ساتھ نماز کا ایک بہت بڑا جسمانی

فائدہ یہ بھی ہے کہ اس ورزش سے انسانی جسم میں کولیسٹرول کی مقدار متوازن رہتی ہے۔اور انسان امراضِ قلب سے محفوظ رہتا ہے۔گویا ایک ایمان والا نماز ادا کر کے "اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب" کی سراپا تصویر بن جاتا ہے۔

کتاب ہذا کے فاضل مرتب ومصنف عزیز القدر جناب اختر سعید احمد سعیدی نے اس کتاب کو بڑی محنت اور محبت کے ساتھ مرتب کر کے مسلمانانِ عالم کے سامنے عموماً اور اہل پاکستان کے سامنے خصوصاً پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ کتاب کی افادیت قاری پر خود بخود عیاں ہو جاتی ہے کیونکہ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید" یعنی خوشبو تو حقیقت میں وہی ہوتی ہے جو خود ہی مہک دے نہ کہ عطار بتائے کہ یہ خوشبو ہے۔

تو آیئے بسم اللہ کیجئے اور اس گلستان فکر ونظر کی سیر فرمایئے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو جا بجا سنت مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حسین پھول کھلے نظر آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دست بہ دعا ہوں کہ مالک حقیقی فاضل مرتب کے علم وعمل میں مزید خیر وبرکت عطا فرمائے اور ان کو دین متین کا سچا خادم اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وفادار غلام بنائے آمین ثم آمین بجاہ نبی الکریم الامین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

محتاج رحمت وعفو ومغفرت
سیّد محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ
12 صفر المظفر 1424ھ
بمطابق 15 اپریل 2003ء

تقریظ

از

ڈاکٹر محمد عبد اللہ دامت برکاتہم العالیہ

ادارہ علوم اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ والصلوٰۃ وَالسَّلَامُ عَلٰی رحمۃ اللعلمین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ، فیہ رجال یحبون ان یتطھروا ط واللہ یحب المتطھرین ○ صدق اللہ العظیم

اسلام دین فطرت ہے اور فطرت سے مراد انسان کی وہ عادات و کیفیات ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو احکامات و ہدایات دی ہیں خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو، عبادات سے ہو یا معاملات سے۔ اس میں انسانی فطرت اور تکلیف (عمل کرنے کی طاقت) کو مدنظر رکھا ہے اور احکم الحاکمین نے ایسے احکامات اور ایسا بوجھ اس پر نہیں ڈالا جس پر عمل کرنے اور اٹھانے کی اس میں سکت نہیں۔ انسانی فطرت کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ انسانی تمدن و معاشرہ مادی لحاظ سے جس قدر بھی ترقی کی منازل طے کرلے اور جس قدر بھی عروج پر پہنچ جائے اس کے بنیادی تقاضے، مطالبات و ضروریات وہی رہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے بصورت دینِ فطرت اس کو عطا کر دیے ہیں اور یہ امر صرف اس امت کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شرائع (شریعت کی جمع) بھی اسی قانون فطرت کی پابند رہیں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے عَشۡرٌ مِنَ الۡفِطۡرَۃِ دس (احکام) فطرت میں سے ہیں:

(۱) لبوں کے بال ترشوانا (۲) داڑھی کا بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک

میں پانی ڈال کر صاف کرنا (۵) ناخن کٹوانا (۶) انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا (۷) بغل کے بال دور کرنا (۸) زیر ناف بالوں کا مونڈنا (۹) استنجا کرنا (۱۰) راوی کا بیان ہے کہ دسویں بات بھول گیا ہوں شاید وہ مضمضہ (کلی کرنا) ہو۔ (صحیح مسلم)

اگر کوئی شخص یا قوم اس الہامی بصیرت سے اعراض کرتے ہوئے اور محض اپنی کج روی کی وجہ سے ان فطری احکام سے روگردانی کرے گا وہ آخرت میں تو خسارہ اٹھائے گا ہی دنیا میں بھی وہ فطرت کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا اور اسے عبرت ناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

طہارت و پاکیزگی اسلامی نظام زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے۔ الطھور شطر الایمان (ترمذی) بعض روایات میں اسے نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔ الطھور نصف الایمان (صحیح مسلم) یہی وجہ ہے کہ جملہ عبادات کی بنیاد ہے امام راغب اصفہانی کے نزدیک طہارت کی دو قسمیں ہیں، طہارت جسمانی اور طہارت قلبی نیز قرآن حکیم میں جہاں بھی طہارت کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں بالعموم دونوں قسم کی طہارت مراد ہے (مفرادات القرآن)

اسلامی نظام زندگی میں طہارت و پاکیزگی کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دوسری وحی نازل ہوئی وہ سورہ مدثر کی ابتدائی آیات ہیں جن میں کپڑوں کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھنے اور نجاست سے دور رہنے کا حکم ہے چنانچہ یہ اسی ہدایت کا نتیجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسانی کو طہارت جسم ولباس کی وہ مفصل تعلیم دی ہے جو زمانہ جاہلیت کے اہل عرب تو درکنار آج اس زمانے کی مہذب ترین قوموں کو بھی نصیب نہیں ہے حتیٰ کہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں ایسا کوئی لفظ تک نہیں ملتا جو طہارت کے ہم معنی ہو۔ علاوہ ازیں حدیث اور فقہ کی کتابوں میں اسلامی احکام کا آغاز ''کتاب الطہارۃ'' سے ہوتا ہے۔ جس میں پاکی و ناپاکی کے فرق اور پاکیزگی کے طریقوں کو

تفصیلی جزئیات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کیونکہ عبادات کا مدار ہی طہارت و پاکیزگی پر ہے۔

دین اسلام کا یہ امتیاز اور شان ہے کہ احکام وطہارت سے جہاں نفسِ انسانی پاکیزگی اور بالیدگی سے ہم کنار ہوتا ہے وہاں اجروثواب کا بھی مستحق ٹھہرتا ہے یہاں چنداجزائے طہارت کا تذکرہ بے جانہ ہوگا۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرلیا کرے اور اس میں اپنا بدن اور سر دھوڈالا کرے **حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعتہ ایام یوم یغتسل فیہ جسدہ وراسہ**، شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرنا خود ایک مستقل سنت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میل کچیل سے پاک رہنے کے لئے مقرر فرمایا ہے اور تاکہ نفس کو صفت طہارت پر تنبیہہ ہوتی رہے اور جمعہ کی نماز کے ساتھ اس کو لازم ٹھہرایا تاکہ ہر ایک دوسرے سے مکمل ہوجائے۔

وضو جو نماز کی کنجی ہے کے بارے میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح سے کیا تو اس کے بدن سے تمام اس کی خطائیں نکل کر ناخنوں کے نیچے سے ہوکر باہر ہوجاتی ہیں **من توضأ فاحسن الوضو خرجت خطایاہ من جسدہ حتٰی تخرج من تحت اظفارہ**، اسی طرح آپ کا ارشادِ گرامی ہے۔ **ان امتی یوم القیامۃ غرا محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرنہ فلیفعل** (بخاری و مسلم) کہ میری امت کو جب پکارا جائے گا تو وضو کے آثار سے ان کے دست وپا اور چہرہ روشن ہوگا پس جو کوئی اپنی روشنی بڑھا سکے وہ بڑھالے۔

طب قدیم وجدید سے یہ حقیقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ دانتوں کی صفائی، صحت اور مضبوطی کا بہترین نسخہ پانچ وقت مسواک کرنا ہے اس سے دانتوں کی صفائی اور

ورزش بھی ہوجاتی ہے جس سے دانت اور مسوڑھے مضبوط رہتے ہیں اور ان کی مضبوطی صحت بدنی کی ضامن ہوتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مسواک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ نے اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

لولا ان اشق علی امتی لا مرتھم بالسواک عند کل صلوۃ، اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ جانتا تو ان کو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیتا، علاوہ ازیں جب بھی آپ باہر سے گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام جو کرتے وہ مسواک ہوتا اسی طرح رات اور دن میں جب بھی سوکر اٹھتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔ راوی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے کی کیفیت بیان کرتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرتے وقت اُع اُع کی آواز آیا کرتی تھی جیسے قے کرنے میں آواز آیا کرتی ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کے بقول آدمی کو چاہئے کہ خوب اچھی طرح منہ کے اندر مسواک کرے اور حلق اور سینہ کا بلغم خوب نکالے اور خوب مسواک کرنے سے قلاع جاتا رہتا ہے اور آواز صاف ہوجاتی ہے اور منہ خوشبودار ہوجاتا ہے۔

مغرب جو اس وقت سائنس وٹیکنالوجی اور تہذیب وتمدن میں دنیا کی قیادت و سیادت کا دعویدار ہے اور مادی ترقی اور انکشافات نے نہ صرف ہر انسان کی آنکھ کو خیرہ کردیا ہے بلکہ مذہب وروحانیت کو بھی زندگی سے بے دخل کردیا ہے۔ تاریخ یورپ شاہد ہے اس پر ایک وقت ایسا بھی تھا جسے تاریک دور (Dark Age) سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں علم وہنر تو کجا صحت وصفائی کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی اور راہبانہ تصورات نے تو دنیا میں مذہبیت کا یہ معیار قرار دے رکھا تھا کہ آدمی جتنا زیادہ میلا کچیلا ہوتا اتنا ہی زیادہ مقدس ہوتا تھا ان تاریخی حقائق کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے تاہم اس ضمن میں ڈاکٹر ڈریپر کی کتاب معرکہ مذہب وسائنس، بریفالٹ کی کتاب تشکیل انسانیت، پی۔ کے حتی کی کتاب "تمدن عرب"، ڈاکٹر سیّد حسین نصر کی

کتاب Islam, Science and Civilization اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب یورپ پر اسلام کے احسان، کا مطالعہ کرلیا جائے تو اس دور کی ایک عمدہ تصویر قاری کے سامنے آ سکتی ہے۔

قرآن وحدیث کے مذکورہ فرمودات واحکام بلاشبہ فطرت انسانی کے مطابق ہیں اور ایک مسلمان کے لئے تو مینارۂ نور کی حقیقت رکھتے ہیں لیکن یہ دور جسے بجا طور پر سائنس واکتشافات کا دور بھی کہا جاسکتا ہے ایسے ایسے مسائل ومباحث سامنے آئے ہیں جو پہلے تصور میں بھی نہیں تھے ہر ہر مسئلے کی تدقیق وتحقیق ہوتی ہے۔ نت نئی موشگافیاں ہوتی ہیں ایک ایک پہلو کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور ہر شے کو عقل، مشاہدے اور تجربے کی میزان پر تولا جاتا ہے ان حالات میں علماء کرام اور متکلمین اسلام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسلامی احکام کے اسرار ورموز اور حقائق وحکم کو دورِ جدید کے پہلو سے بھی منظر عام پر لائیں تاکہ آج کی دنیا کو یہ باور کرایا جائے کہ اسلام فطرتِ انسانی کے تقاضے پورے کررہا ہے اور کرتا رہے گا۔

اگرچہ ہر دور میں مفکرین اسلام نے اس اہم تقاضے کو سمجھا ہے اور اس پر قلم اٹھایا ہے جن میں نمایاں نام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے جن کی کتاب ''احیاء العلوم'' اسرارِ شریعت پر ایک عظیم الشان یادگار ہے جو کہ سات سو برس تک امت کے لیے سرمایہ افتخار رہی۔ دوسری عبقری شخصیت جنہوں نے احکام شریعت کی حکمتوں پر مربوط اور ہمہ پہلو کام کیا وہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ ہیں جن کی کتاب ''حجتہ اللہ البالغہ'' آج بھی کافی وشافی ہے۔

تاہم عصرِ جدید میں سائنسی پہلو پر جن شخصیات نے قلم اٹھایا ہے ان میں ڈاکٹر خالد غزنوی، حکیم محمد سعید مرحوم اور حکیم طارق محمود چغتائی شامل ہیں۔

عزیزم اختر سعید احمد سعیدی کی تالیف ''اسلامی نظام طہارت اور جدید سائنس'' بھی اس منفرد موضوع پر مفید کاوش ہے۔ جنہوں نے تعلیم یافتہ طبقے کو بالعموم اور

مغرب سے متاثر طبقہ کو بالخصوص یہ بات باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کا اخروی پہلو تو ہے ہی دنیوی پہلو بھی مسلّم اور خالی از حکمت نہیں ہے۔

راقم کا شروع ہی سے معمول رہا ہے کہ اپنے طلباء میں لکھنے کی تحریک وتشویق دلاتا ہوں اور کوئی بھی تحریر خواہ وہ مضمون کی شکل میں ہو یا تحقیقی مقالہ کی صورت میں، یا کتاب کی شکل میں خوب حوصلہ افزائی کرتا ہوں اور اپنے تبیّن اصلاح ورہنمائی کی بھی کوشش کرتا ہوں۔ شاید اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ عزیزم اختر سعید نے کتاب کا مسودہ راقم الحروف کو پڑھنے اور اس پر کچھ تاثرات لکھنے کے لئے دیا۔ چنانچہ راقم نے بالاستیعاب مسودہ کو پڑھا، تحقیقی وتصنیفی تسامحات اور اسلوب وبیان کے بعض پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی امید ہے کہ میری ان گزارشات کو مدنظر رکھیں گے اور ویسے بھی ابھی تصنیف وتالیف کے میدان میں نووارد ہیں اور اسے بھی ایک طالب علمانہ کاوش ہی سمجھا جائے۔

آخر میں مؤلف کے لیے بھی دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اخلاص اور جزائے خیر عطا فرمائے، ان کے اسلوب وبیان میں مزید دلکشی پیدا فرمائے اور ہم سب کو احکامِ اسلامی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین یارب العلمین)

اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار۔

محتاج دعا
ڈاکٹر محمد عبداللہ صالح
ادارہ علوم اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی لاہور

حرفِ وضاحت

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے سرکار احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت اللعالمین بنا کر دنیا میں بھیجا۔ اور ہم ناچیز بندوں کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے شرف عظیم سے سرفراز فرمایا۔ حق تو یہ ہے کہ تمام اہل ایمان مبارک باد کے مستحق ہیں کہ وہ اس عظیم ہستی کے امتی ہیں جس نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے انسان کو ہمدوش ملائکہ بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری ظاہری حیات طیبہ حق کی سربلندی اور باطل کی نگوسری میں صرف فرما دی۔ حضرت انسان کو عمل پیہم اور جہد مسلسل کا لافانی درس دے کر اسے اسرار و رموزِ حیات سے آگاہ فرما دیا۔ اب جو بھی خوش نصیب میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرے گا وہی درحقیقت دنیا و عقبیٰ میں سرخرو ہوگا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دورِ جدید کا انسان اپنی کمال محنت سے ہر چیز کی جزئیات تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ شہنشاہِ حکمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنتوں کی بین الاقوامی سطح پر سائنسی تحقیقات ہو رہی ہیں اور انہیں بے شمار منفعت کی حامل قرار دیا جا رہا ہے۔ ہم نے عالمی سطح پر ہونے والی ان تحقیقات کو کتاب ہذا کے ذریعے اپنے قارئین تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں ہم اپنی طرف سے یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمارا مقصود اتباع سنت ہے نہ کہ اتباع

سائنس۔ کیونکہ آخرت کا کامل اجر وثواب اتباع سنت میں ہے اتباع سائنس میں نہیں۔ لہٰذا سرکار کی مبارک سنتوں پر عمل کرتے ہوئے اس کی سائنسی یا دُنیوی منفعت پیش نظر نہیں ہونی چاہئے بلکہ ذہن میں صرف یہ ہو کہ یہ جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت ہے اور بس!

یہ بھی ذہن میں رہے کہ فیضان سنت سائنسی تجربات وتحقیقات کا قطعاً محتاج نہیں۔ اس لئے کہ دین متین تا قیامت مکمل واکمل ہے لیکن سائنس کی ہر تحقیق حرف آخر نہیں...... ایک انسان عمر بھر تحقیق وجستجو کے میدان میں سرگرداں رہتا ہے، کتنی ہی ناکامیوں کی چٹانوں سے ٹکرانے کے بعد پھر کہیں جا کر ایک تحقیق مکمل کر پاتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی اس تحقیق میں آئندہ کسی اور اضافہ یا ترمیم کو قطعاً رد نہیں کیا جا سکتا۔ دراصل عقل انسانی فانی ہے اور حکم الٰہی ابدی لہٰذا سنت قطعی طور پر سائنس کی محتاج نہیں مگر یہ بھی نہ سمجھ لیا جائے کہ اسلام اور سائنس دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ ٹھیک ہے سائنس کی دنیا میں کوئی نظریہ جامد (unchangeable) اور مطلق (Absolute) نہیں ہوتا، ممکنہ تبدیلیوں کا امکان بہر حال موجود رہتا ہے، ایک سائنسدان (Sciencetist) کو بارہا اقدام وخطا (Trial & Error) کی حالت سے گزرنا پڑتا ہے، بارہا ایسا ہوتا ہے کہ نئے تجربات کی روشنی میں صدیوں سے مسلمہ کسی نظریہ کو مکمل طور پر مسترد کر دیا جاتا ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سائنس اور اسلام کے درمیان عدم مطابقت پائی جاتی ہے، سائنس اور اسلام میں تضاد کیونکر ممکن ہو جبکہ اسلام تو خود سائنس کی ترغیب دے رہا ہے یعنی اسلام نے انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے کہ زمین وآسمان میں جتنی کائنات بکھری ہوئی ہے سب انسان کے لیے مسخر کر دی گئی ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ (۲۳)

''اور اس (اللہ) نے سماوی کائنات اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے لیے مسخر فرما دیا ہے۔''

اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ سائنسی علوم کی بدولت کائنات کی ہر شے کو انسانی فلاح کے نقطۂ نظر سے اپنے لئے بہتر سے بہتر استعمال میں لائے مثلاً قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ جملہ مخلوقات کی خلقت پانی سے عمل میں آئی ہے تو سائنس اور ٹیکنالوجی کی ذمہ داری یہ رہنمائی کرنا ہے کہ بنی نوع انسان کو پانی سے کس قدر فوائد بہم پہنچائے جا سکتے ہیں اور اس کا کیا طریق کار ہو سکتا ہے چنانچہ اس ساری بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سائنس اور مذہب کسی درجے میں بھی ایک دوسرے سے متصادم نہیں ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ اسلامی علوم کل ہیں اور سائنسی علوم محض ان کا ایک جزو، جزو اور کل میں مغایرت (conflict) غیر ممکن ہے چنانچہ نظریۂ اضافت (Theory of Relativity) کے خالق شہرہ آفاق سائنسدان ''آئن سٹائن (Einstein) کا کہنا ہے کہ:

"Science without religion is lame and religion without science is blind."

''مذہب کے بغیر سائنس لنگڑی ہے اور سائنس کے بغیر مذہب اندھا ہے۔''

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام ہی دنیا کا سب سے ترقی یافتہ مذہب ہے جو نہ صرف سائنسی علوم کے ساتھ قدم ملا کر چلتا ہے بلکہ تحقیق وجستجو کی راہوں میں سائنسی ذہن کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جو سائنسی تصورات اس وقت بنی نوع انسان کے سامنے آ چکے ہیں اور مستقبل کے تناظرات میں سائنس جس طرف بڑھ رہی ہے اس کے پیش کردہ نظریات قرآن وحدیث کے تصورات کی تائید وتصدیق کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جوں جوں سائنس ترقی کی منازل طے کر رہی ہے اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی جا رہی ہے بلکہ یہ کہنا بھی مبالغہ آمیز نہ ہوگا کہ جدید سائنس کی ترقی سے دین اسلام کا نور مزید نکھرتا جا رہا

ہے اور ایک وقت آئے گا کہ جب سائنس اپنے نقطۂ کمال کو پہنچے گی تو اللہ رب العزت کے دین کا ہر ایمانی تصور سائنس کے ذریعے صحیح ثابت ہو چکا ہو گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اختر سعید احمد سعیدی
معرفت
ادارہ حزب الاسلام
چک نمبر 201 ر۔ب فیصل آباد
فون: 041-751515
ای میل: ihi201@hotmail.com

تمہید

جنت کی کنجی:

بچہ بچہ جانتا ہے کہ کسی مقفل کمرے میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلے اس کمرے کا تالہ کھولا جاتا ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ تالہ کھولنے کے لئے اس تالے کی چابی کا ہونا از حد ضروری ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ ہر مسلمان جنت میں داخل ہونے کا خواہش مند ہے۔ لیکن جنت کے دروازے پر لگا ہوا ہے تالہ جسے کھولنے کے لئے درکار ہے کنجی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ کنجی کہاں سے حاصل کی جائے .... آیئے! مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوتے ہیں یہ پوچھنے کے لئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم جنت کا مقفل دروازہ کھولنا چاہتے ہیں لیکن کنجی نہیں مل رہی۔ ...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم گنہگاروں پر کرم فرمایئے اور کنجی کی نشان دہی فرما دیجئے۔ ...... صادق وامین رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب ملاحظہ فرمایئے:

"مفتاح الجنة الصلوٰة"

کہ اے میرے غلامو! "جنت کی کنجی نماز ہے۔" (۲۴)

پھر اس حقیقت سے بھی تو ہر کوئی آشنا ہے کہ کوئی بھی مقفل کھولنے کے لئے اس کی اپنی کنجی درکار ہوتی ہے کسی دوسری چابی سے تالہ نہیں کھلا کرتا۔ ...... بلاتشبیہ و بلاتمثیل جنت کا تالہ کھولنے کے لئے صرف نماز (الصلوٰۃ) ہی کو بطور کنجی استعمال کرنا ہوگا۔ کسی دوسری عبادت سے یہ تالہ نہیں کھل سکتا۔ اس لئے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی زبان اطہر سے جنت کے تالے کی کنجی مقرر فرمائی جا چکی ہے۔ اس لئے یہ تالہ نہ توحج سے کھل سکتا ہے نہ زکوٰۃ سے۔ نہ صوم سے اس تالے کو کھولا جا سکتا ہے نہ صدقہ وخیرات اور نذر ونیاز سے، کوئی شخص لاکھ عبادت وریاضت کرلے، حج وعمرہ کر لے، صدقہ وخیرات کی آخیر کر لے، سال بھر روزے رکھتا رہے...... کوئی بھی عبادت کیوں نہ کرلے اس کی ہر عبادت درجات کی بلندی کا باعث تو ہو سکتی ہے، فضائل کے حصول کا ذریعہ ضرور بن سکتی ہے لیکن نماز کا نعم البدل کبھی نہیں بن سکتی۔ کیونکہ درجات کی بلندی تو تب ہی فائدہ دے سکے گی جب جنت میں داخل ہو جائیں۔ اور داخل تب ہوں گے جب تالہ کھلے گا۔ اور تالہ تب کھلے گا جب دنیا میں پانچ وقت نماز پڑھتا رہا ہوگا۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ چابی بھی وہی کام کرتی ہے جس کے دندانے عین تالے کے لیور کے مطابق ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نماز بھی وہ شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے جو سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ادا کی جائے۔ اسی لئے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ:

صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ

یعنی ایسے نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھو۔ (۲۵)

نماز کی کنجی:

جس طرح شارع اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "مفتاح الجنة الصلوٰة" فرما کر نماز کو جنت کی کنجی قرار دیا ہے اسی طرح "مفتاح الصلوٰة الطهور" فرما کر طہارت وپاکیزگی کو نماز کی کنجی قرار دیا ہے۔ جس طرح جنت میں داخل ہونے کے لئے نماز شرطِ اوّل کی حیثیت رکھتی ہے اسی طرح نماز میں داخل ہونے (پڑھنے) کے لئے بھی طہارت وپاکیزگی شرطِ اوّل کا درجہ رکھتی ہے۔ گویا نماز

کا حقیقی اجروثواب طہارت وپاکیزگی کا مرہون منت ہے۔ وضو نہ صرف باطنی اعتبار سے اجروثواب کا باعث بنتا ہے بلکہ ظاہری اعتبار سے بھی روحانی اور جسمانی منفعت کا ضامن ہے۔ آپ کو پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ وہ کس طرح..........؟

آیئے اس سوال کا صحیح جواب حاصل کرنے کے لئے رحیم وکریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در دربارِ عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں............ چنانچہ طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

من توضافا حسن الوضو خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من اظفاره (۲۷)

"جس نے وضو کیا۔ اچھا وضو۔ اس کے جسم کے سارے گناہ خارج ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی خطائیں ڈھل جائیں گی۔"

اس جگہ "احسن الوضو" والا نکتہ توجہ طلب ہے۔ دراصل جسم کی تمام خطاؤں کا خارج ہو جانا یہاں تک کہ ناخنوں کے نچلے گناہ بھی ڈھل جانا اسی کے ساتھ مشروط ہے۔ یعنی ان چیزوں کا حصول "احسن الوضو" کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ عام طور پر "احسن الوضو" کا ترجمہ "بہترین وضو" کیا جاتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ مکمل خشوع و خضوع سے کیا ہوا وضو ہی دراصل "احسن الوضو" کے حقیقی مفہوم کو پورا کرتا ہے پھر خشوع وخضوع والے وضو سے کیا مراد ہوگی..........؟

خشوع سے مراد ہے باطنی پاکیزگی یعنی وضو نہایت دلچسپی، پوری دلجمعی ودل لگی اور مکمل خلوص نیت کے ساتھ کیا جائے اور خضوع سے مراد ہے ظاہری ترتیب یعنی وضو اسی ترتیب کے ساتھ کیا جائے جو عمل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔ اب ارشاد پاک کا مفہوم یہ بنا کہ خشوع وخضوع کے ساتھ کیا گیا وضو نہ صرف "خرجت خطاياه من جسده" جسم کے تمام گناہوں کے اخراج کا ضامن ہے بلکہ "تخرج من اظفاره" ناخنوں کے نیچے کی خطاؤں کو

بھی نکال باہر کرتا ہے۔

اس جگہ اگر ہم آپ سے یہ سوال کریں کہ بتایئے! کیا خطائیں ناخنوں کے نیچے بھی چھپی ہوتی ہیں تو لامحالہ آپ کا جواب نفی میں ہوگا۔ اگر آپ کا جواب واقعی نفی میں ہے تو ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہاں ''ہر قسم کی خطاؤں'' سے مراد ''ہر قسم کی بیماریاں ہیں۔ جن کا خاتمہ ''احسن الوضو'' سے ممکن ہو جاتا ہے۔ بلکہ تخرج من اظفارہ کے مطابق ایسی چھوٹی چھوٹی بیماریاں جو ایکس ریز (X-Rays) اور الٹرا ساؤنڈ (Ultra Sound) وغیرہ کی حد (Range) سے بھی باہر ہوں، ان کا بھی قلعہ قمع ہو جاتا ہے۔

عزیز قارئین کرام! آیئے ملک الاطباء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشادِ ذیشان کی حقانیت کا جدید سائنس کی روشنی میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ بات تو طے ہے کہ جس طرح نماز جنت کی کنجی ہے اسی طرح وضو نماز کی کنجی ہے بالکل اسی طرح اگر استنجا و طہارت کو وضو کی کنجی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ کامل وضو بھی تو کامل استنجا ہی کا مرہون منت ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ ''وضو'' سے پہلے قضائے حاجت اور استنجا کو زیر بحث لایا جائے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر 1:

رفع حاجت و استنجا

صبح بیدار ہونے کے بعد انسان کو عموماً سب سے پہلے رفع حاجت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور فارغ ہونے کے بعد صفائی ستھرائی کی بھی۔ گو دیگر مذاہب نے بھی اپنے ماننے والوں کو عام صفائی ستھرائی کے لئے ہدایات دے رکھی ہیں مگر اسلام نے اس ضمن میں اتنی واضح اور کھری کھری باتیں کی ہیں جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتیں۔ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو جہاں کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور سونے جاگنے کے طریقے تک سکھا دیئے ہیں وہاں انکو نفاست وطہارت کی اعلیٰ منازل پر فائز ہونے کے گُر بھی بتلا دیئے ہیں۔ سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہی تمام کائنات کے لئے رہبر و رہنما ہے۔ اس لئے ہر کس و ناکس کو اسی عالی مرتبت درگاہ سے رجوع کرنا ہوگا۔ یہی وہ درِ اقدس ہے جہاں سے ہر سائل کو گوہر مراد ملتا ہے۔

پانچ وقت نماز ادا کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن جب تک جسم ولباس ہی پاکیزہ نہ ہو اس وقت تک ہم نماز کے قریب بھی نہیں جا سکتے۔

ہم یہاں طہارت و پاکیزگی کے ابتدائی پہلو ''رفع حاجت اور استنجا'' کو زیر بحث لائیں گے اور ثابت کریں گے کہ راہنمائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہر مبارک عمل میں ابن آدم کو نہ صرف تحفظ اور سہولت مہیا فرمائی ہے بلکہ قدم قدم پر عافیت اور حفاظت فراہم کی ہے۔ ہم یہاں یہ بھی ثابت کریں گے کہ رفع حاجت اور

استنجا کا جدید انداز بُری طرح فیل ہو رہا ہے اور اب تو جدید طبقہ بھی انہیں پرانے طریقوں کی طرف واپس لوٹ رہا ہے جن کا درس مسلمانوں کو آج سے چودہ سو سال قبل ہی دیا جا چکا ہے۔ آیئے ملاحظہ فرمائیں:

نماز سے قبل رفع حاجت واستنجا سے فراغت:

اگر نماز سے قبل حاجت کی زیادتی ہو تو پہلے، حاجت سے فراغت حاصل ہو پھر نماز پڑھی جائے۔ (۲۸)

درحقیقت یہ نکتہ میڈیکل کے اس اصول کی طرف خصوصی اشارہ ہے جس میں حاجت ضروریہ، پیشاب اور پاخانہ وغیرہ کو روکنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ حاجت کو روکنا گوناگوں امراض کا پیش خیمہ بن سکتا ہے اس میں زیادہ تر نقصان دماغ (Brain) معدہ (Stomach)، اعصاب (Nerves) اور گردوں (Kidneys) کو ہوتا ہے بعض اوقات حاجت کو روکنے سے قے اور چکر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات سر میں درد شروع ہو جاتا ہے۔

پاؤں پہلے پیدا ہوا یا پہیہ:

امریکہ کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں یہ بات نمایاں طور پر لکھی ہوئی ہے کہ ''پاؤں پہلے پیدا ہوا یا پہیہ''......؟ ہر کسی کے پاس اس سوال کا یہی جواب ہوگا کہ لامحالہ پاؤں ہی پہلے پیدا ہوا ہے اور پہیے کی ایجاد تو پاؤں والوں نے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر کی ہے۔ دراصل امریکیوں کا مقصد یہ ہے کہ قوم کو پیدل چلنے کی ترغیب دی جائے۔

کتب احادیث میں مرقوم ہے کہ تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کی غرض سے آبادی سے بڑی دور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (۲۹)

ایک بائیو کیمسٹری (Bio-Chemistry) کے ماہر نے اس ضمن میں بڑے

پتے کی بات کی ہے کہ جب آبادی بڑھنے لگی، شہر پھیلنے لگے، کھیت سکڑنے لگے یعنی آبادی میں شامل ہونے لگے اس وقت سے اب تک امراض میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے کیونکہ ہم نے رفع حاجت کے لئے پیدل چل کر دور تک جانا چھوڑ دیا ہے۔ نتیجتاً گیس، تبخیر معدہ اور جگر کے امراض نے ہم سے رشتہ جوڑ لیا ہے دراصل دور تک پیدل چل کر جانے سے آنتوں کی حرکات (Intestines Movement) میں اضافہ ہو جاتا ہے اور بہت کم وقت بیٹھنے سے ہی تسلی بخش حاجت ہو جاتی ہے۔ لیکن آج ہماری حالت یہ ہے کہ بستر سے اٹھے، سگریٹ سلگائی، منہ میں پھنسائی، پانچ دس قدم چلے اور بیت الخلاء میں گھس کر بیٹھ گئے ایسے بیٹھے کہ بیس پچیس منٹ تو دوسرے کو باہر کھڑے ہو کر اپنی باری کا انتظار کرنا ہی پڑے گا.......... لیکن حاجت کے لئے دور نکل جانے سے ایسا پُرسکون ماحول میسر آ جاتا ہے جہاں لوگوں کی آمدورفت کم ہونے کی وجہ سے شرم وحیا کے تقاضے بھی پورے ہو جاتے ہیں اور آبادی سے دور اس پُرسکون مقام پر حاجت سے تسلی بخش فراغت بھی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں پیدل چلنے کے بے شمار فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔ پنجاب میڈیکل کالج (الائیڈ ہسپتال) فیصل آباد کے سینئر ڈاکٹر محمد شفیع صاحب ہمارے دوست ملک محمد یوسف صاحب کو شوگر کا شرطیہ علاج بتاتے ہوئے مشورہ دیتے ہیں کہ پانچ وقت نماز ادا کریں اور ہر روز نماز فجر کے بعد پیدل چل کر کھیتوں میں دور نکل جانا یعنی خوب سیر کرنا اپنا معمول بنا لیں۔ ڈاکٹر صاحب شوگر کی تمام دواؤں کو وقتی آفاقہ قرار دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ نماز کی پابندی اور سیر ہی اس موذی مرض کا واحد اور مستقل علاج ہے۔ ملک صاحب روزانہ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد تین کلومیٹر سے زیادہ پیدل چلتے ہیں انہیں خاطر خواہ افاقہ ہو گیا ہے بلکہ وہ شوگر کے کئی مریضوں کو اس علاج کی ترغیب بھی دے چکے ہیں اس طریقہ علاج سے وہ بھی تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہیں۔

کچی زمین کا راز:

''تاجدار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کے لئے کچی زمین کا انتخاب فرمایا کرتے تھے۔'' (۳۰)

آج لیول پاول (Louval Poul) کی تحقیق کہتی ہے کہ انسان کی بقا اور فنا دونوں ہی مٹی سے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اسے مٹی پر بیٹھ کر ہی حاجت سے فراغت حاصل کرنی چاہئے۔ اور استنجا بھی مٹی سے ہی کرنا چاہئے۔ لیول پاول مزید کہتے ہیں کہ آج ہم نے حاجت ضروریہ سے فراغت کے لئے نرم زمین کو چھوڑ کر سخت زمین یعنی فلش سسٹم وغیرہ کا استعمال شروع کر دیا ہے اسی وقت سے مردوں میں جنسی کمزوری، مثانے اور گردے کی پتھری کا رجحان بڑھنے کے ساتھ ساتھ پیشاب کے غدود (Prostate Glands) بھی بُری طرح متاثر ہونے لگے ہیں۔ (۳۱)

درحقیقت مٹی کو اللہ رب العزت نے جراثیم کش بنایا ہے جب انسان رفع حاجت کے لئے کچی زمین پر بیٹھتا ہے تو مٹی جسم سے نکلنے والے فضلات کے تیزابی اثرات کو ساتھ ساتھ جذب کرتی جاتی ہے۔ اور جراثیم کو بھی ہلاک کر کے رکھ دیتی ہے۔ جبکہ پکی جگہ اس کیفیت سے عاری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پکی جگہ (فلش وغیرہ) پر بیٹھنے سے تیزابی اور جراثیمی اثرات براہ راست جسم پر مرتب ہو جاتے ہیں اور کئی ناواقف امراض سے بہت جلد علیک سلیک ہو جاتی ہے۔ پھر یہ علیک سلیک پکی دوستی میں بھی بدل سکتی ہے۔

بیٹھنے کے گُر تک بتا دیئے:

ایک فزیالوجی کے سینئر پروفیسر فرماتے ہیں کہ میں مراکش میں تھا اور بخار کی دوائی لینے کے لئے وہاں کے ایک یہودی ڈاکٹر کے پاس گیا۔ جب میں نے اسے اپنا نام لکھوایا تو ڈاکٹر صاحب کہنے لگے ''مسلمان ہو''......؟ میں نے کہا جی ہاں! الحمدللہ

میں مسلمان ہوں اور پاکستانی ہوں۔ ڈاکٹر صاحب بڑے ضعیف تھے اور کافی تجربہ کار معلوم ہوتے تھے، کہنے لگے کہ اگر تمہارے پاکستان میں حاجت ضروریہ کے لئے بیٹھنے کا وہ طریقہ زندہ ہو جائے جو تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وضع فرما رکھا ہے۔ تو میں شرطیہ دعویٰ کرتا ہوں کہ پاکستان کے تمام مسلمان اپنڈے سائٹس (Appendesitis) دائمی قبض، بواسیر (Piles) اور گردوں کے امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ (۳۲)

وہ طریقہ کیا ہے بھلا.....؟ حضرت سراقہؓ بن مالک راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ:

ان نتوکاء علی الیسریٰ و تنصب الیمنی (۳۳)

یعنی بائیں پیر پر بوجھ ڈالیں اور دایاں پیر کھڑا رکھیں۔

حضور اقدسؐ کے واضح فرمودہ اس طریقہ نشست پر جدید سائنس مسلسل ریسرچ کر رہی ہے اور بہت سارے ایسے میکانکی فوائد (Mechanical Advantages) کا انکشاف بھی کیا گیا ہے جو فی الفور حاصل ہو جاتے ہیں۔

غذا حلق سے نیچے اترنے کے بعد غذا کی نالی (مری) سے گزرتی ہوئی ایک سوراخ (فم معدہ) کے ذریعے معدے میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہاں غذا کا اکثر حصہ ہضم ہو جاتا ہے۔ پھر یہاں سے غذا بصورت کیموس[1] بارہ انگشتی آنت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ پھر وہاں سے بل کھاتی ہوئی انتڑیوں کے پیچیدہ نظام سے گزرتی ہے۔ اس تمام سفر میں غدود جاذبہ کے ذریعے غذا کے اہم اجزاء جذب ہو کر جسم کی تندرستی و توانائی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ لیکن غیر منہضم غذا اور فضلہ بائیں طرف کی آنت میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ جو کہ بوقت رفع حاجت براز کی صورت میں خارج ہو جاتا ہے۔ اگر دورانِ رفع حاجت دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر

[1] معدے کے اندر جب غذا گھل مل کر اس طرح مخلوط ہو جاتی ہے کہ غذائی اجزاء کی باہمی تمیز دشوار ہو جاتی ہے تو اس مرکب۔ میٹریل (Material) کو کیموس کا نام دیا جاتا ہے

وزن ڈالا جائے اور ساتھ ہی سرین کو تھوڑا سا اوپر کو اٹھا لیا جائے تو اس آنت پر بائیں ران کے بالائی عضلات کا میکانکی طور پر دباؤ پڑ جاتا ہے اور فضلہ نہایت آسانی کے ساتھ قدرتی طور پر خارج ہو جاتا ہے۔ پیٹ صاف ہو جاتا ہے اور طبیعت میں شگفتگی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔

اگر یہ طرزِ نشست اختیار نہ کیا جائے تو اجابت کے وقت بعض اوقات زیادہ کونتھنے (کیلنے) اور زور لگانے کی وجہ سے بالائی سر میں دباؤ بڑھ کر B.P کے بڑھ جانے سے کسی نہ کسی نازک دماغی شریان (Capillaries) کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس طرح خدانخواستہ فالج کے اٹیک کا خطرہ بھی ہو سکتا ہے یا گردے فیل ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سیّد قدرت اللہ قادری صاحب فرماتے ہیں کہ ''دورانِ اجابت اگر شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضع کردہ طریقہ نشست اختیار کر لیا جائے تو کئی خطرناک امراض مثلاً ہرنیا (Hernia)، خونی بواسیر (Fistula)، فالج، کانچ نکلنا (Protrution) آنتوں کا ورم، بھوک کی کمی، ہاضمہ کی خرابی، سستی کاہلی اور بدکیفی جیسی کیفیات سے بچا جا سکتا ہے۔'' (۳۴)

سکون قلب کی تلاش:

تیسری دنیا کے لوگ یورپی دنیا کو نہایت ہی ترقی یافتہ دنیا خیال کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہاں کے لوگ مادی زندگی کے اتنا پیچھے پڑ گئے ہیں کہ ان کی نگاہ میں مادی چیزوں کی حیثیت ان کی اپنی حیثیت سے کہیں بڑھ گئی ہے۔ ہر وقت ایک قسم کی دوڑ سی لگی ہوئی ہے۔ کسی کے پاس آرام کرنے کا وقت ہے نہ سکون حاصل کرنے کی فراغت۔ ان کی زندگی اتنی تنگ ہو کے رہ گئی ہے کہ وہ لوگ نہایت چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو بھی اپنے لئے وجہ سکون و آرام سمجھنے لگے ہیں۔ حصول معاش کے لئے ان ممالک میں گئے ہوئے پاکستانی دوست وہاں کے شہریوں کے بارے میں

عجیب وغریب انکشافات کرتے ہیں۔ مثلاً ہر یورپین ہمہ وقت اتنا پریشان اور نفسیاتی دباؤ کا شکار رہتا ہے کہ رفع حاجت کے وقت اسے ایک عجیب قسم کی فکر سی لاحق ہو جاتی ہے اور وہ بیت الخلا جانے سے کتراتا ہے کہ نہ جانے اسے کتنا وقت لیٹرین میں گزارنا پڑے گا۔ لیکن جب کبھی اسے بہت جلد کھل کر اجابت آ جاتی ہے تو اس کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ وہ بیت الخلا سے باہر نکلتے ہوئے ایک زوردار نعرہ لگاتا ہے کہ:

واہ! اب میں کتنا پُرسکون ہوں O, What I relax.

یعنی وہ بڑا خوش ہوتا ہے کہ آج تو کسی قسم کا وقت ضائع کئے بغیر اسے کتنی جلدی اجابت سے چھٹکارا حاصل ہو گیا۔

کتنا ہی اچھا ہو کہ وقت کی قدر کرنے والے وہ لوگ اگر اجابت سے بہت جلد فراغت حاصل کرنے کا وہ سہل و آسان طریقہ سیکھ لیں جو رہبر کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مسلم امہ کو سکھایا ہے۔

لیکن وہ نہیں سیکھتے .... کیوں ....؟

دراصل اس میں تھوڑا بہت قصور ہمارا بھی تو بنتا ہے......

اے کاش کہ مسلم امہ کا ہر مجاہد (ہر ایک مسلمان) اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک سنت کو نہ صرف خود اپنا لے بلکہ دوسروں کو بھی ان سنتوں کی پُرفخر حکمتیں سمجھا کر انہیں بھی سچا دین متین قبول کرنے کی ترغیب دینے لگے۔ تاکہ وہ بھٹکی ہوئی مخلوقِ خدا بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی جھنڈے کے نیچے پناہ لے کر سکونِ قلب حاصل کر سکے۔

بعد از فراغت ڈھیلے کا استعمال:

شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از فراغت استنجا کے لئے طاق عدد مٹی کے ڈھیلے استعمال فرماتے تھے۔ (پھر بعد میں پانی سے استنجا بھی ضرور فرماتے تھے)۔ (۳۵)

محترم قارئین کرام! رفع حاجت کے بعد ڈھیلے کا استعمال عمل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے............ شہنشاہ حکمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل مبارک نے آج تحقیقی و سائنسی دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ مٹی پر جو ریسرچ (Research) کی گئی تو یہ انکشاف ہوا کہ مٹی کے اندر نوشادر (Ammonium Chloride)، فلورائیڈ (Floride)، کیلشیئم (Calcium) اور فاسفورس (Phosphorus) جیسے دافع تعفن (Antiseptics) کیمیکلز موجود پائے گئے۔

آپ جانتے ہیں کہ بول و براز خطرناک ترین جراثیموں سے لبریز ہوتا ہے۔ جسم کے کسی حصے پر اس کا لگا رہ جانا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن مٹی کا استعمال اپنے جراثیم کش اثرات کے ذریعے بول و براز کے ان موذی جراثیموں کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتا ہے۔

اسی سلسلے میں ضمناً یہاں ایک اور دلچسپ بات عرض کرتے چلیں کہ سائنس سالہا سال کی تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ مٹی کتے کے جراثیموں کے خاتمے کے لئے بھی زہر قاتل ثابت ہوتی ہے۔ جدید سائنس نے یہ انکشاف کیا ہے کہ کتے کے جگر اور آنتوں میں فیسیو لوپسز بسکی (Fascio Lopsis Busky) نامی خطرناک کیڑا پرورش پا رہا ہوتا ہے۔ سائنسدانوں نے اعلان کیا ہے کہ اگر کتا کسی برتن وغیرہ کو چاٹ جائے تو اس برتن میں کتے کے لعاب کے ذریعے اس خطرناک جراثیم کے داخل ہو جانے کا قوی امکان ہوتا ہے۔ اگر ایسے برتن کا مٹی سے صاف کئے بغیر ہی استعمال کر لیا جائے تو جسم میں باؤلے پن کے جراثیم منتقل ہو جانے کا شدید اندیشہ ہوتا ہے (۳۶)...... مگر دورِ جدید کے سائنسدانوں کو کیا معلوم کہ محقق اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج سے صدیوں قبل ہی اپنے غلاموں کو یہ حکم صادر فرما چکے ہیں کہ

"جب کسی برتن میں کتا منہ ڈال جائے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے۔ ابتداء اور انتہا مٹی سے مانجھ کر کی جائے۔" یعنی ایسے برتن کو پانی سے گیلا کر کے مٹی سے رگڑا جائے۔(۳۷)

مٹی سے دھونے (مانجھنے) کا حکم آخر "کیوں" دیا گیا..........؟ جرمنی کا مشہور ڈاکٹر کاورخ (Courkh) لکھتا ہے کہ میں نے سنا کہ مسلمانوں کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد ذیشان فرمایا ہے کہ جس برتن کو کتا چاٹ لے اسے سات مرتبہ پانی سے دھوؤ اور کم از کم پہلی مرتبہ مٹی سے ضرور مانجھا جائے۔" ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بڑی تشویش ہوئی کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جب کہ سائنس کو اتنا عروج حاصل نہ تھا جتنا آج ہے۔ پھر اس زمانے میں یہ حکم کس بنا پر دے دیا گیا..........؟ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہ تو میں پہلے ہی دریافت کر چکا تھا کہ نوشادر (Ammonium Chloride) داء الکلب کا تیز بہدف علاج ہے اور یہ بھی مجھے معلوم تھا کہ یہ مٹی میں ہر وقت موجود رہتا ہے.......... اب تو میرے دل میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قدر و منزلت پیدا ہو رہی تھی کیونکہ میں جانتا تھا کہ کتے کے جراثیم کو ہلاک کرنے والا زہر یعنی نوشادر (Ammonium Chloride) لازمی طور پر مٹی میں پایا جاتا ہے اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کتے کے جھوٹے برتن کو مٹی ہی سے مانجھنے کی ہدایت فرمائی ہے.......... لیکن میں خود یہ تجربہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ فرمانِ نبوی کی سچائی کی پرکھ کرنے کے لئے میں نے کتے کا لعاب دہن حاصل کیا اور تھوڑی سی مٹی بھی۔ پھر میں نے اپنی لیبارٹری میں بیٹھ کر مٹی کے عناصر کی کیمیائی تحلیل کی اور ہر ایک عنصر کا داء الکلب میں الگ الگ استعمال شروع کر دیا آخر میں جب نوشادر (Ammonium Chloride) کی نوبت آئی تو مجھ پر یہ منکشف ہو گیا کہ کتے کے جراثیم کا قاتل یہی نوشادر (Ammonium Chloride) ہے۔(۳۸)

قارئین کرام! ذرا غور تو فرمایئے کہ طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کے جھوٹے برتن کو مٹی ہی سے مانجھنے کی رغبت کیوں دلائی.......... براہِ راست نوشادر کا استعمال ہی بتا دیا ہوتا.......... اس کی حکمت یہ ہے کہ نوشادر مٹی میں ہمیشہ موجود رہتا ہے اور مٹی ہر کسی کو ہر جگہ باآسانی دستیاب ہو جاتی ہے جبکہ محض نوشادر کا ملنا بسا اوقات غیر ممکن ہوتا ہے۔ لہٰذا رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے داء الکلب کے لئے مٹی کے استعمال کی ہدایت فرمائی۔

ہم نے کسی اور کتاب میں یہ پڑھا (حوالہ یاد نہیں) کہ ایک سائنسدان کتے کے کاٹے کی دوائی دریافت کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے کتے کے جراثیم حاصل کئے اور کئی دنوں تک ان کو ہلاک کرنے کے لئے مختلف ادویہ استعمال کرتا رہا مگر وہ اپنے مشن میں مسلسل ناکام ہو رہا تھا یعنی کوئی بھی دوائی کارگر ثابت نہ ہو رہی تھی.......... ہوا یہ کہ ایک دن وہ صبح صبح اپنی لیبارٹری میں جو آیا تو کتے کے جراثیموں کا جو خوردبین سے مشاہدہ کیا تو تمام کو مرا ہوا پایا۔ سائنسدان سوچ میں گم ہو گیا کہ کوئی کیمیکل یا دوائی استعمال کئے بغیر ہی تمام کے تمام جراثیم کیونکر ہلاک ہو گئے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کے دوران اچانک اس کی نظر اردگرد کے ماحول میں بکھری ہوئی گرد پر پڑی تو اسے خیال آیا کہ آج رات زور کی آندھی بھی تو چلی تھی۔ لامحالہ وہی گرد کتے کے جراثیموں پر بھی پڑی ہو گی ممکن ہے مٹی کے وہ ذرات ہی ان کے قاتل ہوں۔ پھر اس بات کی تصدیق کے لئے اس نے ایک بار پھر کتے کے جراثیم حاصل کئے اور ان کا معائنہ کرنے کے بعد قصداً ان پر مٹی کے ذرات بکھیرنے شروع کر دیئے۔ سائنسدان کی مسرت و حیرانی کی انتہا نہ رہی کیوں کہ جراثیم ہلاک ہونا شروع ہو گئے تھے۔ دراصل مختلف ادویات جو ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکی تھیں سادہ مٹی ان کے لئے زہر قاتل ثابت ہو چکی تھی۔ پھر اس نے یہ تجربہ بار بار دہرایا۔ بالآخر مٹی کو جراثیم کش قرار دیا۔

بات ذرا دور نکل گئی ثابت یہ کیا جا رہا تھا کہ رفع حاجت کے بعد مٹی کے ڈھیلے کا

استعمال ایک طبی اور سائنسی اصول ہے۔ جب ڈھیلے کا استعمال ہوگا تو بوسیدہ اعضاء پر مٹی لگنے کی وجہ سے ان کی بیرونی سطح پر لگے ہوئے تمام جراثیم ہلاک ہوجائیں گے۔ بلکہ سائنس نے تو اب یہ دعوٰی بھی کر دیا ہے کہ ڈھیلے کا استعمال شرمگاہ کے کینسر (Cancer of Penis) سے محفوظ رکھتا ہے۔

حکیم طارق محمود چغتائی صاحب اپنا ذاتی تجربہ بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ایسے مریض جن کی شرم گاہ میں خارش اور زخم ہو گئے تھے۔ میں نے ان کو مٹی سے استنجا کا مشورہ دیا تو مریض حیرت انگیز طور پر شفایاب ہوگئے۔ (۳۹)

قدرت کے بھید بھی کتنے نرالے ہیں کہ مٹی سے بنا ہوا یہ انسان بالآخر مٹی میں ہی عافیت پاتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اسی مٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ ڈھیلے سے استنجا کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہاتھ آلودہ ہونے سے بچ جاتے ہیں اور محض ڈھیلے سے گندگی صاف ہو جاتی ہے۔ پھر بعد میں پانی سے جو استنجا کیا جاتا ہے اس سے نہایت آسانی کے ساتھ طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر ڈھیلہ استعمال کئے بغیر ہی پانی کے ساتھ استنجا کرنے بیٹھ جائیں گے تو یقیناً ناخنوں اور ہاتھ کے کھردرے حصوں میں غلاظت اٹک کر رہ جائے گی جو طرح طرح کی بیماریوں کا سبب بنے گی۔ طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ ملوث ہونے والے یہ نجاست کے جراثیم اکثر گھروں میں اسہال و پیچس وغیرہ کے امراض پھیلانے کا باعث بنتے ہیں۔ اگر ہاتھ میں کوئی زخم وغیرہ ہو تو وہ جراثیم استنجا کرتے ہوئے بڑی آسانی کے ساتھ اس زخم میں منتقل ہوجائیں گے اور زخم کو خراب کر کے رکھ دیں گے۔

مفت میں کام چلائیں:

یورپی ماہرین نے کافی تحقیقات و تجربات کے بعد اس حقیقت کو آخر پا ہی لیا ہے کہ فاسفورس نہ صرف جراثیم کش ہے بلکہ اس میں گندگی کو سرے سے ہی ختم کرنے کی صلاحیت بھی موجود ہے۔ اسی بنا پر اہل مغرب نے جراثیم کے خاتمے کے لئے ٹائلٹ

پیپروں پر فاسفورس لگانا شروع کر دیا ہے اور جس بیگ میں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے اس میں فاسفورس لگا دی جاتی ہے تاکہ گندگی کا خاتمہ کیا جاسکے۔ یورپی ممالک میں اس مقصد کے لئے بڑے بڑے پلانٹ لگائے گئے ہیں اس طرح وہاں پر فاسفورس سے کافی فائدہ حاصل کیا جانے لگا ہے۔ اہل مغرب اپنی اس دریافت کو بڑی ہی قابل فخر خیال کرتے ہیں............ مگر انہیں کیا معلوم کہ فاسفورس کی گندگی ختم کرنے والی صلاحیت تو آج سے قریباً چودہ سو سال پہلے دریافت ہو چکی ہے۔ درحقیقت محقق اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاسفورس کی اس خاصیّت کا پورا پورا علم تھا اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد از رفع حاجت ڈھیلے سے استنجا کرنے اور کوڑا کرکٹ یا گندگی وغیرہ کو زمین کے اندر دفن کرنے کا حکم صادر فرما دیا تھا۔ آج جوہری توانائی کا دور (Nuclear Age) کی جدید سائنس یہ ثابت کر چکی ہے کہ مٹی کے اندر فاسفورس موجود ہوتی ہے۔ آپ نے بھی یقیناً بار بار مشاہدہ فرمایا ہو گا کہ گندگی وغیرہ کو اگر زمین مین دفن کر دیا جائے تو بہت جلد وہ گندگی گندگی نہیں رہتی بلکہ اسی زمین کا حصہ بن چکی ہوتی ہے۔ وہاں پر گندگی کا نام ونشان رہتا ہے نہ ہی بدبو وغیرہ کی کوئی کیفیت۔

اے کاش کہ (خود اپنے ہی گمان میں) ترقی کی رفعتوں پر پرواز کرنے والی مغربی قوم کو تھوڑی سی عقل آجائے کہ وہ ٹائلٹ پیپروں اور کوڑا کرکٹ کے تھیلوں پر فاسفورس لگانے کے لئے رقم کثیر خرچ کر کے بڑے بڑے پلانٹس نہ لگائیں بلکہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان کر مفت میں کام چلائیں۔ یعنی استنجا کے لئے پانی سے قبل ڈھیلے کا استعمال اپنائیں اور گندگی کو زمین کے اندر دفنائیں۔

پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے کا استعمال:

سنت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق "پیشاب کرنے کے بعد بھی ڈھیلہ کا استعمال از حد ضروری ہے۔" (۴۰)

دراصل پیشاب کی نالی کی چنٹوں میں جو قطرات رہ جاتے ہیں ڈھیلہ انہیں سوت سوت کر نچوڑتا ہے اور باہر نکالتا ہے۔ اس طرح کرنے سے عضوِ خاص کا ہلکا سا مساج بھی ہو جاتا ہے اور بار بار اس میں دلک (مالش) سے دورانِ خون تیز ہو کر اس کی طاقت و توانائی میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ مٹی کے ڈھیلے میں اللہ رب العزت نے یہ خاصیت رکھ دی ہے کہ اس کے بار بار رگڑنے سے ذکاوتِ حس یعنی حس کی زیادتی (Tenderness) سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ ڈھیلے کے استعمال کے بعد پانی سے طہارت حاصل کرنا بھی از حد ضروری ہے۔ اس طرح مردانہ بانجھ پن کا علاج بھی ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر گول والے اپنے ٹیکسٹ بک آف میڈیسن میں تحریر کرتے ہیں کہ "جن مردوں کو بانجھ پن (Sterility) کی شکایت ہو انہیں چاہئے کہ اپنے خصیوں کو بار بار پانی سے دھوئیں۔ ان کی شکایت جاتی رہے گی۔" (۴۱)

دراصل بانجھ پن حوینات منویہ (Spermatozos) کی کمی کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ بار بار پانی کا استعمال کرنے سے حویناتِ منویہ کی پیدائش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ خالق اکبر نے اسلامی طریقہ طہارت میں ہی اتنی ساری خوبیوں کو یکجا فرما دیا۔ وضو اور غسل کے دروازے پر تو ابھی دستک ہی دی گئی ہے۔ اقبالؒ نے سچ ہی تو فرمایا ہے۔

ولایت بادشاہی علم و اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں فقط اک نقطۂ ایماں کی تفسیریں

ضروری وضاحت:

ڈھیلے کی تمام منفعت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن یاد رکھیئے! مسلمانوں کے نزدیک اس کے استعمال کے بعد بھی پانی سے طہارت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے اگر آپ نے

ڈھیلے، کاغذ یا کسی اور شے کا استعمال ہی کافی سمجھ کر پانی کے استعمال سے گریز کیا تو دیر یا سویر آپ زیرِ ناف بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ جن میں اگزیما، بھگندر یا ناسور (Pilonial Fistula) یعنی مقعد کے منہ کے قریب نکلنے والے بالدار پھوڑے جن کا اپریشن کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ایسے پھوڑے بعض اوقات مقعد کے کینسر میں بھی تبدیل ہو سکتے ہیں۔ اس لیے پانی سے طہارت کی شدید ضرورت ہے۔ خواتین میں پانی سے عدم استنجا کی صورت میں مبرز کے مقام کے مختلف جراثیم بوقت قربت اندام نہانی میں باآسانی داخل ہو کر سیلان الرحم، ورم زخم، رحمی خراش، پیشاب کی نالی میں تکلیف اور گردے اور مثانے کی کئی امراض کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس لیے پانی کے عدم استعمال کی غلطی کبھی بھول کر بھی نہ کی جائے۔ ورنہ حال یہ ہوگا کہ:

لمحوں نے خطا کی تھی   صدیوں نے سزا پائی

یورپین استنجا:

یورپین استنجا کے لئے صرف ٹائلٹ پیپر پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور پانی کے استعمال سے قطعاً گریز کرتے ہیں بلکہ معیوب خیال کرتے ہیں (ہم آگے چل کر ان شاء اللہ ثابت بھی کریں گے) کچھ عرصہ قبل اخبارات میں ایک خبر شائع ہوئی تھی کہ اس وقت یورپ میں شرم گاہ کا کینسر تیزی سے عام ہو رہا ہے۔ اس کا سبب معلوم کرنے کے لئے ایک تحقیقاتی بورڈ بٹھایا گیا تو بورڈ نے ریسرچ کے مراحل سے گزرنے کے بعد یہی رپورٹ پیش کی کہ شرم گاہ کے کینسر کا واحد سبب پانی کا عدم استعمال اور محض ٹائلٹ پیپر پر ہی اکتفا کرنا ہے۔

ٹائلٹ پیپر بنانے والی فیکٹری کے ایک ملازم نے اس کاغذ کی تیاری میں استعمال ہونے والے جن کیمیکلز کا انکشاف کیا ہے وہ اگزیما (Eczema) اور جلد کی رنگت کی تبدیلی جیسے (جلدی) امراض کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ (۴۲)

اعتراف حقیقت:

آج ہمارے ہاں بھی مغرب زدہ طبقہ بیت الخلاء کے اندر پانی کی بجائے ٹائلٹ پیپر کا فخریہ استعمال کرتا ہے مگر اس جدید مسلمان کو کون بتائے کہ جس کی اتباع میں وہ یہ کام کر رہا ہے وہ تو اس جدید استنجے کو خیر باد کہہ کر صدیوں پرانے طریقہ طہارت کو ترجیح دے رہے ہیں۔

ہارلے سٹریٹ لندن کے ایک بزرگ ڈاکٹر کیسنن ڈیوس نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ جس طرح یورپی قوم نے پانی کے استعمال کو قطعی طور پر ترک کر کے صرف ٹشو پیپرز پر گزارہ کرنا شروع کر دیا ہے میں ان کو وارننگ (Warning) دیتا ہوں کہ بہت جلد یہ لوگ شرم گاہ کے کینسر، بھگندر، جلدی انفیکشن اور پھپھوندی جیسے امراض میں مبتلا ہو جائیں گے۔(۴۳)

یاد رکھیے اہلِ مغرب کئی کئی مہینوں تک رفع حاجت کے بعد پانی کا استعمال نہیں کرتے بلکہ ٹائلٹ پیپرز سے ہی کام چلاتے رہتے ہیں لیکن انہیں کے ایک محقق ڈاکٹر نے ان کے اس طرز طہارت کی شدید مذمت کی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ ہم ٹائلٹ پیپرز کے استعمال کو قطعی طور پر ممنوع قرار نہیں دیتے لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ اگر ٹائلٹ پیپر کے استعمال کے بعد پانی کا استعمال بھی کر لیا جائے تو اس کاغذ کے خطرات نہ ہونے کے برابر رہ جاتے ہیں۔ لیکن اگر پانی سرے سے ہی استعمال نہ کیا جائے تو کاغذ سے صفائی کرنے کے باوجود گندگی بالوں اور جسم میں اٹک کر رہ جاتی ہے۔ اسی لئے اسلام اس کی شدید مخالفت کرتا ہے کیونکہ اسلام ہی پوری دنیا میں وہ واحد مذہب ہے جس میں پاکیزگی و طہارت کے چھوٹے چھوٹے پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اپنوں سے نہ سہی غیروں سے ہی پوچھ لیجئے!

جانٹ ملن کا اعتراف:

ایک مستشرق جانٹ ملن یہ تسلیم کرتا ہے کہ اسلام ہی پاکیزگی اور صفائی کا واحد مذہب ہے تمام مذاہب کے لوگ اسی مذہب سے مدد لے کر اپنی پاکیزگی اور صفائی کا باب پورا کرتے ہیں۔ وہ مزید کہتا ہے کہ اگر کسی حصہ جسم پر پانی لگائے بغیر اس کو صاف کیا جائے تو تجربات سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ حصہ جسم کبھی بھی صاف نہیں ہوگا۔(۴۴)

انگریز پرنسپل کا مشورہ:

مغربی امریکہ کے ملک فان کے شہر لیکس کے سی۔ ایم۔ ایس۔ گرامر سکول کے سابق پرنسپل مسٹر جے۔ ای۔ ایونز بی ایس سی (لندن) اپنی قوم کو یوں مشورہ دیتے ہیں کہ:

For Cleaning after a natural evacuation of pissing, use of water is better than tissue-papers.

یعنی آبدست کے وقت کاغذ کی بجائے پانی کا استعمال ہی بہتر ہے۔(۴۵)

علمائے طب کی رائے:

علمائے طب نے تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں ثابت فرمایا ہے کہ پانی کے عدم استعمال سے نجاست کما حقہ، صاف نہیں ہو سکتی۔ اس کے گندے جراثیم جسم انسانی میں داخل ہو کر طرح طرح کے امراض کو جنم دیتے ہیں۔ بعض اوقات یہ جراثیم خواتین میں پیشاب کے راستے گردوں تک جا پہنچتے ہیں۔ جس سے گردوں میں انفیکشن ہو جاتی ہے اور پیشاب میں پیپ آنا شروع ہو جاتی ہے۔ کئی دفعہ مقعد کے نزدیک ایک پھوڑا سا نکل آتا ہے جو سخت تکلیف کا باعث بنتا ہے۔(۴۶)

لطیفہ:

چغتائی صاحب رقمطراز ہیں کہ ان کے ایک دوست فرماتے ہیں کہ میرا ایک قریبی رشتہ دار جو انگلینڈ میں رہتا تھا۔ وہ ملنے آیا اور چھ دن تک ہمارے گھر میں قیام پذیر رہا۔ میری چھوٹی بچی کہنے لگی کہ ابو! انکل رنگ برنگا پاخانہ کیوں کرتے ہیں؟ ہم نے کوئی توجہ نہ دی کہ بچی ہے ایسے ہی کچھ کہہ رہی ہے......... بچی نے کئی بار ہمیں یہ خبر دی تو ہمیں بھی اس کی بات کو سیریس لینا پڑا۔ جب ہم نے ٹائلٹ جا کر دیکھا تو پتا چلا کہ موصوف پانی سے استنجا نہیں کرتے بلکہ رنگ برنگے ٹشو پیپرز (Tissue-papers) استعمال کرتے ہیں اور بعد میں وہیں پھینک دیتے ہیں۔

طاق عدد ڈھیلے:

راہنمائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت سے فراغت کے بعد طاق عدد ڈھیلوں کے استعمال کی ترغیب فرماتے ہیں۔ علمائے اسلام نے اس کی یوں تطبیق فرمائی ہے کہ کم از کم ایک اور زیادہ سے زیادہ تین ڈھیلے استعمال کئے جائیں گے پانچ، سات، نو اور گیارہ ڈھیلوں کے استعمال میں بھی کوئی قباحت نہیں لیکن اتنے زیادہ ڈھیلے ساتھ لئے پھرنا آسان ہے نہ اتنے زیادہ ڈھیلوں کا ایک جگہ ملنا۔ دوسرا یہ کہ اتنے زیادہ ڈھیلے استعمال کے بعد ایک ہی جگہ پھینک دینے سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ کوئی دوسرا اٹھا کر استعمال نہ کر لے۔

جس طرح وضو کرتے ہوئے اعضائے وضو کو تین تین بار دھونے کا حکم ہے تاکہ نسبتاً اعلیٰ پاکیزگی حاصل کی جا سکے اسی طرح علمائے کرام نے اعلیٰ صفائی کے پیش نظر رفع حاجت کے بعد بھی تین ڈھیلوں کے استعمال کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد متعلقہ حصوں کو پانی سے دھولیا جائے گا۔ اسلامی اصطلاح میں اسی چیز کا نام ''استنجا'' ہے۔

قارئین کرام!

رفع حاجت کے بعد مٹی کے ڈھیلوں کے استعمال اور اس کی تاکید پر گزشتہ صفحات میں سیر حاصل بحث ہو چکی ہے جس کا مطالعہ فرمانے کے بعد آپ کے ذہن لامحالہ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کچی زمین اور ڈھیلے وغیرہ کا استعمال دیہاتوں اور کچی آبادیوں میں تو ممکن ہے مگر شہروں جہاں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں آبادی ہوتی ہے، میں یہ چیز سرے سے ہی غیر ممکن ہے، تو وہاں پر اس کا متبادل کیا ہو سکتا ہے؟

محترمی! قضاء ت کے بعد استنجا کے ضمن میں ڈھیلے کے استعمال کے متعلق بیسیوں احادیث کتب احادیث میں مرقوم ہیں، چند ایک پیش خدمت بھی کر دی گئی ہیں......... یہ بات تو طے ہے کہ شہنشاہِ علم وحکمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بھی قول یا فعل خالی از حکمت نہیں۔ چنانچہ اسی حقیقت کے پیش نظر ہم نے بعد از رفع حاجت ڈھیلے کے استعمال کی سائنسی منفعت اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ڈھیلے کے استعمال کو نظر انداز کر کے محض پانی سے طہارت حاصل کر لینا خلاف سنت ہے، نہیں نہیں، بلکہ محض پانی سے استنجا کرنا بھی سنت نبوی کے عین مطابق ہے جیسا کہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قضاء حاجت کے لئے جاتے تو ایک بچہ ہاتھ میں پانی کا ڈول لئے ساتھ ساتھ ہوتا اور بعد از فراغت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی سے استنجا فرماتے۔'' (۴۷)

علاوہ ازیں احناف کہتے ہیں کہ قضاء حاجت سے قبل محل پاک تھا اور قضاء حاجت کے بعد نجاست لگنے سے ناپاک ہو گیا، اب نجاست کسی بھی شے سے دور کر دی جائے تو محل پاک ہو جائے گا۔ (۴۸)

مذکورہ بالا بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بعد از فراغت مٹی کے ڈھیلے کا استعمال گراں قدر منفعت کے حصول کا ذریعہ تو ہے مگر ہر جگہ اور ہر قسم کے حالات میں

ان کی دستیابی چونکہ غیر ممکن ہے لہٰذا زمینی حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کو حالات و ضروریات پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ اصل چیز حصول طہارت ہے جس کے لئے فلیش سسٹم جس میں کموڈ (Commode) نصب کیا گیا ہو، بھی بہتر ہے۔ البتہ یورپین ڈبلیو۔ سی (W.C) جس پر کرسی کی طرح بیٹھ کر حاجت کی جاتی ہے خلافِ فطرت ہے۔ اس کے استعمال سے اعصابی تناؤ اور کھچاؤ پیدا ہوتا ہے، بڑی آنت میں فضلہ اٹک کر رہ جاتا ہے، حاجت غیر تسلی بخش ہوتی ہے، حاجت کے بعد پیشاب کے قطرات گرنے کا خدشہ رہتا ہے، یہ وضع جسم کی فطری کیفیت کے خلاف ہونے کی وجہ سے آنتوں اور معدہ کے بے شمار امراض جنم لیتے ہیں۔ الغرض ڈبلیو۔ سی (W.C) کا استعمال صحت اور تندرستی کے لئے انتہائی غیر مناسب ہے سوائے اس کے کہ کوئی شخص معذور ہو جبکہ کموڈ (Commode) پر رفع حاجت کے لئے بیٹھنا فطری طریقہ نشست کے قریب تر ہے چنانچہ کچی زمین اور میدان ہر جگہ میسر نہیں اس لئے کموڈ (Commode) کا استعمال بہرحال بہتر ہے۔

ہڈی اور گوبر سے استنجا:

شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہڈی، گوبر اور لید وغیرہ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (۴۹)

یہ بظاہر معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت بڑی ہی پُرحکمت ہے کیونکہ سرکار کائنات کی زبانِ اطہر سے نکلنے والی کوئی بات معمولی نہیں ہو سکتی بلکہ "آپ کے منہ سے نکلنے والی ہر بات وحی الٰہی ہوا کرتی ہے۔" (۵۰)

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آزاد خیال نوجوان کو جب یہ بات بتائی تو نوجوان نے تحقیر سے اس پر ہنسی اڑائی۔ کہنے لگا بھلا ہڈی اور گوبر وغیرہ کے استعمال سے کیا ہوتا ہے .... بات آئی گئی ہوگئی کہ ایک دن اسی نوجوان نے رفع حاجت کے بعد اتفاقاً قریب پڑی ہڈی کا استعمال کرلیا۔ اس کے استعمال کرتے ہی

پاخانہ کے مقام پر اسے شدید سوزش شروع ہوگئی۔ اور اچھا بھلا ورم ہوگیا۔ دراصل ہڈی کے اندر چھوٹی چھوٹی سرخ رنگ کی چیونٹیاں گھسی ہوئی تھیں جو اسے نظر نہ آسکیں۔ اور وہ اپنا کام دکھا گئیں۔ جب نوجوان کی تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو بھاگم بھاگ انہیں بزرگوں کے پاس آیا اور لگا غلطی کا اعتراف اور اظہار ندامت کرنے۔ ساتھ ہی علاج دریافت کیا۔ تو بزرگوں نے فرمایا کہ جس بے مثل ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم انور کا تو نے مذاق اڑایا ہے اب اسی ہستی پر درود بھیجو اور توبہ کرو۔ اس نوجوان نے سچے دل سے توبہ کی اور بارگاہِ نبوی میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرنے لگا تو بغیر دوائی کے ہی اس کی تکلیف جاتی رہی۔ (۵۱)

ہڈی اور گوبر میں کئی قسم کے کیڑے اور خطرناک جراثیم ہوتے ہیں اور لید میں تو بڑا ہی مضر قسم کا جراثیم پایا جاتا ہے جو اگر جسم میں داخل ہو جائے تو کزاز تشنج (Tetanus) کا خطرناک مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ تینوں گندی اور غلیظ چیزیں ہیں۔ خود سوچیئے خود گندی اور غلیظ چیزیں غلاظت کو بھلا کیسے صاف کریں گی۔

یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہڈی گوبر اور مینگنی وغیرہ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس ممانعت کی وجہ پوچھی تھی تو اس پر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ چیزیں جنوں کی خوراک ہیں۔ صحابہ کرام کے استفسار پر سیّد الکونین والثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں وضاحت فرمائی کہ جن جب کسی ہڈی کے پاس جاتے ہیں تو اس پر پہلے والا گوشت پاتے ہیں اسی طرح جب گوبر یا مینگنی کے پاس جاتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کو وہ خوراک عطا فرما دیتا ہے جو کھانے کے دن اس جانور کے لئے تھی .... اس ضمن میں مزید تفصیلات درکار ہوں تو "نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری" از فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ فرمائیے! (۵۲)

کچھ امورِ فطرت سے

اللہ رب العزت لاریب کتاب میں فرماتا ہے کہ

فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ؕ
فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ؕ (۵۳)

"آپ پوری یکسوئی کے ساتھ دین حنیف پر قائم رہیں۔ اللہ کی بنائی ہوئی سرشت جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے اسے لازم پکڑیں۔"

کتب احادیث سے ثابت ہے کہ پانچ چیزیں امور فطرت میں سے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ (۱) زیر ناف بال صاف کرنا (۲) مونچھیں پست رکھنا (۳) ناخن کاٹنا (۴) بغلوں کے بال صاف کرنا (۵) ختنہ کرنا۔ (۵۴)

پاک ومطہر دین فطرت مسلمانوں سے کامل ترین صفائی و پاکیزگی کا تقاضا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا معیارِ طہارت دیگر اقوام عالم میں سب سے بلند تر ہے۔ پاکیزگی کا مطلوبہ معیار حاصل کرنے میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نہایت ہی اہم اور مبارک سنت کا خصوصی عمل دخل ہے۔ یہ سنت مسلمانوں میں کم سنی کے عالم میں صرف ایک بار ادا کرنا پڑتی ہے پھر زندگی بھر کے اندیشوں سے جان چھوٹ جاتی ہے۔ اس مبارک سنت کو "ختنہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ عرف عام میں اسے مسلمانی یا سنتیں کروانا بھی کہتے ہیں۔ ختنہ امورِ فطرت میں سے ایک ہے۔ قرآن کا یہ فیصلہ ہے کہ امور فطرت سے بغاوت انسان کو بڑی مہنگی پڑتی ہے۔
ختنہ کے عمل میں مرد کے پیشاب والے حصے یعنی قضیف کے آخری سرے پر سے زائد چمڑہ (Fore skin) یا غلفہ (Prepuse) کو کاٹ دیا جاتا ہے ختنہ محض ایک اسلامی رسم ہی نہیں بلکہ بے شمار فوائد کی حامل سنت مطہرہ بھی ہے۔ حادثہ یا بے ہوشی کے عالم میں مُردوں یا مقتولوں میں سے مسلمانوں کی شناخت کے لئے ختنہ کو

اہم شہادت تصور کیا جاتا ہے۔ پیشاب سے فراغت کے بعد عضو کو سوت کر ڈھیلے پر پیشاب جذب کر لیا جاتا ہے اور بعد میں پانی سے دھولیا جاتا ہے۔ اسی کو اسلام نے عضو کی کامل طہارت قرار دیا ہے۔ اور ایک مختون آدمی بڑی آسانی کے ساتھ یہ کامل طہارت حاصل کر لیتا ہے۔ جب کہ غیر مختون آدمی کو اس معاملے میں نسبتاً دقت پیش آتی ہے۔ عضو کے گھونگھٹ نما چمڑے میں پیشاب کے قطرات ڈھیلہ کے استعمال کے باوجود بھی اٹکے رہ جاتے ہیں۔ جس سے یورک ایسڈ کی تیزابیت (Acidity) کی وجہ سے ایک مرطوب قسم کی رطوبت پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے اسمگما (Simigma) کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسی رطوبت ہے جو خطرناک جراثیم کو نشو ونما پانے کے لئے بہترین و سازگار موحول مہیا کر دیتی ہے بعد ازاں یہی جراثیم کئی خطرناک امراض کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔

اسٹریلیا کے ایک تازہ ترین سروے کے مطابق غیر مختون حضرات میں چار قسم کے جنسی امراض عموماً پائے جاتے ہیں۔

(۱) آلہ تناسل پر چھالے (Gental Herpes)
(۲) کینڈی ڈیاسس (Candidiasis)
(۳) سوزاک (Gonorrmea)
(۴) آتشک (Syphilis) (۵۵)

ڈاکٹر وحکیم سیّد قدرت اللہ شاہ صاحب رقمطراز ہیں کہ غیر مختون اشخاص کے قلفہ (عضو تناسل کے سرے پر بڑھی ہوئی جلد) کے نیچے جراثیم جمع ہو جاتے ہیں جو بہت جلد سوزاک (Gonorrhorea)، آتشک (Syphilis)، اور مسلسل خراش (Constant Irritation) جیسے خطرناک امراض کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔
(۵۶)

ڈاکٹر قطب الدین سول سرجن حیدرآباد تحریر فرماتے ہیں کہ غیر مختون افراد بہت جلد امراض خبیثہ کا نشانہ بن جاتے ہیں ڈاکٹر صاحب مزید فرماتے ہیں کہ عضو خاص کی قوت تغذیہ (Nutritional Alements) جو زائد گوشت کی پرورش میں صرف ہوتی ہے وہ ختنہ شدہ اشخاص میں عضو کی تقویت کا باعث بن جاتی ہے۔(۵۷)

1990ء کے میگزین ''نیو انگلینڈ جنرل آف میڈیسن (New England Journal of Medicine) کے اندر امراض اطفال کے مشہور معالج ڈاکٹر شیون کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں ڈاکٹر صاحب عضو خاص کے کینسر کے پیش نظر جنسی اعضاء کی صفائی ستھرائی پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ پوشیدہ اعضاء کی خاطر خواہ صفائی ستھرائی یقیناً ایک مشکل مسئلہ ہے دنیا کے پسماندہ ممالک میں ہی نہیں بلکہ امریکہ جیسے بڑے اور چھوٹے چھوٹے ترقی یافتہ ممالک میں بھی جنسی اعضاء کی نظافت کا معاملہ غیر اطمینان بخش ہے۔ ڈاکٹر صاحب مزید کہتے ہیں کہ برطانیہ کے غیر مختون بچوں کے اسکول کا سروے کیا گیا تو پتا چلا کہ ان میں (70) ستر فیصد بچوں کے جنسی اعضاء کی صفائی کی حالت غیر تسلی بخش ہے۔ ڈنمارک کے اندر ایک جائزے سے معلوم ہوا کہ چھ سال کے غیر مختون بچوں میں 63 فیصد بچوں کا قلفہ گندگی کی وجہ سے چپکا ہوا ہے۔ یہ بیان ختنہ کے اسرار و رموز کی تحقیق کرنے والی ایک بڑی کمیٹی کے صدر کا ہے۔(۵۸)

غیر مختون حضرات میں خصوصی اعضاء کی عدم صفائی کا رجحان عام پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مختون لوگوں کو اس مقام کی صفائی ستھرائی کے لئے خصوصی اور مسلسل توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور بڑھتی ہوئی مصروفیات کے اس دور میں محض اس کام کے لئے تھوڑا سا وقت نکالنا کوئی آسان کام نہیں۔ دراصل عدم توجہی ہی عدم صفائی کا اصل سبب ہے۔ اس کے برعکس اوّل تو مسلمانوں (ختنہ شدگان) کے عضو کا یہ نازک اور حساس حصہ یعنی حشفہ کھلا اور خشک رہنے کی وجہ سے جراثیموں کی آماجگاہ

بننے سے محفوظ رہتا ہے۔ دوسرا یہ کہ مسلمان کی تربیت اس قسم کی ہے کہ وہ دن بھر کی مصروفیات میں سے کم از کم پانچ مرتبہ تو بخوشی وقت نکال ہی لیتا ہے اور استنجا کے ذریعے نہایت آسانی کے ساتھ مکمل طور پر مطہر ہو جاتا ہے۔

شاعر نے بالکل صحیح عکاسی کی ہے کہ:

حضرت ابراہیمؑ کی سنت کا یہ جو فیضان ہے
عیش میں آرام میں مختون ہر انسان ہے
سنت خیر البشرؐ پر ہو اگر عامل کوئی
کرلے اندازہ وہ کہ قدرت کس قدر ذیشان ہے

فیضانِ سنت

حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری حیات ظاہری کے ہر ہر لمحہ میں ادا کئے گئے افعال واقوال پر اگر ریسرچ کی جائے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول، ہر ہر فعل اور ہر ہر عمل بیش بہا حکمتوں کا خزینہ ثابت ہوگا۔ مثال کے طور پر اسی زیر بحث سنت مطہرہ کو لے لیجئے۔ ختنہ کی یہ سنت مبارکہ ایسی سنت ہے جس پر پوری زندگی میں (عموماً) صرف ایک بار عمل کیا جا سکتا ہے اسی سنت مقدسہ پر اگر کوئی صاحب عقل ریسرچ شروع کر دے تو اس ایک سنت کی حکمتوں کو بھی بتمام وکمال شمار نہ کر سکے گا۔ پھر کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو سنت خیر الانام کے مطابق زندگی گزارنے کو ہی اصل مقصد حیات تصور کرتے ہیں۔ .... چند ایک مثالیں پیش خدمت ہیں جن سے ''ختنہ'' کی مبارک سنت کی منفعت کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

گھنگھولکر کی رپورٹ:

ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ بمبئی (ہندوستان) کے ڈائریکٹر ڈاکٹر گھنگھولکر کی ایک رپورٹ

اپریل 1965ء کو ''راہنمائے دکن'' میں شائع ہوئی۔ یہ عضو تناسل کے سرطان کے متعلق ڈاکٹر گھنگھولکر کی سالانہ رپورٹ تھی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ گزشتہ سال سرطان کے کل 88 مریض آئے۔ جس میں 86 غیر مسلم اور صرف 2 مسلمان تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس المیہ پر تحقیق بھی کی تھی۔ چنانچہ اپنی اسی رپورٹ میں ڈاکٹر صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ ''مسلمانوں میں ختنہ کا رواج ہی انہیں اس موذی مرض سے محفوظ رکھتا ہے۔'' (۵۹)

انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ کی رپورٹ:

انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ نئی دہلی (ہندوستان) کی رپورٹ جو 1982ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں انکشاف کیا گیا کہ کینسر کے 871 مسلم مریضوں کے امتحان سے ظاہر ہوا کہ ان میں کوئی بھی فرد آلۂ تناسل کے کینسر میں مبتلا نہیں پایا گیا۔ جبکہ دوسری طرف بنگلور میں 3.6 فیصد ہندو، مدراس میں 4.7 فیصد ہندو اور چندی گڑھ میں 3.3 فیصد سکھ مرد آلۂ تناسل کے کینسر میں مبتلا پائے گئے۔ (۶۰)

بعض ایشیائی ممالک خصوصاً ہندوستان میں مردانہ آلۂ تناسل کا کینسر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ جس کی عام وجہ اس کی عدم صفائی اور لاپرواہی ہے۔ پست معیار زندگی، جہالت اور علم کی کمی نے لوگوں کو پوشیدہ اعضاء کی صفائی سے غافل کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے متمدن ممالک کے مقابلہ میں غیر متمدن ممالک اور کم تعلیم یافتہ ممالک میں ان امراض کی کثرت پائی جاتی ہے۔

B.M.J کی رپورٹ:

1977ء میں بی۔ ایم۔ جے (B.M.J) نامی ایک طبی میگزین میں اسی مرض کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا۔ جس کا مختصر ترین خلاصہ یہ تھا کہ ''اسلامی ممالک جہاں بچپنے میں ہی بچہ کا ختنہ کر دیا جاتا ہے وہاں قضیف کا کینسر شاذ و نادر ہی پایا جاتا

ہے۔ یہودیوں نے بھی چونکہ ''ختنہ'' کو مذہبی طور پر لازم قرار دے رکھا ہے لہٰذا وہ بچہ کی پیدائش کے پہلے ہفتے میں ہی اس فریضہ سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان میں بھی یہ مرض نہ ہونے کے برابر پایا جاتا ہے۔ بی ایم جے (B.M.J) کے مطابق دنیا کے بیشتر ممالک میں یہ مرض دردِ سر بنا ہوا ہے۔ چین، یوگنڈا اور یوتوریکو میں 12 سے 22 فیصد مردوں کو یہ بیماری لاحق ہے۔'' (۶۱)

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاندار فتح

سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ ختنہ جیسی سائنسی (Scientific) سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکتیں اور حکمتیں مزید کھل کر سامنے آنا شروع ہو گئیں ہیں۔ لوگ تیزی کے ساتھ فطرت کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ اسلام جس خطرہ کا سدباب آج سے صدیوں پہلے کر چکا ہے آج ماہرین طب نے بھی اسے تسلیم کر لیا ہے۔ آج ''ختنہ'' کے موضوع پر طبی مجلات میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ عالمی سطح (International Level) پر دنیا بھر سے جاری ہونے والے طبی میگزینز میں گزشتہ چند سالوں سے سینکڑوں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ مقالے (Thesis) لکھے جا رہے ہیں۔ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے چند مثالیں سپرد قلم کرتے ہیں۔

کیلی فورنیا کی طبی آرگنائزیشن کی رائے:

8 مارچ 1988ء کو کیلی فورنیا کی طبی آرگنائزیشن کے ممبران نے بیک آواز یہ رائے پاس کی کہ بچہ کا ختنہ صحت کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ (۶۲)

فطرت کے باغی کی کہانی:

پروفیسر وائس ویل واشنگٹن کے فوجی ہسپتال میں شعبۂ امراض اطفال کے صدر ہیں۔ ''امریکن فیملی فزیشن (American Family Physician)'' کے

مارچ 1990ء کے شمارہ میں رقمطراز ہیں کہ 1975ء میں میں ختنہ کی رسم کا سخت ترین دشمن تھا اور ختنہ کا تناسب کم کرنے کے لئے اس وقت جو کوششیں ہو رہی تھیں میں ان میں پیش پیش تھا۔ لیکن 1980ء کی دہائی کے اوائل میں کئے گئے سروے سے جب پتا چلا کہ غیر مختون بچوں کے اندر پیشاب کی نالی کی سوزش کا مرض نسبتاً زیادہ پایا جاتا ہے۔ یہ رپورٹ بھی میرے نظریات کو نہ بدل سکی اور میں ختنہ کا بدستور مخالف ہی رہا۔ ختنہ کو معمولات زندگی میں شامل کرنے کی تجویز پیش کرنا تو دور کی بات ہے میں تو بغرض علاج بھی اس پر عمل کرنے کے حق میں نہ تھا۔ لیکن جب ختنہ کے حق میں تحقیقاتی رپورٹوں کے انبار لگنا شروع ہو گئے تو میں نے بھی انتہائی باریک بینی سے ان رپورٹس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ بالآخر میرے نظریات دم توڑ گئے اور مجھے بھی ختنہ کو معمولات زندگی میں شامل کئے جانے کا حامی بننا پڑا۔ میں بھی بچوں کے ختنہ کے فوائد کی پُر زور تائید کرنے لگا۔ (۶۳)

ڈاکٹر میرج اسٹوپی کا مشورہ:

ڈاکٹر میرج اسٹوپی (Dr. Merrig Stopee) سرعت انزال (Pretejaculatiol) کے مریضوں کو حشفہ کا زائد چمڑہ کٹوا دینے (ختنہ کروانے) کا مشورہ دیتے ہیں۔ (۶۴)

ختنہ اور ایڈز کا مرض:

1989ء میں شائع ہونے والے امریکن سائنس میگزین کے ایک مقالہ کا عنوان تھا ''ختنہ ایڈز کے مرض سے محفوظ رکھتا ہے۔'' یہ مقالہ افریقہ اور امریکہ میں لئے گئے تین جائزوں پر مشتمل تھا۔ اس میں اس نقطہ پر خصوصی زور دیا گیا تھا کہ بیشتر غیر مختون حضرات ہی اس وبا کا شکار ہوتے ہیں۔ (۶۵)

امریکہ نے فوجیوں کے ختنے کروا ڈالے:

1990ء کے میگزین ''نیو انگلینڈ جرنل آف میڈیسن'' (New England Journal of Medicine) کے مطابق دوسری جنگ عظیم اور کوریا و ویتنام کی جنگوں کے دوران امریکی فوج کے اکثر جوان حشفہ (عضو تناسل کی سپاری) کی سوزش اور متعدد جنسی امراض کا شکار ہو گئے تو ختنہ کے عمل نے ان امراض کے سدباب میں اہم رول ادا کیا۔ یعنی جو بھی جوان ان امراض کا شکار ہو کر ڈاکٹر کے پاس آتا اسے پکڑ کر فوراً اس کا ختنہ کر دیا جاتا۔ (۶۶)

محققین کی ٹیم کا اندازہ:

محققین کی ایک ٹیم کے اندازے کے مطابق اگر امریکہ میں ختنہ کا عمل جاری نہ ہوا ہوتا تو وہاں بیس ہزار لوگوں کی حویضہ اور گردے کی سوزش کی حالت ابتر ہوتی نیز پروفیسر وائس ویل کے ایک بیان کے مطابق غیر مختون بچوں میں پیشاب کی نالی کی سوزش کی شرح بہت زیادہ پائی گئی ہے اسی طرح 1989ء کے سروے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ مختون بچوں کی بہ نسبت غیر مختون بچوں میں پیشاب کی نالی کی سوزش کا 39 گنا زیادہ احتمال ہے۔ (۶۷)

برطانیہ والوں کی سفارش:

برطانیہ کے مشہور میگزین ''لانسٹ'' کے 1989ء کے شمارے میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں کافی شد و مد کے ساتھ ختنہ کے اسرار و رموز پر بحث کی گئی اور اس نکتہ پر زور دیا گیا کہ ''اگر بچوں میں ختنہ شروع کر دیا جائے تو پیشاب کی نالی کی سوزش کا مسئلہ 90 فیصد تک کم کیا جاسکتا ہے۔'' (۶۸)

استنجا کے لئے بائیں ہاتھ کا استعمال

(i) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔(۶۹)

(ii) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھانے اور پاک کاموں کو کرنے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کرتے اور طہارت اور گھٹیا کاموں کو بائیں ہاتھ سے کرتے۔(۷۰)

یہ قدرتی تقسیم کار ہے کہ اللہ رب العزت نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر ہر لحاظ سے فوقیت عطا فرمائی ہے۔ دائیں ہاتھ کو بائیں کی نسبت زیادہ طاقتور بنایا ہے۔ اسے برکت اور فضیلت والا ہاتھ قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے کھانے پینے اور کوئی چیز لینے دینے یا پکڑنے پکڑانے کے لئے ہمیشہ دایاں ہاتھ کام میں لانے اور طہارت وصفائی کے لئے بائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ صفائی کے بعد اسے مٹی سے رگڑ کر دھولیا جائے گا۔

اگرچہ طہارت واستنجا کے بعد بائیں ہاتھ کو صاف کرلیا جاتا ہے لیکن پھر بھی ڈر ہے کوئی جراثیم ناخنوں یا ہاتھ کے کھردرے حصوں میں اٹک کر نہ رہ گیا ہو۔ پھر کھانا دائیں ہاتھ کی بجائے اگر بائیں ہاتھ سے کھایا جائے تو وہ جراثیم کھانے میں شامل ہو کر اندر منتقل ہو سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں سائنس یہ کہتی ہے کہ ''انسان کے دائیں ہاتھ سے مثبت (Positive) اور بائیں ہاتھ سے منفی شعاعیں (Negative Rays) خارج ہوتی ہیں۔ اگر استنجا کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کرلیا جائے تو جسم کا سارا شعاعی نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ دماغ (Brain) اور حرام مغز (Spinal Cord) بُری طرح متاثر ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے صاف کرنے

لگیں تو دماغ فوراً نفرت اور گھن وغیرہ کے سگنل دینا شروع کر دیتا ہے۔ جو مضر صحت ثابت ہو سکتے ہیں۔''

بوقت رفع حاجت قبلہ رخ بیٹھنے سے منع:

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے مطابق پیشاب و پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھنا منع فرمایا گیا ہے بلکہ قبلہ رخ منہ کر کے تھوکنے اور ناک کی رینٹھ پھینکنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔(۷۱)

اس ضمن میں جدید سائنسی تحقیق کیا کہتی ہے آئیے ملاحظہ فرمائیے:

کاسمک تحقیق (Cosmic Research):

ڈاکٹر ڈارون، ڈاکٹر لیڈ بیٹر اور ڈاکٹر الیگزینڈر کی مشترکہ تحقیق کہتی ہے کہ کاسمک شعاعوں کا نظام (Cosmic Rays System) یعنی ''کائناتی شعاعی نظام'' انسانی زندگی پر پوری طرح غالب ہے۔ اس نظام میں مثبت اور منفی دونوں قسم کی شعاعیں شامل ہیں۔ تینوں ڈاکٹر صاحبان ایک طویل عرصہ تک انہیں مثبت اور منفی شعاعوں کے چکر میں الجھے رہے اور ان کے ماخذ دریافت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ خانہ کعبہ کے چاروں اطراف سے مثبت شعاعیں (Positive Rays) مسلسل خارج ہو رہی ہیں جبکہ بول و براز، تھوک اور ناک کی رینٹھ وغیرہ خالص ترین منفی شعاعوں کا حصہ ہیں۔ اب جب کوئی رفع حاجت کے لئے قبلہ رخ ہو کر بیٹھے گا یا اس کی طرف ناک کی رینٹھ یا تھوک پھینکے گا۔ تو ظاہر ہے وہ کعبہ مکرمہ کی طرف منفی شعاعیں ہی پھینکے گا۔ یہ منفی شعاعیں کعبۃ اللہ کی طرف سے آنے والی مثبت شعاعوں سے ٹکرا کر خود تو چکنا چور ہو جاتی ہیں البتہ آدمی پر اس کے بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔(۷۲)

ایمان سے بتائیے! آج سائنس جو کچھ ثابت کر رہی ہے کیا محبوب کبریا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم وہ سب کچھ آج سے چودہ سو سال پہلے ہی نہ جانتے تھے اور کاسمک نظام
کی حقیقت کو نہ پہچانتے تھے؟ یقیناً جانتے تھے اسی لئے تو مذکورہ بالا افعال سے منع
فرماتے ہیں۔

مرشد کی نصیحت:

2000ء میں بندۂ ناچیز کو اللہ رب العزت نے اپنے عزت والے گھر میں حاضری
کی سعادتِ عظیم سے سرفراز فرمایا۔ قبل از روانگی استاد و مرشد جناب سیّد محمد سعید الحسن
شاہ صاحب نے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کے حوالہ سے
نصیحت فرمائی کہ بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے ہی جو بھی دعا مانگی جائے، بارگاہِ رب
العزت میں شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔ ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی کہ بیت اللہ
شریف پر عموماً نگاہ ٹکتی نہیں اس لیے نگاہ اٹھانے سے قبل ہی دعائیہ کلمات کو اپنے ذہن
میں مجتمع کرلیں۔ سیّدی مرشدی نے کعبۃ اللہ پر مسلسل زیادہ دیر تک نگاہ نہ ٹکنے کی وجہ یہ
بتائی کہ وہاں ہر وقت تجلیات خدائے لم یزل کا نزول جاری رہتا ہے اور اس پاک گھر سے
اللہ رب العزت کی خصوصی رحمت کی شعاعیں ہمہ وقت پھوٹتی رہتی ہیں۔ ان نورانی
شعاعوں کا زیادہ دیر تک ایک ہی نظر سے سامنا کرنا ہماری مادی آنکھ کی مجال نہیں۔

درحقیقت رحمتِ خداوندی کی یہی وہ شعاعیں ہیں جنہیں ڈاکٹر ڈارون، ڈاکٹر
لیڈ بیٹر اور ڈاکٹر الیگزنڈر نے مثبت شعاعیں (Positive Rays) قرار دیا
ہے۔ یہی شعاعیں پوری دنیا میں چہار جانب پھیل رہی ہیں۔

ڈاکٹر کامن بیم کی رپورٹ:

مشہور پیراسائیکالوجسٹ ڈاکٹر کامن بیم نے اپنی پوری تحقیقی زندگی اسی ٹوہ میں
گزار دی کہ کیا وجہ ہے کہ کعبہ معظمہ کے قریب بیٹھا ہوا انسان دنیا کے غم والم سے
بیگانہ ہو جاتا ہے اور اس گھر کی طرف دیکھنے سے ایک مخصوص قسم کے سکونِ قلب کا
احساس اجاگر ہونے لگتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب بالآخر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ''کعبۃ اللہ سے مثبت شعاعیں
(Positive Rays) مسلسل خارج ہو رہی ہیں اور پوری کائنات میں پھیل رہی
ہیں۔'' (۷۳)

شعاعوں کی حقیقت کو آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح قطب شمالی اور
قطب جنوبی سے ہر وقت مثبت اور منفی مقناطیسی شعاعیں نکل رہی ہیں اور پوری
کائنات میں پھیل رہی ہیں۔ مقناطیس اسی بات کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی طرح کعبۃ
اللہ سے بھی مثبت شعاعیں نکل کر پوری کائنات میں پھیل رہی ہیں۔

کعبہ معظمہ کی مثبت شعاعیں ہمارے گاؤں کی فضاؤں میں:

محققین کی تحقیقاتی رپورٹ یہ ثابت کرتی ہے کعبہ مکرمہ سے خارج ہونے والی
مثبت شعاعیں پوری دنیا کا بلکہ پوری کائنات کا احاطہ کر رہی ہیں.......... پھر تو رحمت
کی ان نورانی شعاعوں کا گزر میرے گاؤں کی فضاؤں سے بھی ضرور ہوتا ہوگا
.... آیئے ثابت کرتے ہیں۔

11 ستمبر 2001ء کی شام ہم کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی کے لئے گھر سے
باہر نکل گئے۔ نمازِ عشاء کے بعد جو گھر لوٹے تو گرما گرم خبر سننے کو ملی کہ امریکہ کے
اندر نیو یارک کی 110 منزلہ عمارت ''عالمی مرکزِ تجارت (World Trade
Centre)'' کے پرخچے اڑ گئے۔ دھجیاں بکھر گئیں۔ ہزاروں جانیں ضائع ہوگئیں
.... ہماری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں .... گھر والوں سے حیران ہوکر
پوچھتے ہیں کہ بھئی، آپ لوگ امریکہ گئے نہیں .... وہاں سے کوئی یہاں آیا نہیں
تو پھر آپ لوگوں کو اس سانحہ کا علم کیونکر ہوگیا .... یہ کب کی بات ہے..........؟
ہم نے مزید سوال کیا۔ جواب ملا کہ ابھی کچھ وقت پہلے یہ وقوعہ پیش آیا..........
ارے آپ کو کیسے پتا چلا..........؟
جواب ملا کہ بھئی ہم نے اپنی ان آنکھوں سے نیو یارک میں ہونے والی اس عظیم

تباہی کے مناظر دیکھے ہیں...... اپنے اس ٹیلی ویژن نے ہمیں سب کچھ دکھا دیا ہے......

دوستو! مطلوبہ عقدہ حل ہو گیا، جو چیز ثابت کرنا تھی وہ ہو چکی .... ہمارے گھروں کے ٹیلی ویژن اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہاں سے ہزاروں میل دور امریکہ کے دارالحکومت نیویارک کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے اس کی لہریں رشعاعیں ہزاروں کلومیٹر دور ہمارے علاقوں کی فضاؤں میں پہنچ سکتی ہیں .... اگر یہ پہنچ سکتی ہیں تو وہ یعنی کعبہ مکرمہ کی شعاعیں رلہریں کیوں نہیں پہنچ سکتیں ....؟ ہماری بستی کی فضا میں ٹی وی کی لہریں ہزاروں میل سے آسکتی ہیں۔ ریڈیو کی لہریں آسکتی ہیں۔ مقناطیس کی لہریں آسکتی ہیں۔ کارڈلیس ٹیلی فون کی لہریں آسکتی ہیں تو کعبہ معظمہ کی لہریں ہماری اس فضا کو معطر کیوں نہیں کرسکتیں..........؟

کعبہ معظمہ کی بیٹیاں:

مذکورہ بالا استدلال کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر دنیا بھر کی مساجد کو کعبہ معظمہ کی بیٹیاں قرار دیا جائے تو یقیناً بے جا نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ کعبۃ اللہ کا ان سے ہمہ وقت روحانی رابطہ رہتا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر اس کی کسی بیٹی (مسجد) کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش بھی کی جائے تو کعبۃ اللہ ایک غیرت مند باپ کی طرح اس کی ناموس کے تحفظ کے لئے پلک جھپکنے میں وہاں جا پہنچتا ہے۔ 431ھ میں یہی تو ہوا تھا.......... یقین نہ آئے تو پوچھ لیجئے شہزادہ دارا شکوہ رحمۃ اللہ علیہ سے .... آپ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

> ''مسجد یکہ خود ساختہ بودند محراب آں نسبت بمساجد دیگر مائل بہ سمت جنوب است۔ گویند علماء آں وقت بر شیخ دریں باب اعتراض کردند۔ روزے ہمہ را جمع نمودہ، خود امام شدہ در آں مسجد نماز گزارند، و بعد از نماز بحاضراں گفتند کہ کعبہ بکدام سمت است حجابہا از میان برخاست و کعبہ حجازی نمود۔'' (۷۴)

مفہوم:

جب یہ مسجد حضرت (داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے تعمیر فرمانا شروع کی تو دیگر مساجد کی نسبت اس کے قبلے کا رخ ذرا جنوبی سمت کو تھا۔ علماء لاہور نے اس پر اعتراض کیا.......... داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ اعتراض سن کر خاموش رہے.......... جب تعمیر کا کام مکمل ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علماء وفضلاء کو بلایا اور خود نماز کی امامت فرمائی۔ اس کے بعد حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ پر اعتراض کرتے تھے، اب دیکھو کہ قبلہ کی سمت کس طرف ہے.......... لوگوں نے جب قبلہ کی جانب دیکھا تو یکبارگی کعبہ معظمہ سب کو بالمشافہ نظر آیا .... تمام علماء کعبۃ اللہ کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے اس اعتراض پر سخت نادم ہوئے اور جناب داتا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے معذرت چاہی۔

پیشاب کرنا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مغفل سے مروی ہے کہ جناب رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اس جگہ غسل کرے یا وضو کرے۔ (۷۵)

اس نکتہ کیمیا کی حکمت خود جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبانِ وحی ترجمان سے یوں بیان فرمائی ہے کہ ایسا کرنے سے وسواس پیدا ہوتے ہیں۔ (۷۶)

علمائے کرام فرماتے ہیں غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے نسیان یعنی بھول جانے کا مرض لاحق ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

دورِ حاضر کی سائنس کہتی ہے کہ غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے شہوتِ نفسانیہ میں خواہ مخواہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ معاشرتی خرابیاں جنم لیتی ہیں اور قسم قسم کے نفسیاتی امراض لاحق ہونے لگتے ہیں۔ اگر غسل کی جگہ پیشاب کرنے اور پھر اسی جگہ نہانے کی

عادت ہی بنالی جائے تو بعض اوقات گردے کی پتھری بھی پیدا ہوسکتی ہے۔(۷۷)

بل یا سوراخ میں پیشاب کرنا:

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص سوراخ (بل وغیرہ) میں پیشاب نہ کیا کرے۔(۷۸)

بل یا سوراخ میں پیشاب کرنے کی غلطی عموماً ایسے علاقوں میں سرزد ہوتی ہے جہاں طہارت خانے یا بیت الخلا موجود نہ ہوں۔ عموماً دیہاتی یا کھلے علاقوں میں لوگ کام کاج کرتے ہوئے ادھر ہی کسی بل یا سوراخ میں پیشاب کرنے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں۔ شاید وہ پیشاب کے چھینٹوں وغیرہ سے بچنا چاہتے ہوں گے یا پھر شوقیہ یہ حرکت کرڈالتے ہیں۔ لیکن ایسے دوستوں کو نوٹ فرمالینا چاہئے کہ شہنشاہِ حکمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی حرکت کرنے سے منع فرما رکھا ہے......... کیوں..........؟ اس لئے کہ جس بل میں پیشاب کیا جارہا ہے اس میں کوئی موذی جانور (مثلاً بچھو یا سانپ وغیرہ چھپا بیٹھا ہو اور جب پیشاب کا نیم گرم پانی اس پر پڑے گا تو وہ لامحالہ باہر کا رخ کرے گا.......... تو پھر کیا ہوگا..........؟

☆ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ موذی جانور خدانخواستہ آپ کو کاٹ لے اور آپ کو جان کے لالے پڑجائیں۔

☆ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اس موذی جانور کو اچانک دیکھ کر آپ گھبرا جائیں اور آپ کا پیشاب ڈر اور خوف کی وجہ سے فوراً بند ہوجائے اس طرح فوراً بند ہوجانے والے پیشاب کے اتنے خطرناک نقصانات ہیں کہ سانپ وغیرہ کے کاٹنے کے بھی اتنے مضر اثرات نہیں ہیں۔ پیشاب درمیان میں چھوڑ کر بھاگنے سے مرگی کے دورے، بے ہوشی کے دورے، پاگل پن اور گردوں کے خطرناک امراض لاحق ہوسکتے ہیں۔

☆ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خطرناک جانور کو اچانک دیکھ کر آپ اپنے آپ پر کنٹرول نہ رکھ سکیں اور بے ہوش ہوجائیں ایسی برہنہ حالت میں کسی جگہ بے ہوش پڑا ہوا ہونا بھلا کون برداشت کرسکتا ہے۔

☆ جس بل میں آپ پیشاب کررہے ہیں اس میں بالفرض کوئی جانور نہ بھی اس وقت موجود ہو اور اگر اس بل میں اس کا فضلہ اور پیشاب وغیرہ پڑا ہوا ہو تو جب آپ کا کیا ہوا پیشاب اس جانور کے بول و براز پر پڑے گا تو اس کے جراثیم مخالف سمت میں چلتے ہوئے آپ کے جسم میں داخل ہوکر خطرناک امراض کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں۔

☆ میدانی علاقوں میں بعض زمینیں کلر تھور اور شور زدہ ہوتی ہیں ایسے سوراخوں یا بلوں کے اندر تیزابی مادے (Nitrogen and Acids) پائے جاتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ پیشاب (Urine) بذات خود ایک قسم کا تیزاب (Acid) ہے۔ تو جب آپ ایسے سوراخ میں پیشاب کریں گے تو ظاہر ہے ایک تیزاب پر جب دوسرا تیزاب پڑے گا تو فوری طور پر ایک ری ایکشن (Re-action) ہوگا جس کی وجہ سے زہریلے بخارات اٹھیں گے جو آپ کے جسم سے جب ٹکرائیں گے تو یقیناً نقصان دہ ثابت ہوں گے۔

یقیناً انہیں وجوہات کے پیش نظر مسلمانوں کے حقیقی خیرخواہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے غلاموں کو بل یا سوراخ وغیرہ میں پیشاب کرنے سے مطلقاً ہی منع فرمادیا۔

تاریکیوں سے جہل کی جب الجھنیں بڑھیں   ہر موڑ پر چراغ لئے آپ ﷺ ہی ملے

(سبحان اللہ وبحمدہ)

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔(۷۹)

لیکن ہمارا فیشن زدہ طبقہ اقوام یورپ کی اتباع میں بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ آج کا جدید انسان اتنا مصروف ہو چکا ہے کہ اس کے پاس پیشاب کرنے کے لئے بیٹھنے کا بھی وقت نہیں رہا......... جینز یا پینٹ کی زنجیر یا بٹن کھولے، پیشاب کیا۔ بغیر استنجا کے فوراً پینٹ کَسی یہ جا اور وہ جا......... پیشاب کے قطرات لباس و جسم کو آلودہ کرتے ہیں تو کرتے رہیں اسے اس بات کی پرواہ نہیں، اس نے تو بس انگریز کے نقش قدم پر چلنا ہے......... اور اوپر سے دلائل دیتا ہے کہ گورے بھی تو ایسا ہی کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے کچھ نہیں ہوتا......... آیئے! آپ کو اسی قوم کے مستشرق جانٹ ملن سے پوچھ کر بتاتے ہیں کہ ”ایسا کرنے سے کچھ ہوتا ہے کہ نہیں“ مستشرق جانٹ ملن کہتا ہے کہ میرے پاس رانوں کی خارش، پھنسیوں، پیڑوں کی جلد کے ادھڑنے، سرینوں اور اطراف کی الرجی اور عضو خاص کے زخموں وغیرہ کے مریض آتے ہیں تو میرا ان سے پہلا سوال یہی ہوتا ہے کہ ”کیا وہ پیشاب کے چھینٹوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں.........؟ ان میں سے اکثر پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتے اور پھر لاعلاج اور مشکل امراض لے کر میرے پاس آجاتے ہیں۔(۸۰)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ بغیر عذرِ شرعی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ایک باوقار انسان کو کسی طور بھی زیبا نہیں۔ یہ بھی مشاہدہ ہوا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے حضرات عموماً پانی سے طہارت کرنے سے گریزاں ہوتے ہیں۔ ایسا کرنے سے نہ صرف حاملانِ امراض گندے جراثیم پیدا ہوتے ہیں بلکہ ان حضرات کے کپڑوں اور جسم سے بُو آنے لگتی ہے کسی محفل میں لوگ ان کے پاس بیٹھنے سے گریز کرتے ہیں۔ معاشرے میں ان کا مقام گر کر رہ جاتا ہے۔

عذابِ قبر کی وعید:

ہمارے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام دو قبروں کے قریب سے گزرے۔ آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ اور ان کو عذاب دیا جانا کسی بڑی وجہ سے نہیں بلکہ ان میں سے ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ پتا چلا کہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا عذاب قبر کا سبب بن جاتا ہے۔(۸۱)

لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی:

علماء کرام نے چند مقامات پر رفع حاجت اور پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جو کہ درجہ ذیل ہیں:

کھڑے پانی میں پیشاب کرنا:

کھڑے پانی مثلاً کنواں، جوہڑ یا جھیل وغیرہ میں رفع حاجت نہ کی جائے۔ کیونکہ فضلہ جراثیموں سے لبریز ہوتا ہے۔ ان کے پانی میں منتقل ہونے سے پانی خطرناک امراض کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ پھر اس پانی کو استعمال کرنے والی کوئی ذی روح تپ محرقہ، ٹائیفائڈ (Typhide)، جراثیمی یرقان (Viral Juandice) آنتوں کے امراض (مثلاً آنتوں میں کیڑوں کے انڈوں پیراسائٹ (Parasites) یا طفیلی کیڑے وغیرہ) کے حملے کا شکار ہو سکتی ہے۔

چلتے پانی میں پیشاب کرنا:

دریا، نہر، راجباہ، کھال یا آبشار وغیرہ کو بھی فضلہ سے آلودہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ انسان اور جانور اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔

اب تو ہندوؤں نے بھی زندگی میں پہلی بار عقل کی بات کر ہی دی ہے کہ گنگا کے اندر آلودہ پانی ڈالنے سے منع کر دیا ہے اور اشنان کرنے والوں کو بھی وہاں حاجت

کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

مزید یہ کہ پانی میں رہنے والی تمام آبی مخلوق ہمیشہ پانی کی مخالف سمت میں چلتی ہیں اس لئے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں چلتے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمادیا ہے تاکہ اس پانی میں موجود جراثیم اس پیشاب کے ذریعے جسم کے اندر نہ چلے جائیں۔ پھر یہ خطرناک جراثیم تولیدی نظام، گردوں اور مثانہ کی مختلف بیماریوں کا باعث بن سکتے ہیں۔

سرراہ، سایہ دار یا پھل دار درخت کے نیچے پیشاب کرنا:

لوگوں کی گزرگاہوں میں بھی رفع حاجت نہ کی جائے تاکہ اندھیر سویر راہ گیروں کے پاؤں اور کپڑے آلودہ نہ ہوں۔ اسی طرح سایہ دار درخت بھی لوگوں کے آرام و سکون حاصل کرنے کا مقام ہوتا ہے وہاں بھی رفع حاجت کے لئے نہ بیٹھا جائے۔ پھل دار درخت کے سائے میں بھی لوگ بیٹھتے ہیں اور اس کے پھل بھی نیچے گرتے ہیں اگر گندگی میں گریں گے تو لوگوں کے کام کے نہیں رہیں گے اس لئے وہاں پاخانہ نہ کیا جائے۔

ہوا کے رخ پیشاب کرنا:

ہوا کے رخ پر بھی پیشاب کرنے سے منع فرمادیا گیا ہے۔ اس طرح ہوا کے دباؤ کی وجہ سے پیشاب اڑ کر اپنے ہی چہرے اور کپڑوں پر پڑے گا پھر اس آلودگی سے امراض کی ابتدا ہوگی اس لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جائے جہاں ہوا کا رخ بھی نہ بنتا ہو اور کچھ اوٹ بھی ہو۔

اجڈ قوم کی شناخت:

بعض نام نہاد قومی دانشوروں (حقیقتاً جہلاء) کو بڑی ڈھٹائی سے یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ دنیا کی اجڈ ترین قوم مسلمانوں کی قوم ہے۔ ملک کی بڑی بڑی سیاسی و

مذہبی جماعتوں کی نمائندگی کرنے والے اور خود کو مسلمان کہلوانے والے ان اعلیٰ تعلیم یافتہ لیڈروں کا یہ تجزیہ کس حد تک درست ہے آئیے دیکھتے ہیں:

قارئین کرام! جیسا کہ گزشتہ صفحات میں یہ بحث گزر چکی ہے کہ دنیا کی بدترین غلاظت جس سے انسان کا ہر روز کئی مرتبہ واسطہ پڑتا ہے وہ اس کا اپنا بول و براز ہے۔ یہ ایسی گندگی ہے جو سب گندگیوں سے بڑھ کر انسان کی صحت و ثبات پر مضر اثرات مرتب کرتی ہے۔ اس سے جتنا بھی پرہیز کیا جائے کم ہے۔ اس کا قرب انسان کے لئے ہلاکت اور دوری راحت و صحت ہے۔

دوستو! اگر یہاں تک آپ ہمارے ساتھ متفق ہیں تو ایمان سے بتائیے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان جس کو اللہ رب العزت نے عقل فہم و شعور کی تھوڑی سی بھی دولت عطا فرمائی ہو کیا وہ رفع حاجت سے فراغت کے بعد پانی کے ساتھ استنجا کیے بغیر نہانے کے لئے بھرے ہوئے پانی کے ٹب میں بیٹھ سکتا ہے..............؟؟؟

یقیناً آپ کا جواب نفی میں ہوگا .... آپ یہی جواب دیں گے کہ ایسی حرکت تو کوئی گیا گزرا انسان بھی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس طرح تو گندگی پورے پانی میں منتقل ہوجائے اور اس نے اس پانی کے ساتھ نہ صرف اپنے جسم کو دھونا ہے بلکہ کلی غرغرہ بھی کرنا ہے۔

حضرات! واقعی ایسی حرکت تو کوئی گیا گزرا انسان بھی نہیں کرتا۔

لیکن اگر انسانوں کا پورا گروہ بلکہ پوری قوم ہی ایسی نازیبا حرکت کرنے پر تل جائے بلکہ روزمرّہ کا دستور بنالے تو..........؟

قارئین کرام! کئی کئی مہینوں تک رفع حاجت کے بعد پانی سے آبدست لینے کی بجائے محض اور محض ٹشو پیپروں پر کام چلانے والی قوم ہی دراصل دنیا کی اجڈ، گنوار اور جاہل ترین قوم ہے۔ مسلمان قوم تو دنیا کی مہذب ترین قوم ہے۔

جادووہ جوسَر چڑھ کر بولے:

درحقیقت مسلمانوں کا معیار پاکیزگی تو بہت ہی بلند وبالا ہے۔ مسلمان نہ صرف پاخانہ بلکہ پیشاب کرنے کے بعد بھی جب تک صاف پانی سے طہارت نہیں کر لیتا چین سے نہیں بیٹھتا.......... عبادت تو بڑی دور کی بات ہے وہ تو کھانے پینے کی چیز کو بھی بغیر طہارت کئے ہاتھ نہیں لگاتا.......... پھر بھی مسلمانوں کو دنیا کی اجڈ ترین قوم قرار دیا جارہا ہے.......... آخر کیوں..........؟

ہاں!! ہم نے اپنے قارئین کرام کو اس قوم کی شناخت ضرور کروادی ہے جسے حقیقی معنوں میں دنیا کی اجڈ ترین قوم ہونے کا شرف حاصل ہے۔

یہ بھی نوٹ فرمالیجئے! ہم کوئی بے پَر کی نہیں اڑا رہے بلکہ ہمارے دلائل حقیقت پر مبنی ہیں۔ بزرگ فرمایا کرتے ہیں کہ ''جادووہ جو سَر چڑھ کے بولے''۔ پوچھ لیجئے اسی اجڈ قوم کے ایک فرزند ''پین فورڈ (Pein Ford)'' سے:

مغربی افریقہ کے ملک فان کے مشہور انگریزی اخبار ''اگنی ٹائمز'' کی سات 7 مارچ 1958ء کی اشاعت میں اس کے خصوصی مقالہ نگار پین فورڈ (Pein Ford) نے مذہب اسلام کا تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے ایک مضمون شائع کیا کہ ''اسلام کی خوبیاں اپنی جگہ مسلّم اور قابل داد ہیں لیکن اس (اسلام) میں یہ کیا گندہ اور گھناؤنا طریقہ ہے کہ بجائے کاغذ (ٹائلٹ پیپر) کے پانی سے آبدست لیتے ہیں۔'' (۸۲)

عالم گیر مذہب

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں بلکہ روزِ روشن کی طرح عیاں حقیقت ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ کوئی امیر ہو یا غریب، گورا ہو یا کالا، شہری ہو یا دیہاتی،

خشک ومرطوب ملک کا رہنے والا ہو یا سرد وگرم علاقے کا باشندہ اسلام کے احکام سب کے لئے یکساں ہیں۔

دنیا کا بیشتر حصہ پسماندہ اور افلاس زدہ ہے۔ یہاں ایسے لوگ بھی رہتے ہیں جن بے چاروں کو پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہیں ہوتی وہ استنجا کے لئے کاغذ (ٹشو پیپر) کیسے خرید سکتے ہیں۔ دنیا بھر میں اکثریت انہیں لوگوں کی ہے۔ جن کو روٹی کپڑا اور مکان بھی میسر ہے یا شاید نہیں۔ وہ تو زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔ وہ مہنگے مہنگے ٹائلٹ پیپروں کے ڈبے کدھر سے لائیں۔ انہیں تو قضائے حاجت کے لئے کھلا جنگل اور طہارت کے لئے قدرت کے پیدا کردہ معمولی اور سہل الحصول مفت کے سامان ہی کام دے سکیں گے۔

ے تو زمین کے لئے ہے نہ آسمان کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے
(اقبال)

اسلام کے سنہری اصولوں کو کوئی دقیانوسیت کہے یا کچھ اور۔ اس کی عالم گیریت کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ

ے یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو یا خزاں لا الہ الا اللّٰہ
(اقبال)

حاصل کلام یہ کہ جدید تحقیقات نے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں کر کے رکھ دی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا ہر ہر پہلو انسان کی اخروی فلاح کے ساتھ ساتھ دنیوی منفعت وعافیت کا بھی ضامن ہے۔ زمانہ جانتا ہے کہ آج تک جن لوگوں نے بھی قانونِ فطرت سے راہِ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی وہی

خائب وخاسر ہو کر رہ گئے اور ناکامی ونامرادی ہی ان کا مقدر ٹھہری۔

؎ برسوں فلاسفہ کی چناں و چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

☆☆☆☆☆

باب نمبر2:

مسواک کے کمالات

دانت صاف کرنے کے کئی ایک طریقے ہیں۔ جن میں کوئلہ ملنا، دنداسا پھیرنا، نمک ملنا، درختوں کی چھال جلا کر لگانا وغیرہ شامل ہیں۔ دورِ حاضر میں برش کیا جاتا ہے۔ جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری کے ساتھ مسواک کا آغاز ہوا۔

قرآن عظیم کی رو سے سیّدنا خلیل اللہ علیہ السلام وہ پہلے مسلمان تھے جن سے اسلام کے بے شمار لوازمات اور مفید ہدایات کا آغاز ہوا چونکہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے کے مخطوطے ایک لمبے عرصے تک اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہ رہ سکتے تھے۔ چنانچہ انہی کی خواہش پر اللہ رب العزت نے ان کے لائق فرزند حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر یہ ذمہ داری سونپی کہ سنت ابراہیمی کے تمام لوازمات پر خود بھی عمل کریں اور بنی نوع انسان کو بھی اس کی ترغیب دیں اور عوام الناس پر ان شعارِ ایمان کی افادیت ہمیشہ کے لئے واضح فرما دیں۔

چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام کے اس فرزند باکمال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ طیبہ سے لے کر حج بیت اللہ تک اور اخلاقی تعلیم سے لے کر مسائل طہارت تک ہر بات تفصیل سے سمجھائی۔ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انہی ارشادات میں سے مسواک بھی ہے۔

تعلیماتِ نبویؐ سے چند مثالیں:

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں تمہیں کثرت سے مسواک کرنے کی تاکید کرتا ہوں۔“ (۸۳)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”مسواک منہ کو پاکیزہ کرنے والی شے اور رب کریم کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ (۸۴)

☆ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”اگر مجھے اپنی امت کی مشقت اور پریشانی کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز میں مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔“ (۸۵)

☆ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور روایت مروی ہے کہ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”اگر مجھے اپنی امت کی مشکل کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں نمازِ عشاء تاخیر سے ادا کرنے اور ہر نماز سے پہلے مسواک کا حکم دے دیتا“ (۸۶)

☆ حضرت واثلہ بن الاشقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”مجھے مسواک کے متعلق اس قدر تاکید کے ساتھ حکم ہوا ہے کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں یہ میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔“ (۸۷)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راویہ ہیں کہ رہبرِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جو نماز مسواک کر کے پڑھی جاتی ہے وہ بغیر مسواک کے پڑھی جانے والی نماز سے ستر درجے افضل و بہتر ہے۔“ (۸۸)

اگرچہ مسواک کا ذکر قرآن کریم میں بالوضاحت نہیں ملتا تاہم درج بالا احادیث مبارکہ اور سرکارِ پُر انوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی بنا پر مسواک کی اہمیت بہر طور مسلم ہے۔ مثال کے طور پر:

☆ حضرت شریح بن ہانی کا بیان ہے کہ ”میں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے

دریافت کیا کہ شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہو کر سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ آپ ؓ فرماتی ہیں کہ ''مسواک''۔(۸۹)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دہن مبارک مسواک سے صاف فرماتے تھے۔(۹۰)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن اور رات کو اس وقت تک نہ سوتے تھے کہ جب تک مسواک نہ کر لیتے۔'' (۹۱)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''ہم رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک اور وضو کا پانی تیار کر کے رکھ دیا کرتے۔ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا جب چاہتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب سے بیدار فرما دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر مسواک کرتے، وضو فرماتے اور نماز ادا کرتے۔'' (۹۲)

☆ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں:

(i) حیا کرنا اور ختنہ کرنا۔

(ii) خوشبو لگانا۔

(iii) مسواک کرنا۔

(iv) نکاح کرنا۔ (۹۳)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسواک میں موت کے علاوہ ہر مرض کے لئے شفا ہے۔(۹۴)

مسواک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت موکدہ ہے۔ سرکار نے دنیا سے

رخصت ہوتے ہوئے بھی مسواک فرمائی۔ جب بھی گھر میں تشریف لاتے مسواک فرماتے، سونے سے قبل بھی مسواک فرماتے۔ استراحت سے بیدار ہوتے تو بھی مسواک فرماتے۔ مسواک کو مرسلین کی سنت کہا کرتے تھے۔ جبریل امین حاضر خدمت ہوتے تو مسواک کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور عرض کرتے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کو منہ کی پاکیزگی اور خدائے لم یزل کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ امت کو مسواک کی ترغیب دیتے ہوئے یہاں تک فرما دیتے ہیں کہ اگر مجھے اپنی امت کی مشکل کا احساس نہ ہوتا تو میں ان کو عشاء کی نماز تاخیر سے ادا کرنے اور ہر نماز سے قبل مسواک کرنے کا حکم دے دیتا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے اسے موت کے علاوہ ہر مرض کے لیے باعث شفا قرار دیتے ہیں۔

ذرا غور تو فرمائیے کہ مسواک پر دبے لفظوں میں اتنا زور کیوں دیا گیا..........؟

قارئین کرام! یہ سائنس وٹیکنالوجی کا دور ہے۔ یہاں غلط بیانی اور مبالغہ آرائی سے کام چل سکتا ہے اور نہ ہی مفروضوں پر حقیقت کی عمارت تعمیر کی جا سکتی ہے۔ یہاں تو فوراً دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آ جاتا ہے۔ حالیہ دور طبی سائنس کی ترقی کے عروج کا دور ہے سائنس وٹیکنالوجی کا یہ دور حقائق کے علاوہ کسی اور چیز کو قطعاً تسلیم نہیں کرتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جدید سائنس طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا اقوال کو تسلیم کرتی ہے [۱]..............؟

قارئین کرام! سائنس نہ صرف دانائے اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا اقوال وافعال کو تسلیم کر چکی ہے بلکہ انہیں حق ثابت کرنے کے لئے ان گنت ثبوت بھی فراہم کرتی ہے۔

---

[۱] ہم نے یہ بات عمومی طور پر کی ہے کہ ''سائنس حقائق کے علاوہ کسی اور چیز کو قطعاً تسلیم نہیں کرتی'' ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سائنس کی کوئی بات بھی اس وقت تک حرفِ آخر کا درجہ نہیں رکھ سکتی جب تک سنت نبویؐ واقوال نبویؐ سے ٹکرائے۔ للہٰذا جدید سائنس اگر حضورؐ کے کسی قول کو آج بالفرض تسلیم نہ بھی کرے تو یاد رکھیے کل مزید ترقی کر لینے کے بعد سائنس کو اپنا نظریہ تبدیل کرنا ہو گا اور حضور کے قول کو تسلیم کرنا ہو گا۔ بیسیوں مرتبہ ایسا ہوا بھی تو ہے۔

مسواک کی حقیقت

دانا کا ہر قول پُر از حکمت ہوا کرتا ہے اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑا کوئی دانا نہیں۔ ہم نے یہ دعویٰ عقیدت و جذبات کی رو میں بہہ کر نہیں کر دیا بلکہ اس ناقابل تردید حقیقت کو تو غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ برطانوی مصنف ''برنارڈ شاء'' کہتا ہے کہ:

''مجھے یقین ہے کہ اگر آج دنیا کی قیادت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسے کسی آدمی کے ہاتھ میں دے دی جائے تو وہ دنیا کو درپیش تمام مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہو جائے اور اسے امن، سلامتی اور سعادت کا گہوارہ بنا دے۔'' (۹۵)

اب سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اسی قول کو لے لیجئے کہ:

''مسواک میں موت کے سوا ہر مرض کے لئے شفا ہے۔'' (۹۶)

تو اس میں توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ مسواک کے اندر آخر کونسی ایسی شے پائی جاتی ہے جو موت کے علاوہ تمام بیماریوں کا علاج ثابت ہوتی ہے......... جدید سائنس اس ضمن میں کیا کہتی ہے۔ آیئے ملاحظہ فرمائیے!

جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن (Captown) میں حال ہی میں ایک تحقیق ہوئی جس میں بتایا گیا کہ مسواک میں بڑی مقدار میں ایک تیزابی مادہ ٹینک ایسڈ (Tannic Acid) پایا جاتا ہے یہ مادہ دانتوں کو جراثیموں سے محفوظ رکھتا ہے۔ سائنس یہ بھی ثابت کر چکی ہے کہ درختوں کے پتوں اور شاخوں میں ایک مادہ پایا جاتا ہے جسے کلوروفل (Cholorophyll) کہتے ہیں۔ اسی کلوروفل کی وجہ سے درختوں کی شاخیں اور خصوصاً پتے سبز رنگ کے ہوتے ہیں کلوروفل کے بارے میں جدید تحقیق (Scientific Proof) یہ ہے کہ یہ ایک ایسا مادہ ہے جو کسی بھی جگہ سے

گندگی یا سڑاندھ کو ختم (Remove) کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مسواک کے اندر اس دافع تعفن (Anti Septic) مواد کی قدرتی طور پر موجودگی منہ کے اندر کے تمام موذی قسم کے جراثیموں کے خاتمے کا سبب بنتی ہے۔

مزید یہ کہ ہر قسم کی مسواک کے اندر کیلشیم (Calcium) اور فاسفورس (Phosphorus) کی خصوصی مقدار شامل ہوتی ہے جو دانتوں کی صفائی اور مضبوطی کے لئے جزو لاینفک کا درجہ رکھتی ہے۔ طبی ماہرین اس نقطہ پر متفق ہیں کہ کیلشیم اور فاسفورس ایسے کیمیکل ہیں جو دانتوں اور مسوڑھوں کی صحیح نشو ونما کے لئے نہ صرف بہترین ٹانک ہیں بلکہ دانتوں کی جملہ بیماریوں کا علاج بھی ثابت ہوتے ہیں۔

دندان ساز اور نظامِ انہضام کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ منہ کی صفائی منہ اور نظامِ انہضام کی جملہ بیماریوں سے بچاتی ہے .... اور منہ کی بہت صفائی مسواک سے ہی ممکن ہے .... وہ کس طرح ....؟

مسواک برش کا برش اور دوائی کی دوائی ہے درخت کی لکڑی کے ریشے دانتوں کے خلاؤں میں اٹکے رہ جانے والے بچے کھچے غذائی اجزاء کو نکال باہر کرتے ہیں۔ مسواک نہ کی جائے تو یہی اجزاء منہ اور معدہ کی کئی ایک بیماریوں کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سٹریپٹو کوکس (Streptococcus) نامی بیکٹیریا جو دل کے والو (Valve) پر حملہ آور ہو کر ان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے وہ دانتوں کے گندہ ہونے کی وجہ سے منہ سے ہی آتا ہے۔ جبکہ مسواک کے اندر موجود ایک طرح کا تیزابی مادہ جسے ٹینک ایسڈ (Tannic Acid) کہا جاتا ہے، یہ نہ صرف دانتوں کو کیڑا لگنے سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ دل کے والو (Valve) کو نقصان پہنچانے والے اس موذی بیکٹیریا کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔

نظامِ ہضم کا پہلا دروازہ:

منہ اور دانت غذائی نالی کا پہلا دروازہ اور ہضم غذا کی پہلی منزل ہے۔ اگر غفلت

ولا پرواہی کی وجہ سے غذا اپنے اس پہلے مرحلے میں ہی جراثیم سے آلودہ ہوتی رہے تو یقین جانیئے کہ دیر یا سویر دانتوں، مسوڑھوں، حلق، معدے، انتڑیوں اور دل وغیرہ میں سے کسی نہ کسی کو مرض کے حملے کا شکار ہونا ہی پڑے گا۔

طبی ماہرین کے تجربات وتحقیقات کے مطابق اسی فیصد امراضِ معدہ صرف دانتوں کے نقص کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں اور اسی فیصد امراض جسم معدہ کے نقص کی وجہ سے وارد ہوتے ہیں۔ جب مسواک باقاعدگی سے استعمال نہیں ہوگی تو لامحالہ دانتوں میں میل کچیل اور بعض اوقات مسوڑھوں میں پیپ تک پڑ جائے گی۔ تو ظاہر بات ہے کہ یہی جراثیم آلودہ میل کچیل اور پیپ غذا کے لقمے کے ساتھ شامل ہوکر معدے میں چلی جائے گی تو وہاں پہنچ کر کیا کیا نہ گل کھلائے گی آپ خود اندازہ فرما سکتے ہیں۔

چنانچہ رہبر انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غذا کے اس پہلے دروازے کو صاف وشفاف رکھنے کے لئے مسواک جیسی شے کے استعمال کا حکیمانہ حکم صادر فرما کر گویا پوری انسانیت کی صحت وسلامتی کا اہتمام فرمادیا ہے۔

ذرا سوچیئے! اس عالم نفسانفسی میں بھلا کون کسی دوسرے کا حقیقی غم خوار ہوسکتا ہے..........؟

کسی کے دکھ درد کا مداوا کرنے کے لئے آج بھلا کون تیار ہے..........؟

اور پھر پوری انسانیت کے دکھ کا مداوا....................؟

جی ہاں! ایسی ہستی ہمارے آقا رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی شکل میں اس دنیا کے اندر موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبانِ اطہر سے ایک چھوٹا سا جملہ ادا فرما کر قیامت تک کے لئے پوری انسانیت کی صحت و سلامتی کا اہتمام فرمادیا۔

ارشادِ ذیشان ہے:

''مسواک میں موت کے سوا ہر مرض کے لئے شفا ہے۔'' (۹۷)

فقط ایک جملہ کے اندر سرکارِ طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری طب سمو کے رکھ دی۔ گویا کوزے میں دریا بند کردیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کو موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج قرار دے رہے ہیں۔ یہ جملہ حقیقت پر مبنی ہے آپ پوچھ سکتے ہیں وہ کس طرح..............؟

دیکھیئے! جسمانی صحت اور آواز کا دانتوں سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اگر آپ دانت صاف نہیں کرتے تو دانتوں کو کیڑا لگ جائے گا۔ اور دانتوں میں درد شروع ہوجائے گا تو بتایئے آپ کھائیں گے کس طرح، غذا کو چبائیں گے کس طرح؟ ایسے تو آپ بہت سی نعمتوں سے محروم ہوجائیں گے دوسرا جب کچھ کھائیں گے نہیں تو صحت خراب ہوجائے گی اور آپ دن بدن کمزور ہوتے جائیں گے۔ یہ تو ایک عام سی بات ہے لیکن بیمار دانتوں میں لگا ہوا خون، پیپ اور میل کچیل اگر لقمے کے ساتھ شامل ہوکر معدہ میں چلا جائے تو اندازہ کرلیجئے کہ کیا کیا نہ گل کھلیں گے..........؟ دانتوں کی عدم صفائی کی وجہ سے انسان بدبوئے دہن کا شکار ہوسکتا ہے آدمی کسی مجلس ومحفل میں بیٹھے گا تو سب اس سے اظہارِ بیزاری کرتے ہوئے پرے کھسکیں گے کیوں کہ اس کے منہ سے بدبو کے بھبھوکے پھوٹ رہے ہوں گے۔ آدمی کسی کے قریب ہوکر اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ دور بھاگے گا۔ ایسے شخص سے تو کوئی بھی انسان خوشی سے ہمکلام ہونا بھی پسند نہ کرے گا۔ جب ہر کوئی اس کے قریب بیٹھنے سے بھی گریز کرے گا تو اندازہ کیجئے کہ معاشرے میں اس کی کیا عزت رہ جائے گی۔
مسواک نہ کرنے والے کے مسوڑھوں میں پیپ پڑ کر مسوڑھے خراب ہوجاتے ہیں دانتوں کی جڑیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ دانت ہلنے لگتے ہیں اور بالآخر ٹوٹ کر گر جاتے ہیں۔ جس کے دانت نکل جائیں اس کی آواز کی دلکشی اور شوخ پن ختم ہوکر رہ جائے

گا۔ آپ جانتے ہیں کہ انسان اپنے دل کی شادمانی اور ذوفشانی کا اظہار مسکراہٹ کے ذریعے کرتا ہے۔ خوشی میں ہنستا مسکراتا ہوا انسان کتنا بھلا لگتا ہے مگر جس کے دانت گندے مندے ہوں کیا اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ بھی دلکش لگ سکے گا..........؟ پھر اس شخص کا ہنستا مسکراتا ہوا چہرہ کیسا لگے گا جس کے دانت سرے سے غائب ہو چکے ہوں گے..........؟ خود اندازہ کر لیجئے..........؟

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک کو ہر بیماری کے لئے شفا قرار دیا ہے آپ بصارت کو ہی دیکھ لیجئے کہ آنکھوں کا دانتوں کے ساتھ کوئی بھی تعلق نظر نہیں آتا۔ مگر اطباء کی تحقیقات کہتی ہیں کہ آج کل بصارت سے محرومی کی کئی اور وجوہات کے علاوہ ایک بڑی وجہ دانتوں کی طرف سے غفلت بھی ہے۔ امراضِ چشم اور ضعف بصارت کا دانتوں کے امراض سے بہت گہرا تعلق ہے۔ دانتوں کے خلاؤں میں خوراک کے ذرات کا پھنس کر متعفن ہو جانا یا مسوڑھوں کے اندر پیپ کا پڑ جانا اطباء کے نزدیک آنکھوں کے امراض وعلل کا سبب بن کر ضعف بصارت یا اندھاپن کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔

اسی طرح کانوں کے امراض کا بھی دانتوں کے امراض کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ آپ یقیناً سوچ رہے ہوں گے کہ یہ بھلا کس طرح ہو سکتا ہے کہ پیپ یا ورم تو کانوں میں ہو اور قصور بتایا جائے دانتوں کا..........؟ اطباء کے مشاہدات شاہد ہیں کہ بعض لوگوں کے کانوں میں درد، ورم یا پیپ وغیرہ کی کیفیت پائی گئی تو تحقیق وتشخیص سے یہی بات سامنے آئی کہ دراصل ان کے مسوڑھوں میں پیپ پڑی ہوئی تھی جب ایسے مریضوں کے مسوڑھوں کا علاج کیا گیا تو ان کے کان خود بخود ٹھیک ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم کہ جن کو تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کے شہر کا دروازہ قرار دیا ہے، فرماتے ہیں کہ ''مسواک قوتِ حافظہ کو بڑھاتی ہے اور بلغم کو خارج کرتی ہے۔''(۹۸)

علاوہ ازیں مسواک کرنے سے آدمی کی فصاحت وخوش بیانی میں اضافہ ہوتا ہے۔ انسان کا چہرہ قدرتی طور پر نورانی ہو جاتا ہے۔ کھانا جلدی ہضم ہوتا ہے، حرارت کو بدن سے دور کرنے والی شے مسواک ہے۔ پیٹھ کو مضبوط کرتی ہے۔ جسم کو توانائی بخشتی ہے۔ بڑھاپا دیر سے آتا ہے، بدن میں موجود برقی نظام کو چوکس (Alert) رکھتی ہے۔ سر درد دور ہوتا ہے کیونکہ اس سے سر کی تمام رگوں کو سکون ملتا ہے یہاں تک کہ کوئی ساکن رگ حرکت نہیں کرتی اور کوئی حرکت کرنے والی رگ ساکن نہیں رہتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

تجربات شاہد ہیں کہ......

ڈاکٹروں اور طبیبوں کے تجربات اسی قول پر دلالت کرتے ہیں کہ ہر بیماری کا علاج مسواک سے ممکن ہے۔ ذیل میں حکیم طارق محمود چغتائی کے تجربات و مشاہدات کی طویل فہرست میں سے چند ایک پیش کئے جاتے ہیں۔ حکیم صاحب گولڈ میڈلسٹ طبیب ہیں اور اکثر امراض کا علاج مسواک سے کیا کرتے ہیں' آپ کا یہ طریقہ کس حد تک کامیاب رہا ہے.......... آئیے دیکھتے ہیں۔

(i) بالشت بھر لکڑی کام کر گئی:

ایک صاحب منہ کے ذائقے سے محروم ہو گئے۔ کافی علاج معالجہ کے بعد بھی منہ کی لذت نہ پا سکے۔ ایک دوست نے زبان پر جونکیں لگوانے کا مشورہ دیا۔ نیم حکیم کی بات مان کر زبان زخمی کروا بیٹھے مگر افاقہ نہ ہوا۔ تھک ہار کر چغتائی صاحب سے رجوع کیا تو انہوں نے پیلو کی مسواک باقاعدگی سے استعمال کرنے کی ہدایت کی اور بس.......... یقین جانیئے کہ ایک ماہ کے بعد بالشت بھر لکڑی کام کر گئی اور مریض کا ذائقہ لوٹ آیا جبکہ ہزاروں کی ادویات فیل ہو چکی تھیں۔ دراصل سو کر اٹھنے کے بعد بھی مسواک کی خاص تاکید اسی لیے فرمائی گئی ہے کہ سوتے میں ہمارے

پیٹ کے بخارات اور گندی ہوائیں منہ کی طرف چڑھ جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے نہ صرف ذائقہ میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے بلکہ منہ سے بدبو آنے کا مرض بھی لاحق ہوجاتا ہے۔(۹۹)

(ii) دس ہزار درہم ضائع کر بیٹھا:

عرب ملک سے کسی دوست نے چغتائی صاحب کو لکھا کہ وہ دانتوں کے ایک دیرینہ مرض میں مبتلا ہے اور علاج پر کوئی دس ہزار درہم کے لگ بھگ رقم خرچ کر چکے ہیں مگر افاقہ ندارد۔ حکیم صاحب نے جواباً لکھا کہ آپ کسی قسم کی دوائی استعمال نہ کریں بلکہ پانچوں نمازوں اور تہجد کے اوقات میں پیلو کی تازہ مسواک کا استعمال شروع کر دیں دو ماہ کی قلیل مدت میں مریض بالکل تندرست ہو گیا۔ مریض نے حکیم صاحب کو لکھا کہ مسواک کی پریکٹس حسب ہدایت شروع کر دی تو چند دنوں کے بعد ہی حیرت انگیز طور پر مرض میں کمی ہونی شروع ہوگئی اور دو ماہ کے بعد ہی مجھے احساس ہو گیا کہ دس ہزار درہم تو ضائع ہی گئے .... اور پیلو کی لکڑی کام کر گئی۔(۱۰۰)

(iii) منہ سے بدبو جاتی رہی:

ایک صاحب منہ کی بدبو دور کرنے کے لئے اعلیٰ قسم کے ٹوتھ پیسٹ، دافع تعفن ادویہ (Antiseptic Medicine) اور طرح طرح کے منجن استعمال کرتے رہے لیکن افاقہ نہ ہوا۔ چغتائی صاحب کے پاس گئے تو آپ نے ان کو روزانہ پیلو کی ایسی مسواک استعمال کرنے کا مشورہ دیا جس کے ریشے روز نئے ہوں۔ چند دنوں کے بعد ہی مریض کی شکایت جاتی رہی۔ چغتائی صاحب کہتے ہیں کہ ٹانسز (Tonsis) کے مریضوں کو بھی مسواک کا استعمال کروایا گیا تو بہت ہی اچھے رزلٹ سامنے آئے۔(۱۰۱)

انگریز ڈاکٹر نئی تحقیق میں پڑ گیا:

جناب دلبر منصور صاحب آج کل سوئزرلینڈ میں ہوتے ہیں۔ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دانت اور مسوڑھے ایسی موذی مرض میں مبتلا ہو گئے کہ جس کا علاج کر کر کے وہاں کے ڈاکٹر عاجز آ گئے۔ میں کافی پریشان تھا کہ کسی دوست نے مسواک کا مشورہ دیا تو میں نے دوائی کے ساتھ ساتھ مسواک کا باقاعدہ استعمال شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد میرے دانت اور مسوڑھے تندرست ہو گئے اب جو میں اپنے ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے پوچھا کہ بتایئے دانتوں کی تکلیف کا کیا حال ہے تو میں نے اسے بتایا کہ میں اللہ کے فضل سے سو فیصد ٹھیک ہوں مجھے دانتوں کے معاملے میں اب کوئی شکایت نہیں۔ ڈاکٹر یہ سن کر بڑا حیران ہوا اور پوچھنے لگا کہ کونسی دوائی استعمال کی تھی میں نے بتایا کہ صرف آپ کی دوائی سے ہی تو افاقہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر کہنے لگا کہ ہرگز نہیں .... میری دوائی سے اتنی جلد صحت یابی ممکن ہی نہیں .... آپ سوچ کر بتائیں کہ آپ نے کیا استعمال کیا ہے۔ میں نے کہا کہ یقین مانیئے ڈاکٹر صاحب میں نے صرف آپ کی دوائی ہی استعمال کی ہے ہاں البتہ کچھ عرصہ سے مسواک کا باقاعدہ استعمال کر رہا ہوں .... ڈاکٹر نے کہا .... مسواک کا استعمال.........؟؟؟ انگریز ڈاکٹر بڑا حیران ہوا اور نئی تحقیق میں پڑ گیا۔

عجب تشخیص اور مسواک کا کمال:

حکیم ایس ایم اقبال صاحب کا ایک مضمون اخبارِ جہاں میں چھپا تھا۔ جس میں حکیم صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس ایک ایسا مریض آیا کہ جس کے دل کی جھلیوں میں پیپ بھری ہوئی تھی۔ عرصہ دراز تک ڈاکٹروں کا علاج کیا مگر افاقہ ندارد۔ بالآخر ڈاکٹروں نے اس کے دل کا اپریشن کر کے ساری پیپ نکال دی۔ کچھ عرصہ تو سکون رہا لیکن دل کی جھلیوں میں ایک بار پھر پیپ بھر گئی۔ مریض بے چارہ بڑا

پریشان ہوا......... تھک ہار کر میرے پاس آیا۔ میں نے جب اس کی رپورٹس دیکھیں اور اس کا تفصیلی معائنہ کیا تو میری تشخیص اس نتیجے پر پہنچی کہ دراصل اس کے مسوڑے خراب ہیں اور ان میں پیپ بھری ہوئی ہے اس تشخیص کو پھر ڈاکٹروں نے بھی تسلیم کر لیا۔ اب میں نے اس کے دانتوں اور مسوڑھوں کا علاج شروع کر دیا۔ اسے میں نے کچھ ادویہ کھانے کے لئے بھی دیں اور پیلو کی مسواک کا باقاعدگی سے استعمال کروایا تو کچھ ہی عرصہ کے بعد مریض کو مکمل افاقہ ہو گیا۔ (۱۰۲)

اپنے دس دانت نکلوا دیں:

علوم طب جدید کے مشہور استاد کرنل الٰہی بخش کے یہاں ایک معروف صنعتکار ذیابیطس کے سلسلہ میں زیر علاج تھے۔ موصوف انگلینڈ (England) میں بھی زیر علاج رہ چکے ہیں لیکن شکر کی شدت میں کمی آتی ہے نہ ہی ان کا ہاضمہ درست ہوتا ہے۔

کرنل صاحب نے تفصیلی معائنہ کے بعد مریض کو ہدایت کی کہ وہ اپنے دس دانت نکلوا دیں......... مریض کو یہ مشورہ بڑا ناگوار گزرا۔ کرنل صاحب سے پوچھنے لگے کہ ”بھلا دانتوں کا ذیابیطس اور ہاضمہ کی خرابی سے کیا تعلق.........؟ کرنل صاحب نے ان سے پوچھا کہ ”اگر کبابوں پر پیپ مل کر آپ کو کھانے کے لئے کہا جائے تو کیا آپ ایسے پیپ اور خون آلودہ کباب کھانا پسند کریں گے.........؟ یہ بات بھی جب مریض صاحب کو مزید بُری لگی تو ان کو سمجھایا گیا کہ ان کے خراب دانتوں کی جڑوں سے مسلسل پیپ اور گندہ خون نکلتا رہتا ہے۔ ایسے بیمار دانتوں سے کھایا ہوا پیپ آلودہ لقمہ جب پیٹ میں جائے گا تو کیا کیا نہ گل کھلائے گا......... ساری بات مریض کی سمجھ میں آ گئی۔ فوراً دانتوں کے ڈاکٹر کے پاس گئے اور بیمار دانتوں کو نکالنے کی گزارش کی تو ڈاکٹر نے ان کے دس نہیں بلکہ تیرہ دانت ناکارہ قرار دے کر نکال دیئے......... دانتوں کے نکل جانے کے بعد پیٹ بھی بالکل ٹھیک ہو گیا

اور شوگر کی بیماری بھی برائے نام رہ گئی۔ (۱۰۳)

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس کسی کو بھی شکر آتی ہو یا پیٹ خراب ہو وہ دانت نکلوانے سے ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ جس کے دانت خراب ہوں گے اس کا پیٹ کبھی ٹھیک نہ ہوگا۔ گلے کی سوزش رہے گی اور اگر یہ کیفیات عرصۂ دراز تک برقرار رہیں تو پیشاب میں شکر بھی آنے لگے گی۔

موہنہ میں لکڑی.........؟ مغربی ڈاکٹر چلا اٹھے:

مغربی ڈاکٹر منہ میں کسی لکڑی کو ڈال کر اس سے مسوڑھوں جیسی نازک چیز کو رگڑنے کے تصور سے بھی گھبراتے ہیں۔

ایک پاکستانی ڈاکٹر لندن گئے وہاں ایک مہینہ گزارنے کے بعد منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا۔ ہر وقت لیس دار رطوبتوں کا احساس ہوتا اور زبان پر سفیدی سی جم گئی۔ حالانکہ ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال بھی کرتے تھے......... ایک روز خیال آیا کہ یہ مسواک چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ہائیڈ پارک کے مالی سے سکھ چین کی ہری شاخ لی اور سینٹ پال ہسپتال کے غسلخانہ میں جا کر دانتوں میں استعمال کرنے لگے۔ جو بھی گزرا اس نے اس فعل شنیع سے منع کیا۔

کوئی بیس منٹ میں یہ خبر پورے ہسپتال میں پھیل گئی کہ یہ پاکستانی ڈاکٹر تو پاگل ہو گیا ہے۔ مسوڑھوں جیسی نرم چیز پر سخت لکڑی پھیر رہا ہے۔ وارڈ میں گئے تو پروفیسر نے نہ صرف پوچھا بلکہ مسوڑھوں میں زخموں کا پتہ چلانے کے لئے تفصیلی معائنہ بھی کیا۔ زخموں کی بجائے چمکتے ہوئے دانت دیکھ کر انگریز پروفیسر حیرت میں پڑ گیا کہ یہ کیا ماجرا ہوا.........؟ کئی انسٹرکٹر بھی دیکھنے آئے مگر چھلے ہوئے مسوڑھے نہ پا کر حیران رہ گئے۔ ان تن آسان اور آرام طلب زندگی گزارنے والوں کی سمجھ میں یہ سیدھی بات نہ آ سکی کہ ہری شاخ کے نرم ملائم ریشے نائلون یا سؤر کے بالوں کے ریشوں کے برش سے زیادہ کارگر ثابت ہوتے ہیں۔ (۱۰۴)

تعلیماتِ نبوی ﷺ اور جدید علم الاسنان

غزوۂ احد میں تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کچھ دانت مبارک متاثر ہوئے اور کچھ ہلنے بھی لگے۔ منہ کے ان زخموں کے علاوہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رخِ انور بھی متاثر ہوا۔ گال مبارک اور سرِ مقدس پر بھی گھاؤ نمودار تھے۔ غالباً سر اور چہرہ مبارک کی ہڈیاں بھی متاثر ہوئی تھیں............

اگر ایسے زخم کسی بھی شخص کو لگیں تو درد اور اعصابی دباؤ سے صدمہ (Surgical Shock) یقینی عمل ہے۔ یہی کیفیت اکثر مریضوں میں موت کا باعث بھی ہو سکتی ہی۔ اس قسم کے حادثے سے دوچار ہو جانے کے بعد چہرے پر ورم، بینائی کا متاثر ہو جانا، منہ میں ورم اور بعد میں بخار وغیرہ ہو جانا ضروری لوازم سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے مریض کے لئے کم از کم ایک ماہ تک تو نارمل زندگی گزارنا بعید القیاس خیال کیا جاتا ہے............ لیکن اس جنگ کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیے۔ تاریخ کے اوراق مشاہد ہیں ان چیزوں میں سے کچھ بھی تو نہ ہوا۔

سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زخموں کو تازہ پانی سے خوب دھویا گیا، سوزشی عناصر صاف کئے گئے، جریانِ خون کو بند کرنے کے لئے بوری جلا کر راکھ بھری گئی اور ہلتے دانتوں کے لئے بعد میں عارضی طور پر سونے کی تار لگائی گئی.......... غور طلب نقطہ یہ ہے کہ جنگ کے فوراً بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذاتی طور پر جنگ کی مجموعی کارکردگی کا جائزہ لیا، نقصانات کا اندازہ کیا، شہداء کو اجتماعی قبروں میں دفن کرنے کے لئے جگہیں مقرر فرمائیں۔ شہداء کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی، مدینہ سے آنے والوں کے سوالات کے جوابات دیئے اور ایک نارمل آدمی کی طرح گھر واپس آئے۔

زمانہ گواہ ہے کہ احد کے بعد خیبر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے

مبارک دانتوں سے نوچ کر بکرے کی ران تناول فرمائی.......... مطلب صاف واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دانتوں میں مجروح ہونے کے باوجود اتنی طاقت موجود تھی کہ گوشت کو دانتوں سے نوچ نوچ کر تناول فرما سکتے تھے۔

جدید علم الاسنان کے ماہرین ایسے کسی بھی مریض کو دس سال میں بھی ایسی طاقت بحال کرنے سے قاصر ہیں.......... سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دانتوں میں اس قدر طاقت کی موجودگی یقیناً اس مسلسل ورزش کا نتیجہ تھی جو آپ مسواک کی صورت میں ہر روز فرماتے تھے۔

پھر کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس ایٹمی دور کا جدید ترین علم الاسنان ابھی تک صدیوں پرانی تعلیماتِ نبوی کی سطح پر نہیں پہنچ سکا..........؟

دانتوں کے ماہرین کا خیال ہے کہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ دانتوں کے ڈاکٹر سے ملنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ دانتوں کا معائنہ کر کے ان کی خرابیوں کا بروقت پتہ چلا کر آپ کے لئے کوئی اچھا ٹوتھ پیسٹ منتخب کر سکے.......... لیکن اس کے برعکس ہمارے وہ بزرگ جو مسواک کیا کرتے تھے اپنی آخری عمروں تک اپنے موتیوں جیسے چمکدار دانتوں کے ساتھ ہر قسم کی خوراک کھا لیتے تھے ان کے دانت عمر کے ساتھ انحطاط پذیر نہ ہوتے تھے.......... ہم پوچھتے ہیں ان جدید ماہرین دندان سے کہ بتائیے ہمارے وہ بزرگ سال بھر میں بھلا کتنی مرتبہ دانتوں کے معائینے کے سلسلے میں ڈاکٹر کے پاس جاتے تھے..........؟ پھر مان لیجئے! یہ محض ایک بالشت بھر لکڑی (مسواک) کا کرشمہ تھا۔

ہارٹ اٹیک کا ایک سبب..... گندے دانت:

جدید طبی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ دانتوں کے شریانی ایکس ریز سے دل کے متوقع شدید قسم کے دورے کا قبل از وقت پتا لگا کر اس کا سدباب کیا جا سکتا ہے۔

''انٹرنیشنل ایسوی ایشن فار ڈینٹل ریسرچ'' کے سامنے پیش کی جانے والی ایک

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دانتوں پر لگنے والے پلاک میں کیلشیئم جمع ہو جاتا ہے جو دل سے دماغ کو جانے والے دورانِ خون میں مسوڑھوں کے قریب رکاوٹ بنتا ہے جس کے نتیجے میں دل کے شدید دورے اور اچانک موت کا امکان دوگنا ہو جاتا ہے۔
بفلو یونیورسٹی کے اسکول آف میڈیسن کے ماہرین نے یہ نتائج پیا انڈینز کے آٹھ سو اٹھارہ افراد کے دانتوں اور جبڑوں کے تفصیلی مطالعہ کے بعد جاری کئے ہیں۔(۱۰۵)

واشنگٹن کے ڈاکٹر کی نصیحت

(جدید سائنسی تحقیق کے حوالہ سے)

قبلہ انجینئر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ واشنگٹن (امریکہ) کے ایک ڈاکٹر نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ”سونے سے قبل ہر حال میں مسواک کر کے سویا کرو۔“ میں نے پوچھا کیوں بھئی ....؟ ڈاکٹر صاحب نے جواباً کہا کہ آج کی ماڈرن ریسرچ یہ کہتی ہے کہ مختلف چیزیں یا کھانا وغیرہ کھانے کی وجہ سے منہ کے اندر بننے والا پلازما (Plazma) عام کلی سے صاف نہیں ہوجاتا بلکہ اسے صاف کرنے کے لئے مسواک کا استعمال بے حد ضروری ہے۔
ڈاکٹر صاحب نے مزید وضاحت فرمائی کہ سوتے میں دانت خراب ہونے کے چانسز نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں کیوں کہ سوتے ہوئے انسان کا منہ بالکل ساکن حالت میں ہوتا ہے اور منہ کے اس طرح غیر متحرک حالت میں ہونے کی وجہ سے پلازما اپنا کام پوری تسلی کے ساتھ کرتا رہتا ہے۔ جب کہ دن کے اوقات میں انسان کا منہ تقریباً متحرک ہی رہتا ہے۔ یعنی انسان کبھی کچھ نہ کچھ کھا پی رہا ہے تو کبھی ہنس کھیل رہا ہے یا پھر باتیں کر رہا ہے لہٰذا دن کے اوقات میں پلازما کو اپنا کام دکھانے کا موقع بہت کم ملتا ہے اس لئے رات کو دفاعی اقدام کے طور پر مسواک کر کے سونا از حد ضروری ہے۔(۱۰۶)

دیکھیے! واشنگٹن کا انگریز ڈاکٹر سونے سے قبل مسواک کی ضرورت پر کتنا زور دے رہا ہے اور حوالہ دے رہا ہے جدید دور کی جدید تحقیق کا............... مگر اس ڈاکٹر کو کیا معلوم کہ آج کی جدید تحقیق جس عمل کو ”آج“ ضروری قرار دے رہی ہے مسلمانوں کے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ”آج“ سے صدیوں قبل ہی دنیا والوں کو اس عمل کی ترغیب دے چکے ہیں۔
تمام اطباء حضرات اس نقطہ پر پوری طرح اتفاق رکھتے ہیں کہ اگر دانتوں کو اچھے طریقے سے صاف نہ کیا جائے تو بدہضمی (Indigestion) منہ کا آنا (قلاع)، تبخیر معدہ، نقرس یعنی چھوٹے جوڑوں کا درد، اعضاء شکنی، دق گٹھیا معدہ اور دانتوں کے بیسیوں امراض پیدا ہو سکتے ہیں۔

مسواک کے فوٹو اتارے گئے:

محمد ضیاء صاحب کنیڈا میں انجینئر ہیں بیان فرماتے ہیں کہ میری ملاقات ایک نو مسلم نوجوان سے ہوئی تو میں نے اس کے مسلمان ہونے کا واقعہ دریافت کیا تو وہ یوں گویا ہوا:
میں دانتوں اور مسوڑھوں کے لاعلاج اور خطرناک مرض میں مبتلا تھا۔ کئی ڈاکٹروں کا علاج کیا لیکن افاقہ نہ ہو سکا............ اسی اثناء میں امریکہ کے بڑے بڑے ڈاکٹروں کا بورڈ بیٹھا۔ میں نے اس بورڈ سے رجوع کیا۔ ڈاکٹروں نے امریکی شہری کی حیثیت سے پوری ہمدردی اور توجہ سے مجھے چیک کیا اور میرے لیے ایک نسخہ تجویز کر دیا۔ میں وہ دوائیں لے کر گھر جا رہا تھا کہ راستے میں میری ملاقات ایک مسلمان دوست سے ہوگئی۔ اس نے اپنی گاڑی سائیڈ پر روک لی اور میں نے بھی اپنی گاڑی سائیڈ پر لگا دی۔ میرے دوست نے میرا حال احوال لیا تو میں نے اپنی پرابلم بتائی۔ میرا مسلمان دوست مجھے اپنے ساتھ کچھ مسلمانوں کے پاس لے گیا۔ وہ

مسلمان امریکہ میں اسلام پھیلانے کی غرض سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہم ان کے پاس بیٹھ گئے اور باتیں ہونے لگیں .... کچھ ہی دیر بعد تمام لوگوں نے اپنی اپنی لکڑیاں (مسواکیں) نکال لیں اور لگے اپنے دانتوں پر ملنے......... میرے لیے یہ منظر بڑا ہی حیران کن تھا۔ جب میں نے ان مسلمان لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیا عمل کر رہے ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ ہمارے ہاتھوں میں یہ مسواکیں ہیں اور ہم ان کو استعمال کر کے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنت پر عمل کر رہے ہیں......... پھر انہوں نے مجھے مسواک کے چند فوائد ومحاسن بیان کئے اور اس کے استعمال کا طریقہ بھی بتایا۔ میرا ان لوگوں کے ساتھ دل لگ گیا اور میں نے چند دن ان کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ باقاعدگی کے ساتھ مسواک کا استعمال کرتا رہا۔ کوئی ہفتہ بھر مسواک کے استعمال کے بعد میرے مرض میں حیرت انگیز طور پر افاقہ ہو گیا......... پھر میں ڈاکٹروں کے اس بورڈ کے پاس گیا تو انہوں نے میری صحت کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے بتایا کہ میں اللہ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہوں۔ ڈاکٹروں نے میرے دانتوں اور مسوڑھوں کا معائنہ کیا اور انہیں بالکل تندرست پا کر بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہماری دوائی نے اس دفعہ واقعی حیرت انگیز طور پر کام کیا ہے۔ لیکن جب میں نے ان کی دی ہوئی ساری کی ساری دوائیاں نکال کر ان کے سامنے میز پر رکھ دیں تو پوچھنے لگے۔ ’’پھر شفا کس طرح ملی‘‘؟ میں نے اپنی مسواک نکال کر ان کے سامنے رکھ دی وہ حیرت زدہ ہو کر پوچھنے لگے کہ ’’یہ کیا چیز ہے؟‘‘ میں نے جواب دیا کہ اسی بالشت بھر کی لکڑی کے استعمال سے مجھے شفا حاصل ہوئی ہے۔ پھر میں نے انہیں تفصیل بتا دی۔ امریکی ڈاکٹر بڑے حیران ہوئے۔ میری اس مسواک کے فوٹو اتارے گئے اور مزید تحقیق میں پڑ گئے۔ (۱۰۷)

اب سمجھ میں آیا کہ.........

حضرت ابی خیرہ الصباحی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ:

اعطانی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ارکا فقال استاکوا بھذا

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پیلو کی شاخ مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ اس سے مسواک کرو۔ (۱۰۸)

طب اسلامی کی پہلی کانفرنس میں کویت کے ڈاکٹروں مصطفیٰ الرجائی الجندی اور شکری نے 1981ء میں ایک تحقیقی مقالہ ’’Miswak, an Oral Health Device‘‘ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے دانتوں اور مسوڑھوں کی مختلف بیماریوں میں پیلو اور اس کے موازنہ میں دوسری چیزوں کو استعمال کیا۔ ماہرین کی اس جماعت نے ’’52 اور 55‘‘ سال کی عمر کے ’’80‘‘ افراد میں سے ’’50‘‘ مرد اور ’’30‘‘ عورتوں کو مشاہدات کے لئے منتخب کیا۔

ان کو بیس بیس کے چار گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان میں سے ہر فرد کے دانت خراب تھے۔ ان پر لاکھا جما ہوا تھا اور مسوڑھوں میں کئی قسم کی بیماریاں موجود تھیں۔ ان پر مختلف قسم کے علاج آزمائے گئے جن کی تشریح اور مشاہدات حسب ذیل ہیں۔

پہلا گروہ:

پہلے گروہ کے بیس افراد کو بازار سے ملنے والا ولائتی منجن دیا گیا۔ وہ یہ منجن صبح شام برش کے ذریعے استعمال کرتے رہے۔ ان کو برش کرنے کا جدید ترین طریقہ بھی عملی طور پر سکھا دیا گیا۔ پانچ ہفتے تک برش منجن استعمال کرنے کے بعد ان کی بیماری میں مزید اضافہ ہوا، صرف چند مریض بہتر ہوئے۔

پانچ مریض ایسے تھے جن کے منہ کے اندر جھلیاں چھل گئیں۔ جس کی وجہ سے

علاج بند کرنا پڑا۔ ان میں سے اکثر مریضوں کے مسوڑھوں کو فائدہ ہوا لیکن دانتوں پر جمنے والا مادہ مقدار میں مزید بڑھ گیا۔

دوسرا گروہ:

دوسرے گروہ کے بیس افراد کو ایسا منجن دیا گیا جس میں کسی قسم کی کوئی دوائی نہ تھی۔ مقصد یہ تھا کہ جن افراد کو دوائیں دی گئی ہیں، ان سے موازنہ کر کے دیکھیں کہ اگر دوا نہ دی جائے تو مرض پانچ ہفتوں میں کتنا بڑھے گا۔ ان کی بیماری میں نہ صرف یہ کہ کوئی کمی نہ آئی بلکہ حالت مزید خراب ہوئی۔

تیسرا گروہ:

تیسرے گروہ کے بیس افراد کو پیلو کی مسواک دی گئی۔ ان کو مسواک کرنے کا صحیح طریقہ سکھایا گیا اور ہدایت کی گئی کہ مسواک کو زبان کے اطراف میں بھی پھیرا جائے۔ ان مریضوں میں پہلے دو ہفتوں کے دوران دانتوں پر جمے ہوئے لاکھا کی مقدار بڑھ گئی لیکن تیسرے ہفتے میں وہ کم ہونا شروع ہوا پانچویں ہفتے تک اس کے حجم اور مقدار میں 3.5 فیصد کمی آ گئی۔ مسوڑھے بھی بہتر ہو گئے۔

چوتھا گروہ:

چوتھے گروہ کے مریضوں کو پیلو کی لکڑیاں پیس کر باریک سفوف دیا گیا۔ اکثر کو شکایت تھی کہ یہ سفوف بدمزہ ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ اس کے عادی ہو گئے۔ ان مریضوں کے دانتوں اور مسوڑھوں کی جو کیفیت ابتداء میں تھی اس میں شاندار تبدیلیاں دیکھنے میں آئیں۔ دانتوں پر جمے ہوئے لاکھا کی مقدار میں کم از کم 11.2 فیصدی کمی واقع ہوئی۔ (۱۰۹)

کویت کی وزارت صحت کی نگرانی میں کئے گئے ان تجربات و مشاہدات کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ پیلو کی لکڑی مسواک کی صورت میں ہو یا

سفوف کی شکل میں دانتوں کے معاملے میں دنیا بھر میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

اب سمجھ میں آیا کہ طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حضرت ابی خیرہ الصباحی رضی اللہ عنہ کو پیلو کی مسواک تحفۃً کیوں عطا فرمائی تھی؟

بعض سمجھدار قسم کے طبیب حضرات دماغی توازن کی خرابی کے مریضوں یا یاداشت کھو جانے والے مریضوں کو خوب، خوب، مسواک کا استعمال کرواتے ہیں۔ کیوں مسواک کے اندر فاسفورس موجود ہوتا ہے جو مسواک کرنے کے ساتھ ہی مساموں کے ذریعے دماغ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اس سے دماغ کو خوب تقویت ملتی ہے۔ نتیجۃً دماغ تیز ہونے لگتا ہے۔ اور کھوئی ہوئی یاداشت واپس آنے کے امکانات بھی کافی روشن ہوتے ہیں۔

اب سمجھ میں آیا کہ باب علم جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ ”مسواک حافظہ کو تیز کرتی ہے اور بلغم کو خارج کرتی ہے۔“ (۱۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مسواک کو منہ کی صفائی اور مسوڑھوں کی مضبوطی کے علاوہ پھیپھڑوں اور گلے کے بلغم کے اخراج کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ (۱۱۱)

”مسواک“ ایک درخت کا نام ہے

(دلچسپ انکشاف)

”جان اے تے جہان اے“ یہ پنجابی کی مشہور ضرب المثل آپ نے اکثر سنی ہو گی۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت بھی ہے کہ تندرست انسان ہی اس دنیا کے اندر کامیاب اور پُر لطف زندگی گزار سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہترین صحت انسان کی ہمیشہ سے اوّلین خواہش رہی ہے۔ ابن آدم یہ بھی جانتا ہے سعی و پیہم اور جہد مسلسل کے لئے صحت ایک لازمی ضرورت ہے۔ صحت جسم اور صحت دنداں کے باہمی تعلق سے بھی انسان پوری طرح واقف ہے۔ اس کی فہم و دانست سے یہ باہر نہیں کہ صحت مند

دانت اور مسوڑھے ہی دراصل صحت مند جسم کی اساس ہیں یہی وجہ ہے کہ دانتوں پر روزِ اوّل سے ہی انسان کی خصوصی توجہ رہی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت انسان ابتدائے آفرینش سے ہی منہ کی صحت و صفائی کے لئے مختلف چیزیں استعمال کرتا رہا ہے۔ آثارِ قدیمہ والوں نے بھی دانتوں کی صحت و صفائی کے لئے استعمال کی جانے والی کئی چیزوں کا انکشاف کیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ایسی چیزیں عموماً پودوں کی خوش ذائقہ شاخوں پر مشتمل ہیں۔ پتا چلا کہ شاخ ہائے نباتات زمانہ قدیم سے ہی جدید برش کا نعم البدل سمجھی جاتی تھیں۔

اطباء کے نزدیک کوئی سترہ کے قریب ایسے پودے ہیں جن کی مسواک منہ، دانتوں اور مسوڑھوں کی صحت و صفائی کے لئے مفید ہے۔ ان میں جس درخت کی مسواک سب سے زیادہ استعمال ہوتی رہی ہے وہ پیلو کا درخت ہے۔ اس درخت کی مسواک کا استعمال دنیا بھر میں اتنا مشہور ہوا، اتنا مشہور ہوا کہ اس درخت کا نام ہی مسواک پڑ گیا بلکہ انگریزوں نے تو اسے باقاعدہ طور پر ''ٹوتھ برش ٹری'' (Tooth Brush Tree) کہنا شروع کر دیا۔ تاہم مسواک کے اس درخت کو عربی میں ''اراک'' ہندی میں ''پیلو (جال)'' اور لاطینی میں ''پرسیکا سلوا ڈورا'' کہا جاتا ہے۔

اسلامی تہذیب میں ہی نہیں بلکہ اسلامی تاریخ میں بھی ''مسواک کے درخت'' کو ایک نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ چنانچہ مایہ ناز مسلمان سائنسدان ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی اس کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''درخت مسواک'' کی شاخیں دانت صاف کرنے کے لئے زمانہ قدیم سے ہی استعمال کی جاتی رہی ہیں۔'' البتہ ابن بیطار نے اپنی کتاب ''کتاب الجامع المفردات الادولہ والاغذیہ'' میں ''اراک'' کے نام سے اس پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ''اس درخت سے حاصل ہونے والی مسواک ان تمام درختوں کی مسواک سے بہتر ہوا کرتی ہے جو

اس مقصد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

اپنے مؤقف کو مزید مؤثر بنانے کے لئے ابن بیطار نے ابوحنیفہ الاغوری، ابن رضوان اور ابن جلجل کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کے مشہور و معروف طبیب اور طبی مصنف حکیم محمد اعظم خان نے بھی اپنی کتاب ''محیط اعظم'' میں مسواک پر کافی بحث فرمائی ہے اور حکیم سومن خان، ابن سینا اور بغدادی وغیرہ کے حوالے بھی پیش فرمائے ہیں۔

پاکستانی تحقیق:

مسواک کے لئے استعمال کی جانے والی لکڑی کی بہت سی اقسام ہیں۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ ان میں سے کونسی لکڑی سب سے زیادہ جراثیم کش (Anti Bacterial) خواص کی حامل ہے۔ اس ضمن میں پاکستان کے اندر 1985ء میں بطور مسواک استعمال ہونے والی مختلف پودوں کی شاخوں پر جدید طبی تحقیقات کی گئیں۔ اس مقصد کے لئے حسب ذیل نباتات کی شاخوں کا تقابلی جائزہ لیا گیا۔

(i) نیم (Melia Azadirachtalinn)

(ii) کیکر (Acacia Arabica Willd)

(iii) پھلاہی (Acacia Modesta Wall)

(iv) مسواک۔ پیلو (Salvadora Persicalinn)

(v) کرنج (Pongamia Glabra Vent)

درج بالا نباتات کی شاخیں اور جڑیں بطور مسواک کثرت سے استعمال کی جاتی ہیں۔ اسی بنا پر لیبارٹری کے اندر ان نباتات کی مانع جراثیم سرگرمی (Anti Bacterial Activity) کا مطالعہ کیا گیا۔ مختلف افراد کے دانتوں، مسوڑھوں اور منہ سے لعاب دہن حاصل کیا گیا اور ان میں سے چند ایسے جرثومے علیحدہ کئے گئے جو دہن و دندان کی مختلف تکالیف میں اہم ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں پھر لیبارٹری کے

اندران کی مصنوعی طریقہ سے افزائش کی گئی۔ اس کے بعد ان جراثیموں پر درج بالا نباتات کی مانع جراثیم صلاحیتوں (Anti Bacterial Suitabilities) کو استعمال کیا گیا۔ اگرچہ تمام نباتات کو جراثیم کش کیمیائی خصوصیات کی بدولت منہ کی صفائی کے لئے بہت ہی کارآمد پایا گیا لیکن بیکٹیریا کی خطرناک اقسام سرسینا لیوٹیا (Sarcina Lutea) اور بیسلس پیومیلس (Bacillus Pumilis) کے خاتمے کے لئے پیلو کو ہی سب سے زیادہ موثر پایا گیا۔ اس کے مانع جراثیم (Antimicrobial) جراثیم کش (Germicidal) اور مانع فنج (Fungicidal) اثرات کا معیار باقی تمام نباتات سے بلند پایا گیا۔

مزید براں پیلو کی مسواک کو مسوڑھوں کو سکڑنے، صاف کرنے اور مانجھنے (Abrasive) وغیرہ کی خصوصیات کی بنیاد پر مثالی حیثیت حاصل ہے۔ انہی خصوصیات کی بنا پر آج اس بات کی سفارش کی جاتی ہے کہ تمام دنیا میں پیلو کی مسواک کے استعمال کو کثرت سے رائج کیا جائے۔ (۱۱۲)

پیلو کی مسواک کا کیمیائی تجزیہ

پیلو کی مسواک زمانہ قدیم سے ہی حفظ دہن اور صحت دندان کے سلسلے میں نہایت مقبولیت کی حامل رہی ہے۔ پیلو کی جڑوں کا بطور مسواک استعمال سب سے پہلے دنیائے عرب میں ملتا ہے پھر ہر دور میں اس پر تحقیقات ہوتی رہی ہیں۔ یہ برصغیر پاک و ہند میں بھی سائنسدانوں کی خصوصی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں بھی پیلو پر بڑی گہرائی سے تحقیقات ہوئی ہیں۔ اب تک سائنس پیلو کی لکڑی میں موجود جن کیمیائی اجزاء کا انکشاف کر چکی ہے اگر خواص کا الگ الگ جائزہ لیا جائے تو ان میں سے ہر ایک دانتوں کی تکالیف کے لئے نہایت ہی موثر نظر آتا ہے۔ اجزاء مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کیلشیئم اور فاسفورس — Calcium & Phosphorus
(۲) گندھک (سلفر) — Sulphur
(۳) سوڈیم کلورائیڈ — Sodium Chloride
(۴) ٹرائی میتھائل امیین — Trimethylamine (TMA)
(۵) وٹامن۔سی — Vitamin-C
(۶) فلورائیڈ — Fluoride
(۷) سلیکا — Silica ($SI0_2$)
(۸) رال — Resin
(۹) سین، سیپونین اسیرول اور فلیوونائڈ کی معمولی مقداریں (۱۱۳)

سائنسی تشریح:

(i) کیلشیئم اور فاسفورس (Calcium & Phosphorus):

طبی محققین کے نزدیک دانتوں اور ہڈیوں کی مناسب نشوونما کے لئے کیلشیئم اور فاسفورس کا بڑا اہم رول ہے۔ فاسفورس کیلشیئم کے ساتھ مل کر ایک ٹھوس مادہ بناتا ہے جو دانتوں اور ہڈیوں میں سختی اور مضبوطی پیدا کرتا ہے۔ فاسفورس کی کمی کی وجہ سے دانتوں اور ہڈیوں کی نشوونما شدید متاثر ہوتی ہے اور کیلشیئم کی کمی کی وجہ سے دانت بھرنا (ٹوٹنا) شروع ہو جاتے ہیں...... جب کہ پیلو کی مسواک دانتوں کی مضبوطی اور صحیح نشوونما کے لئے بہترین ٹانک ہے۔ کیوں کہ پیلو کی لکڑی میں فاسفورس اور کیلشیئم کی اضافی مقدار موجود ہوتی ہے.......... وہ کس طرح.........؟

جدید تحقیق سے ثابت ہے کہ پیلو کا درخت ایسی زمین میں پایا جاتا ہے جہاں کیلشیئم اور فاسفورس کی مقدار نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبرستانوں میں پیلو کا درخت کثرت سے پایا جاتا ہے۔ کیونکہ قبرستان میں انسانی ہڈیوں کے گلنے سڑنے

کی وجہ سے وہاں کی زمین میں کیلشیئم اور فاسفورس کی اضافی مقدار شامل ہو جاتی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ چونکہ پیلو کی لکڑی میں کیلشیئم اور فاسفورس کی کافی مقدار موجود ہوتی ہے اس لیے پیلو کی مسواک دانتوں کی مضبوطی اور اعلیٰ نشوونما کے لئے بہترین ٹانک ثابت ہوتی ہے۔

(ii) گندھک (Sulphur):

سلفر ایک غیر دھات ہے جو قدرتی ذخیروں میں بطور عنصر (Element) اور مرکب (Compond) دونوں حالتوں میں وافر مقدار میں دستیاب ہے۔ کیمیادانوں کے نزدیک سلفر کی علامت "S"، اس کا ایٹمی وزن "16" اور اس کی ایٹمی کیمیت "32" ہے۔ پہلے پہل جب سلفر کی دریافت ہوئی تو حضرت انسان لیبارٹری میں جا گھسا اور اس کھوج میں لگ گیا کہ اس قدرتی عنصر/مرکب سے کس طرح زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جائے اور بالآخر سلفر کے خواص کی ایک طویل لسٹ تیار کر لی گئی۔ اس طویل لسٹ میں سے دو نکات ہمارے موضوع کے حوالے سے زیادہ قابل ذکر ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(i) Sulphur can be used for dusting vines to prevent the growth certain kinds of fungus.

(ii) Sulphur can be used as a medicine (externally & internally) to purify the blood and treat the skin diseases.

ترجمہ: (i) بیل دار پودوں وغیرہ سے مختلف قسم کی اُلی اور کیڑوں مکوڑوں کی نشوونما پر قابو پانے کے لئے سلفر کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(ii) جلدی امراض (Skin Diseases) کا علاج کرنے اور خون صاف کرنے کے لئے سلفر کو (اندرونی اور بیرونی) استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا نکات کی روشنی میں یہ طے پایا کہ گندھک (سلفر) نہ صرف جراثیم کش ہے بلکہ تریاقی اثرات کی حامل بھی ہے۔ اب چونکہ پیلو کی لکڑی کے اندر سلفر

قدرتی طور پر موجود ہوتی ہے اس لیے اس کی شاخوں اور جڑوں سے حاصل کردہ مسواک اپنے تریاقی اور جراثیم کش اثرات کی بدولت منہ کی صحت و صفائی کے سلسلے میں نہایت مثبت کردار ادا کرتی ہے۔

3۔ سوڈیم کلورائیڈ Sodium Chloride:

سوڈیم کلورائیڈ سوڈیم (Na) اور کلورین (CL) کا مرکب ہے۔ اس کا کیمیائی فارمولا NaCL ہے۔ سوڈیم کلورائیڈ آئنی مرکب ہے۔ 1774ء میں سکیل (Scheale) نامی ایک مغربی سائنسدان نے کلورین دریافت کی۔ اس پر مزید تجربات کئے گئے تو اس کی بہت سی خصوصیات ابھر کر سامنے آ گئیں۔ چنانچہ پینے کے پانی کو جراثیم سے پاک کر کے پینے کے قابل بنانے کے لئے کلورین استعمال کی جانے لگی۔ ہر گھر میں استعمال ہونے والا خوردنی نمک اسی کلورین اور سوڈیم کا مرکب ہے............ آپ نے پیلو کی مسواک استعمال کرتے ہوئے یقیناً غور فرمایا ہو گا کہ اس کا ذائقہ نمکین نمکین سا لگتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پیلو کی لکڑی کے اندر سوڈیم کلورائیڈ قدرتی طور پر موجود ہوتا ہے۔ پیلو کی مسواک استعمال کرتے وقت یہی سوڈیم کلورائیڈ بڑی خاموشی کے ساتھ اپنا انتہائی مثبت اور اہم کردار ادا کر رہا ہوتا ہے یعنی سوڈیم کلورائیڈ اپنی آئنی (Ionic) خصوصیات کی بنا پر منہ کی اندرونی جھلی کے خلیات اور دیگر بافتوں میں سیال کی مقدار کا توازن برقرار رکھنے کے لئے نہایت مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ پیلو کی مسواک کے اندر سوڈیم کلورائیڈ کی موجودگی منہ کے فعلیاتی نظام کو درست رکھنے کے لئے بڑی مفید ہے۔

4۔ ٹرائی میتھائل ایمین (Trimethyl Amine (T.M.A):

TMA ایک نامیاتی مرکب (Organic Compound) ہے اس کا کیمیکل فارمولا $(CH_3)3N$ ہے۔ یہ مچھلی جیسی بو رکھنے والی ایک بے رنگ سیال گیس ہے۔ جس کا نقطہ جوش چار درجے سنٹی گریڈ ہے۔ TMA پانی، ایتھر اور الکوحل

میں نہایت آسانی کے ساتھ حل ہو جاتا ہے۔ اس طرح فورتھ فلوٹیشن کا عمل (Forth Floatation Process) بڑی تیزی سے کرتا ہے۔ یعنی کسی سیال کے سطحی تناؤ کو فوراً ختم کر دیتا ہے نتیجتاً ٹھوس ذرات الگ ہو کر تیرنے کے قابل ہو جاتے ہیں............... قادر مطلق کا احسان عظیم مانیئے کہ اس نے پیلو کے درخت کے اندر TMA قدرتی طور پر رکھ دی ہے.......... تو جب پیلو کی مسواک کی جاتی ہے تو اس میں موجود TMA فورتھ فلوٹیشن پراسیس کے ذریعے غذا کی باقی رہ جانے والے ذرات کو سطح سے الگ کر کے تیرنے کے قابل بنا دیتا ہے اور ان کو دانتوں میں چپکنے سے روکتا ہے۔ بلکہ یہی TMA مسواک کے دیگر اجزاء مثلاً نمکیات وغیرہ (سوڈیم کلورائیڈ وغیرہ) کے ساتھ مل کر تو اور زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے اور ضد جراثیم عامل کا کام دیتا ہے۔

5۔ وٹامن۔سی Vitamin-C:

وٹامن سی دانتوں اور مسوڑھوں کی تندرستی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اس حیاتین کی کمی اسکربوط (Scurvy) کے مرض کا باعث بن جاتی ہے اس مرض میں مسوڑھوں سے خون بہنے لگتا ہے.......... چونکہ پیلو کی لکڑی کے اندر وٹامن۔سی جیسا نباتاتی جوہر قدرتاً پایا جاتا ہے اس لئے برصغیر پاک و ہند کے اطباء اسکربوط (Scurvy) کے مرض کے لئے پیلو کی مسواک بطور علاج تجویز فرماتے ہیں۔ اسی حیاتیاتی جوہر (وٹامن۔سی) ہی کی وجہ سے پیلو کی مسواک بوسیدگیٔ دندان اور متورم و مسورم مسوڑھوں کے علاج کے لئے انتہائی مؤثر ثابت ہوتی ہے۔[1]

---

[1] وٹامن۔سی (Vitamin-C):

1912ء میں ہاپ کنز (Hopkins) نامی ایک سائنسدان نے چند چوہوں کو اپنی تجربہ گاہ میں رکھا۔ اس نے ان چوہوں کو پروٹین، کاربوہائیڈریٹس، روغنیات اور غیر نامیاتی مرکبات پر مشتمل غذا دینا شروع کر دی۔ نتیجتاً اس کے چوہے کمزور ہونے لگے اور بالآخر مرنا شروع ہو گئے۔ لیکن جب ہاپ کنز نے بچے ہوئے چند قریب المرگ چوہوں کو اس غذا کے ساتھ ساتھ قلیل مقدار میں دودھ بھی دینا شروع کیا تو اس نے مشاہدہ کیا کہ نہایت کمزور چوہے بہت جلد صحت مند ہو گئے اور معمول کے مطابق نشوونما پانا شروع ہو گئے۔

اس تجربہ کی روشنی میں ہاپ کنز اس نتیجہ پر پہنچا کہ دودھ اور دوسری قدرتی اشیاء میں کچھ ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جو پروٹین، کاربوہائیڈریٹس، روغنیات وغیرہ سے مختلف ہیں اور یہ چیزیں صحت برقرار رکھنے اور صحیح نشوونما کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ ہاپ کنز نے ان چیزوں کو (Assessary Food Factors) کا نام دیا۔ بعد ازاں فنک (Funk) نامی ایک سائنسدان نے ان کو وٹامن (Vitamins) نام دیا۔ اردو میں Vitamins کا ترجمہ حیاتین کیا جاتا ہے انہیں وٹامنز میں سے ایک Vitamin-C بھی ہے۔

6۔ فلورائیڈ:

تحقیقات سے ثابت ہے کہ فلورائیڈ دانتوں کی بوسیدگی کے خلاف انتہائی مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ اسی نقطۂ نظر کے تحت عام ٹوتھ پیسٹوں میں فلورائیڈ مصنوعی طور پر شامل کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ پیلو کی مسواک کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ اس میں فلورائیڈ جیسا اہم ترین جزو قدرتاً پایا جاتا ہے۔ جو بوسیدگیٔ دندان کے لئے بڑا مفید ثابت ہوتا ہے۔

7۔ سلیکا Silica:

کیمیادان ریت کو سلیکا (Silica) کا نام دیتے ہیں۔ اس کا کیمیکل فارمولا SiO_2 ہے۔ ٹوتھ پیسٹ کمپنیاں اپنے ٹوتھ پیسٹوں میں سلیکا کی معمولی مقدار عموماً شامل کر دیتی ہیں تاکہ ان کے ٹوتھ پیسٹ دانتوں کو چمکانے کے لئے مؤثر کردار ادا کریں۔ پیلو کے درخت میں سلیکا قدرتاً پایا جاتا ہے اس طرح پیلو کی مسواک دانتوں کو چمکدار بنانے کے لئے انفرادی حیثیت کی حامل ہے۔ خصوصاً بچوں کے نرم و نازک مسوڑھوں کو نقصان پہنچائے بغیر ان کے دانتوں کو خوب چمکدار بنا دیتی ہے۔ علاوہ ازیں سلیکا میں جراثیم کش صلاحیت بھی موجود ہوتی ہے۔

8۔ رال Resin:

پیلو کی مسواک کو جب تازہ اور نرم حالت میں چبایا جاتا ہے تو اس کے اندر سے ایک تلخ و ترش رالی مادہ سا (Resinous Material) نکلتا ہے۔ مسواک کے اندر سے خارج ہونے والی یہ رطوبت نہ صرف دانتوں کی کئی امراض کا علاج ہے بلکہ دانتوں کے سخت بیرونی طبقے یعنی Anamel کی حفاظت کے لئے بڑی مفید ثابت ہوتی ہے۔

قارئین کرام!

پیلو کی مسواک کے اتنے زیادہ فوائد و محاسن پڑھ کر تو آپ کو یقیناً اس سوال کا جواب مل گیا ہوگا کہ شہنشاہِ حکمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے پیارے صحابہ کو پیلو کی

باجماعت میں شامل ہو گیا۔ منہ سے بدبو پھوٹ رہی ہے۔ قریبی ساتھی پریشان ہو رہے ہیں۔ سخت بے زار ہیں .... ان کا بھی تو خشوع و خضوع جاتا رہا حالانکہ وہ بے چارے تو مسواک کر کے آئے تھے .... اندازہ کیجئے ....؟

☆ سائنس کہتی ہے کہ مسواک کرنے سے منہ کے اندر ایسی لہریں (Rays) پیدا ہوتی ہیں جن سے تسبیح و تہلیل اور حمد و ثنا میں ایک منفرد سا مزا آتا ہے اور خشوع و خضوع کی ایک نرالی کیفیت وارد ہو جاتی ہے .... پھر مسواک کو اپنا شعار بنا لیجئے ناں!

مسواک کے لئے موزوں ترین لکڑی:

ہر اس لکڑی کی مسواک دانتوں کے لئے بہترین ہوتی ہے جس کے ریشے اتنے نرم ہوں کہ اس کے استعمال سے دانتوں کے درمیان خلا پیدا ہوں نہ مسوڑھے زخمی ہوں۔ طبی نقطۂ نظر سے مسواک کے لئے ایسی لکڑی کو ترجیح دی جاتی ہے جس میں تلخی کا عنصر شامل ہو۔ کیوں کہ منہ کے اندر کرواہٹ جانے سے تھوک کی زیادہ مقدار پیدا ہوتی ہے۔ جب لعاب زیادہ مقدار میں پیدا ہوگا تو آدمی اسے باہر بھی پھینکے گا اس طرح بڑی آسانی کے ساتھ منہ کی دھلائی ہو جاتی ہے اور مصنوعی ماؤتھ واش (Mouth Wash) سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ مسواک کے لئے لکڑی کی مندرجہ ذیل اقسام زیادہ اہمیت کی حامل ہیں:

(۱) پیلو کی مسواک (۲) کنیر کی مسواک (۳) کیکر کی مسواک (۴) پھلاہی کی مسواک (۵) نیم کی مسواک (۶) زیتون کی مسواک (۷) کرنج کی مسواک۔

مسواک کا قد کاٹھ اور طریقۂ استعمال:

سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی چھنگلیا (Little Finger) جتنی ہونی چاہئے۔ دائیں ہاتھ میں اس طرح

پکڑیں کہ چھنگلیا مسواک کے نیچے اور درمیان کی تین انگلیاں اوپر ہوں جب کہ انگوٹھا سرے کے نیچے ہونا چاہئے۔ کم از کم تین مرتبہ مسواک کریں۔ داہنی طرف سے ابتدا ہو پہلے اوپر والے دانتوں کو دائیں سے بائیں اور پھر نیچے والے دانتوں کو دائیں سے بائیں مسواک کریں۔ مسواک کرتے وقت پانی قریب ہونا چاہئے اور مسواک منہ میں ڈالتے وقت اسے ہر بار دھو لینا چاہئے ساتھ ساتھ کلی بھی کرتے جائیں تاکہ منہ صاف ہوتا رہے۔ مسواک سے فارغ ہو کر اسے دھو کر اس طرح کھڑی رکھیں کہ ریشہ اوپر کی جانب ہوں۔ (۱۱۶)

جدید طرزِ مسواک اور سائنسی تحقیق:

آج ہم جدید اور کمپیوٹر دور (Computeric Age) سے گزر رہے ہیں ہم اپنے آپ پر بنیاد پرستی کا طعنہ کب برداشت کر۔تے ہیں۔ اسی لئے ہم نے لکڑی کی مسواک کو کب کا توڑ کر پھینک دیا ہے۔ کیونکہ لکڑی کی مسواک اس ایٹمی دور (Atomic Age) کے تقاضے پورے نہیں کرتی۔ آج ہم برش استعمال کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔ مگر ہم دیسی لوگوں کو بھلا کیا پتا کہ جراثیم کے ماہرین عرصۂ دراز کی تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ برش کو صرف ایک ہی دفعہ استعمال کر کے پھینک دینا چاہئے کیونکہ اس کا دوبارہ استعمال صحت وتندرستی کے لئے مضر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر جراثیم کی ایسی تہہ سی جم جاتی ہے کہ پانی سے دھونے سے بھی جراثیم مصروف نشو و نما رہتے ہیں۔

چلیں ٹھیک ہے مان لیا کہ ایک بار استعمال کیا ہوا برش دوبارہ استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ تو پھر کیا ہوا ہم بھی تو غریب ملک کے امیر شہری ہیں ہم وہ والا برش پھینک دیا کریں گے اور ہر روز نیا برش خرید کر استعمال کر لیا کریں گے .... کیا کریں جدید دور کے تقاضے جو پورے کرنے ہوئے۔ مگر کریں تو کیا کریں، جائیں تو کدھر جائیں یہ ڈینٹل سرجن ہمیں نئے اور تیز رفتار زمانے کے شانہ بشانہ کب چلنے دے گا...........

ڈینٹل سرجن کیا کہتا ہے.........؟ ڈینٹل سرجن اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ برش (Brush) میں لگے ہوئے ریشے خواہ کتنے ہی نرم (Soft) کیوں نہ ہوں، دانتوں کی اوپر والی چمکیلی تہہ کو اتار دور کرتے ہیں۔ نتیجتاً دانتوں کے درمیان خلا پیدا ہو جاتے ہیں، آہستہ آہستہ دانت مسوڑھوں کی جگہ چھوڑ جاتے ہیں اور غذا کے ذرات ان میں پھنس کر نقصان کا باعث بنتے ہیں۔

اچھا!!! پھر اس جدید مسواک (Tooth Brush) سے کام نہیں چلے گا اس طرح تو ہم نئے زمانہ کے شانہ بشانہ چلنے کے شوق میں خود ہی چل بسیں گے۔ پھر جدید تحقیق بھی تو اس ماڈرن مسواک کی حوصلہ شکنی کرنے پر تلی ہوئی ہے بلکہ جدید تحقیق (Modern Research) تو ایسی قدیم مسواک کے استعمال کا مشورہ دیتی ہے جس کی ترغیب مسلم امّہ کو آج سے صدیوں پہلے دی جا چکی ہے.......... پھر بھی مسلمانوں کو بنیاد پرست ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے.......... کیوں..........؟

خبردار!

مسلمان کو ''بنیاد پرست'' ہونے کا طعنہ دینے والے حضرات نوٹ فرمالیں کہ ایک سچا مسلمان ''بنیاد پرست'' نہیں بلکہ ''خدا پرست'' ہوا کرتا ہے.......... ہاں مگر جس ''بنیاد'' کی ''بنیاد'' پر ایک مسلمان کو ''بنیاد پرست'' کے خطاب سے نواز دیا جاتا ہے وہ ''بنیاد'' البتہ بڑی مضبوط ہے۔ اتنی مضبوط کہ باطل اس کے ساتھ ٹکرا کر پاش پاش تو ہو سکتا ہے مگر اس کا بال بیکا تک نہیں کر سکتا..........؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ مسلمان کی ''بنیاد'' آج سے قریباً چودہ صدیاں قبل اس عظیم ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھ دی تھی کہ متعصب فرنگی مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H. Hart) اپنی مشہور زمانہ کتاب "The 100 a ranking of the most influential persons in History" میں دنیا کی عظیم ترین شخصیات کا بلحاظ مرتبہ (Seniority Wise) تذکرہ کرتے ہوئے اس عظیم الشان شخصیت

اور جلیل القدر ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم ذیشان سرفہرست (Top of the list) لانے پر ''مجبور'' ہے۔ (۱۱۷)

مجبور یا انصاف پرور:

بعض لوگوں کو مائیکل ایچ ہارٹ کی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے سنا گیا ہے جو یہ رائے دیتے ہیں کہ ''دیکھا انگریز مصنف نے کمال انصاف سے کام لیا ہے جو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک کو اپنی کتاب میں سرفہرست رکھا''.......... لیکن ہم اس رائے سے قطعاً متفق نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر مائیکل ایچ ہارٹ اتنا ہی انصاف پرور تھا تو تاریخ کے ظالم و جابر حکمران و سپہ سالار چنگیز خان کو اپنی اس کتاب میں اسلام کی اس عظیم ہستی سے تئیس (23) درجے سینئر کیوں رکھا[1] کہ جس ہستی کے بارے میں اسی مائیکل ایچ ہارٹ کا مذہبی برادر ایک اور جدید مغربی مورخ رقمطراز ہے کہ:

"Had Islam produced an other Omar, there would be no religion but Islam, on the face of the earth."

ترجمہ: ''اگر اسلام میں ایک ''عمر (رضی اللہ عنہ)''، ''اور'' پیدا ہو جاتا تو دنیا بھر میں اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا وجود ہی نہ رہتا'' (۱۱۸)

علاوہ ازیں ''موہن داس گاندھی'' جیسے متعصب اور قوم پرست لیڈر کو تو اس کتاب میں جگہ مل سکتی ہے مگر محمد علی جناحؒ جیسے مدبر سیاستدان، باکمال اور مخلص راہنما کہ جس نے بغیر تلوار اٹھائے پاکستان جیسی عظیم مملکت فتح کرنے کا ایک منفرد اور انوکھا کارنامہ سرانجام دیا، کے لئے اس کتاب میں کوئی جگہ نہیں۔

ویسے اس سلسلے میں ہمارا ذاتی خیال یہ ہے کہ مائیکل ایچ ہارٹ نے ہمارے آقا تاجدارِ عرب وعجم کا ذکر انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی خاطر سرفہرست نہیں رکھا بلکہ وہ بامر مجبوری میرے آقا علیہ السلام کی تعریف کر رہا ہے۔ جبھی تو وہ اپنے اس

---

[1] 1978ء میں نیویارک (امریکہ) سے چھپنے والی مذکورہ کتاب میں چنگیز خان کا انتیسواں (29) جب کہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ باونویں (52) نمبر پر ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس پوری کتاب کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی امتی کا ذکر نہیں ملتا۔

مضمون (حضور کے متعلق کتاب کا پہلا مضمون) کی ابتداء ان الفاظ سے کرتا ہے۔

"ممکن ہے کہ انتہائی متاثر کن شخصیات کی فہرست میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا شمار سب سے پہلے کرنے پر چند احباب کو حیرت ہو اور کچھ معترض بھی ہوں لیکن یہ واحد تاریخی ہستی ہے جو مذہبی اور تاریخی دونوں محاذوں پر برابر طور پر کامیاب رہی۔" (۱۱۹)

قارئین کرام!

خلاصہ کلام یہ ٹھہرا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنتوں پر عمل کرنے والا ایک مسلمان ہر دور کے تقاضے باآسانی پورے کرسکتا ہے۔ کمپیوٹر دور ہو یا ایٹمی زمانہ یا پھر اس سے بھی جدید ترین دور ہی کیوں نہ آجائے حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا غلام کبھی ناکام نہیں ہوسکتا۔ اور جو کوئی محبوب کبریاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی ایک سنت کو بھی دقیانوسی عمل سمجھ کر ترک کر کے اپنے گمان میں جدید زمانہ کے شانہ بشانہ چلنے کی کوشش کرے گا تو اسے یہ جان لینا چاہئے کہ اس کا وہ جدید زمانہ ایک نہ ایک دن اس کے ساتھ قیامت کی چال چل جائے اور وہ ہاتھ ملتا رہ جائے، کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

یاد رکھیے! اگر آپ قیامت تک آنے والے ہر جدید دور کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر سنت کو اوڑھنا بچھونا بنالیں۔......... پھر آپ یقیناً کبھی ناکام نہیں ہوں گے (ان شاءاللہ تعالیٰ)

اس لئے ناکام نہیں ہوں گے کہ رب کعبہ کا حکم بھی تو یہی ہے کہ:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

"بے شک رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔"

اللہ رب العزت کا حکم ماننے والا انسان کبھی ناکام نہیں ہوسکتا۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر ۳:

تمباکو نوشی

تمباکو نوشی .... شرعی نقطۂ نظر سے:

یار لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ تمباکو نوشی کے جائز وناجائز ہونے کے بارے میں چونکہ اسلام خاموش ہے لہٰذا یہ بالکل جائز وحلال ہے.......... مانتے ہیں کہ اسلام نے تمباکو نوشی کو حرام قرار نہیں دیا لیکن جہاں تک اسلام کے اس بارے میں خاموش ہونے کا تعلق ہے یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ اسلام تو وہ دین ہے جسے تاقیامت کامل واکمل قرار دیا جاچکا ہے، لہٰذا ابن آدم کو قیامت تک پیش آنے والے کسی معاملے کے بارے میں اسلام چشم پوشی سے کام لے، یہ بات خارج ازممکنات ہے۔ چنانچہ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ ذیشان ہے:

جو شخص کچا پیاز، لہسن یا کوئی بدبودار سبزی (مولی وغیرہ) کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ جن چیزوں (کی بدبو) سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے ان چیزوں سے اللہ کے فرشتے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ (۱۲۰)

یاد رکھیئے! شہنشاہِ حکمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آج سے صدیوں قبل ہی مولی، کچا پیاز اور لہسن وغیرہ کی مثالیں ذکر فرما کر ہر اس چیز کو مکروہ قرار دے دیا ہے جو بھی بدبوئے دہن کا باعث بن سکتی ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ آج کے دور میں بدبوئے دہن کا سبب بننے والی اشیاء میں سے تمباکو نوشی ہی سرفہرست ہے۔ اسلام اگرچہ تمباکو نوشی کو حرام قرار نہیں دیتا لیکن ایسی چیزوں کے استعمال کے بعد اپنے منہ کو اچھی

طرح صاف کرنے پر ضرور زور دیتا ہے یعنی تمباکو نوشی کے بعد منہ کو اس طرح صاف کرلیا جائے کہ منہ میں بدبو کا نام ونشان تک نہ رہے.......... لیکن ہمارے خیال میں ایسا کرنا تو جوئے شیر لانے کے مترادف ہی ہوگا۔ اس لئے تمباکو نوشی سے پرہیز ہی بہتر ہوگا۔

حاصل کلام یہ کہ اوّل تو بوسیدگیٔ منہ کا سبب بننے والی چیزوں خصوصاً تمباکو نوشی سے مکمل پرہیز کرلیا جائے اگر ممکن نہ ہو تو مسواک کی سنت پر خوب عمل شروع کردیا جائے۔ اس سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے بدبوئے دہن ختم ہوتی رہے گی۔

تمباکو نوشی ...... سائنسی نقطۂ نظر سے:

مانتے ہیں کہ مسواک کے حوالے سے تو تمباکو نوشی کا موضوع اتنا ہی کافی ہے جتنا ہوچکا لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بدبوئے دہن کے علاوہ بھی تمباکو نوشی کے مضمرات کی لسٹ خاصی طویل ہے۔ اس ضمن میں میڈیکل سائنس نے کئی خطرناک انکشافات کئے ہیں۔ جن میں چند ایک کا تذکرہ کر بھی دیتے ہیں۔ تاکہ مسلمان بھائیوں کو اس خاموش دشمن کے شر سے محفوظ رکھا جاسکے۔

شیطان کو انسان کا سب سے بڑا دشمن کہا جاتا ہے یہ بالکل صحیح ہے مگر میڈیکل سائنس کے نقطۂ نظر سے وہ شخص بھی شیطان جیسا ہی انسانیت کا دشمن ہے جس نے انسان کے منہ کو تمباکو لگایا تھا اور تمباکو نوشی کی ابتداء کی تھی۔ اس روز سے آج تک ساری دنیا میں کتنے انسان تمباکو نوشی کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں، اس کے اعداد وشمار نہیں ملتے لیکن یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اب تک تمباکو نوشی کی پیدا کردہ بیماریوں سے مرنے والوں کی تعداد کروڑوں سے تجاوز کرچکی ہے۔

ہم یہ تفصیلات کہ تمباکو نوشی کس طرح انسان سے متعارف ہوئی اور کس طرح یہ عادت ساری دنیا میں پھیلی اور اس نے دنیا بھر کو اپنی گرفت میں لے لیا، بیان کرکے

آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ ہم تو یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ تمباکو نوشی کس قدر خطرناک عادت ہے سگریٹ کا پہلا کش بڑی سادگی اور معصومیت سے لگایا جاتا ہے بلکہ لگوایا جاتا ہے.......... عموماً یہ پہلا کش سگریٹ نوشی کے عادی دوست ہی لگواتے ہیں۔ جو دراصل دوستی کے پردے میں بڑی ہی خطرناک دشمنی ہوتی ہے۔ یہ پہلا کش انسان کو وقت سے بہت پہلے قبر میں نہیں تو قبر کے قریب تو ضرور لا کھڑا کرتا ہے.......... وہ کیسے..........؟.......... آگے پڑھیے۔

ایک آدمی..........سولہ قاتل

سگریٹ نوشی بلکہ کسی بھی طریقے سے تمباکو نوشی کا جب ذکر آتا ہے تو عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ تمباکو میں نکوٹین (Nicotine) ہوتی ہے یا کاربن مانو اکسائیڈ (Corbon Monoxide) کا نام بھی لیا جاتا ہے.......... مگر حقیقت یہ ہے کہ تمباکو کے دھوئیں میں سولہ (16) ایسے کیمیائی مرکبات پائے جاتے ہیں جو نہ صرف تمباکو پینے والوں کے لئے زہر کا اثر رکھتے ہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی خطرناک ہوتے ہیں جو تمباکو تو نہیں پیتے مگر تمباکو نوشوں کے چھوڑے ہوئے دھوئیں کی زد میں آتے ہیں.......... ان سولہ مرکبات کا انکشاف ناروے کے ڈاکٹروں نے کیا۔

(1) ایکرولین (Acrolein):

یہ ایک زہریلا اور بے رنگ سیال ہے جس کے بخارات خارش اور سوزش پیدا کرتے ہیں۔

(2) کاربن مانو اکسائیڈ (Corbon Monoxide):

یہ انتہائی زہریلی اور جلنے والی گیس ہے۔ جو متعدد کیمیائی اشیاء کی تیاری میں استعمال ہوتی ہے۔ کاربن مانو اکسائیڈ جب دھوئیں کی شکل میں پھیپھڑوں میں جاتی ہے تو آکسیجن (Oxgin) کو جسم کے ریشوں تک جانے سے روک دیتی ہے۔ اس

سے جسمانی کمزوری اور سستی پیدا ہوتی ہے۔

(3) نکوٹین (Nocotine):

یہ تمباکو کا سب سے بڑا اور اہم جزو ہے جو شورے کی قسم کا زہریلا مادہ ہے۔ نکوٹین کیڑے مار دوائیوں میں استعمال ہوتی ہے۔ اپنے زہریلے اثرات کی وجہ سے نکوٹین مویشیوں کے جسموں پر بسیرا کرنے والے کیڑوں کو مارنے کے لئے بھی استعمال کی جاتی ہے۔

(4) امونیا (Ammonia):

یہ نائٹروجن اور ہائیڈروجن کی مرکب گیس ہے جو ریفریجریٹروں، فریزروں اور ایئر کنڈیشنروں میں استعمال ہوتی ہے۔ یہ گیس پٹرول بلکہ بارود کی طرح آگ پکڑتی ہے۔ یہ مصنوعی کھادوں اور مچھر، مکھیاں مارنے والے سپرے میں بھی شامل کی جاتی ہے۔ جس سے اس کے زہریلے اثرات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(5) فورمک ایسڈ (Formic Acid):

نام سے ظاہر ہے کہ یہ کوئی تیزاب ہے۔ یہ ایک تیز تیزاب ہے جو سیال ہوتا ہے یہ ٹیکسٹائل انڈسٹری میں چمڑے کو ایک خاص حالت میں لانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ Formic Acid جب تمباکو کے دھوئیں کے ساتھ جسم میں جاتا ہے تو لعاب (سب سے پہلے حلق کی تری اور پھر پھیپھڑوں کی نمی کو خشک کرتا ہے۔ یہ عمل جسمانی صحت کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔

(6) ہائیڈروجن سائنائیڈ (Hidrogen Cyanide):

یہ انتہائی زہریلا سیال ہے جو لوہے اور فولاد کو سخت کرنے کے لئے اور کئی کیمیائی اشیاء میں استعمال ہوتا ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور کئی یورپی ممالک میں جس مجرم کو سزائے موت دی جانی ہوتی ہے اسے گیس چیمبر میں کرسی پر بٹھا کر کرسی کے ساتھ

باندھ دیتے ہیں اور گیس چھوڑ دی جاتی ہے۔ مجرم نصف منٹ سے کم عرصے میں مر جاتا ہے۔اس مقصد کے لئے یہی گیس یعنی ہائیڈروجن سائنائیڈ ہی استعمال ہوتی ہے۔

(7) نائٹرس اکسائیڈز (Nitrous Oxide):

یہ مختلف گیسوں کا مرکب ہے۔ یہ جب کسی ہائیڈرو کاربن سے ملتی ہے تو دم گھٹنے کی علامات پیدا کرتی ہے۔ گیسوں کے اس گروپ میں نائٹروجن ڈائی اکسائیڈ بھی ہوتی ہے۔ جو جسم کے ریشوں اور خلیوں کو کمزور کرنے کے علاوہ تنفس کے امراض بھی پیدا کرتی ہے۔

(8) فارمل ڈی ہائیڈ (Formal Dehyde):

یہ بھی ایک تیز بو والی گیس ہے جو مچھر مکھیاں مارنے والے سپرے میں شامل ہوتی ہے۔ یہ حلق، پھیپھڑوں اور سانس کی نالیوں میں سوزش پیدا کرتی ہے۔ اور ان اعضاء کی ضروری نمی اور لعاب کو خشک کر دیتی ہے۔

(9) فینال (Phenol):

یہ بھی زہریلا تیزاب ہے جو کوئلے اور تارکول میں پایا جاتا ہے۔

(10) ایسٹال ڈی ہائیڈ (Acetal Dehyde):

یہ فوراً آگ پکڑنے والا سیال ہے اور انتہائی زہریلا بھی۔ یہ آنکھوں کو چبھتا ہے اور جسم کے ضروری لعاب کو خشک کرتا ہے اور پھیپھڑوں کی جھلیوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ زہریلا مادہ دل کی دھڑکن کو تیز کر دیتا ہے جس سے دل کا کوئی نہ کوئی عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ یہ بلڈ پریشر کو ہائی کرتا ہے اور خون کے سرخ وسفید سیل کم کرتا ہے۔

(11) ہائیڈروجن سلفائیڈ (Hydrogen Sulfide):

یہ زہریلی گیس ہے جو اشیاء کے گلنے سڑنے سے پیدا ہوتی ہے اور کیمیکل لیبارٹریوں میں کثرت کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔

(12) پائیراڈائین (Pyridine):

یہ جلدی آگ پکڑنے والی گیس ہے۔ جو پانی میں کیڑے مکوڑے مارنے والی دوائیوں اور جراثیم کش ادویات میں استعمال ہوتی ہے۔

(13) میتھائل کلورائیڈ (Methyl Chloride):

یہ بھی زہریلی گیس ہے جو ربڑ بنانے اور رنگ صاف کرنے میں استعمال ہوتی ہے۔ نیز اسے پٹرول کی تیاری میں کام میں لایا جاتا ہے۔

(14) پروپائیونل ڈی ہائیڈ (Propional De Hyde):

یہ بے رنگ سیال ہے جو گیس کی صورت میں پھیپھڑوں میں جاتا ہے تو دم گھٹنے لگتا ہے۔ یہ پلاسٹک اور ربڑ کی تیاری میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ مچھروں، مکھیوں اور کیڑوں کو مار دیتا ہے۔

(15) ایسٹونائٹرائل (Acetonitrile):

یہ ایک زہریلا مرکب ہے جو تارکول میں پایا جاتا ہے۔ یہ بھی پلاسٹک اور ربڑ میں استعمال ہوتا ہے کیڑے مار دوائیوں اور جدید عطروں میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

(16) متھانول (Methanol):

یہ زہریلا الکوحل ہے جو یخ بستہ اشیاء کو پگھلاتا ہے۔ راکٹ کے ایندھن (Fuel) میں استعمال ہوتا ہے۔ رنگوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

یہ وہ سولہ زہر ہیں جو تمباکو نوش خواتین و حضرات سگریٹ، حقہ، پائپ، سگار اور چلم وغیرہ کے ذریعے اپنے جسموں میں داخل کر کے اپنی قبریں اپنے ہاتھوں سے کھود رہے ہیں۔ ان کی زندگی بے کیف ہے اور وہ قدرت کی خوشبوؤں اور کئی طرح کی لذتوں سے محروم ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ہی نہیں بلکہ اپنے معصوم بچوں کو بھی تمباکو کے دھوئیں کی صورت میں زہر کا تحفہ دے رہے ہیں۔ (۱۲۱)

نقصان تو بہر حال ہے ہی:

تمباکونوشی کا طریقہ جو کچھ بھی ہو، چلم ہو، حقہ ہو، پائپ ہو، سگار ہو، گھٹیا یا اعلیٰ قسم کا سگریٹ ہو نقصانات ایک جیسے ہیں.......... وہ کیسے؟.......... دھواں کاغذ کا ہو، لکڑی کا ہو، کوئلوں کا ہو یا کسی بھی چیز کا ہو، اس کا پھیپھڑوں میں جانا کسی طور بھی خطرے سے خالی نہیں.......... پھر تمباکو کا دھواں..........؟ جو کئی زہریلے کیمیکلز کا مرکب ہے.......... جب آپ دھواں اپنے اندر کھینچ کر لے جاتے ہیں اور پھر چند سیکنڈ کے بعد اسے باہر لاتے ہیں تو یاد رکھیے! اس دھوئیں کا نوے فیصد (90%) حصہ آپ کے پھیپھڑوں کے اندر ہی رہ جاتا ہے جو ہوا کی نالیوں اور تھیلیوں میں جمع ہو کر زہریلے مواد کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور بعض اوقات ان نالیوں اور تھیلیوں کو بند بھی کر دیتا ہے۔ اس طرح پھیپھڑے متورم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کا اثر گلے پر بھی پڑتا ہے۔ پھر کھانسی اور تمباکونوشی مل کر کرانک برونکائٹس اور ایمفیسیما کا باعث بنتے ہیں۔ ابتداء میں علاج و پرہیز (تمباکونوشی سے پرہیز) نہ کیا جائے تو مرض لاعلاج ہو کر موت یقینی ہو جاتی ہے۔

حاملہ عورتیں اور تمباکونوشی:

بعض عورتیں مردوں کی دیکھا دیکھی یا پیٹ میں گیس وغیرہ کے علاج کے بہانے تمباکونوشی کی علّت میں مبتلا ہو جاتی ہیں اگرچہ تمباکونوشی کے نقصانات تو مردوں اور عورتوں میں ایک جیسے ہیں لیکن ایک بات قابل توجہ رہے کہ جس عورت کے رحم میں بچہ پرورش پا رہا ہو اگر وہ عورت تمباکونوش ہے تو تمباکو کے بد اثرات لازمی طور پر بچے کے حصے میں بھی آتے ہیں۔ بلکہ عالمی شہرت یافتہ ڈاکٹروں نے تو تمباکونوش ماؤں کے نوزائیدہ بچوں کے خون کے لیبارٹری ٹیسٹ کر کے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ تمباکونوشی کا اثر ماں پر اتنا زیادہ نہیں ہوتا جتنا اس کے رحم میں پرورش پانے والے بچے پر ہوتا ہے اس

ضمن میں چند ایک عجیب و غریب قسم کے انکشافات حوالۂ قرطاس بھی کر دیتے ہیں۔

تمباکونوش مائیں.......... جرائم پیشہ بیٹے:

کچھ عرصہ قبل شکاگو یونیورسٹی اور پیٹس برگ یونیورسٹی کے سائنس دانوں نے ایک مشترکہ ریسرچ رپورٹ پیش کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ ایسی عورتیں جو دوران حمل دس (10) سے زائد سگریٹ یومیہ پیتی ہیں ان کے بچے غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ رپورٹ میں سگریٹ نوشی کے مضمرات کو دوررس قرار دیتے ہوئے یہ کہا گیا کہ جرائم پیشہ لوگوں کی کل تعداد میں دس فیصد (10%) افراد ایسے ہوتے ہیں جن کی مائیں دورانِ حمل سگریٹ نوشی کرتی رہی ہیں۔ یہی دس فیصد طبقہ پچاس فیصد جرائم کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ (۱۲۲)

ماہرین نفسیات نے اپنی یہ تحقیقاتی رپورٹ جرائم پیشہ لوگوں کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد تیار کی تھی۔ جس میں بعض دیگر عناصر کو بھی پیش نظر رکھا گیا مثلاً ان (جرائم پیشہ) افراد کے خاندان کی سماجی و اقتصادی حیثیت کیا تھی..........؟ پیدائش کے وقت ماں کی عمر کتنی تھی؟ اور والدین یا سسرالیوں کا رویہ کیسا تھا۔ گھر کا نظم و ضبط کس حد تک مؤثر یا بے اثر تھا۔

اس جائزے میں ماہرین نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جرائم پیشہ افراد میں اس منفی رویے کا ممکنہ سبب رحم مادر میں بچے کے ذہن کی نشو و نما پر نکوٹین کا بُرا اثر ہے۔ (۱۲۳)

اس رپورٹ کے بعد ماہرین نفسیات نے کہا ہے کہ اگر دوران حمل تمباکونوشی بچے کے لئے واقعی خطرناک نتائج کی حامل ہو سکتی ہے تو اس کا مداوا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ بعد میں بچوں کے نفسیاتی علاج پر بھاری رقوم خرچ کرنے کی بجائے حاملہ عورتوں کو تمباکونوشی سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

نیویارک کی اوچر یونیورسٹی اور ہاورڈ سکول آف پبلک ہیلتھ کے ایک مطالعہ میں یہ بات بتائی گئی کہ ماؤں کی سگریٹ نوشی بچے کی شخصیت و کردار کو بُری طرح متاثر

کرتی ہے۔ بیس سے زائد سگریٹ یومیہ پینے والی ماؤں کے بچے نافرمان جھگڑالو اور تنقید پسند ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سگریٹ نوش ماؤں کی انگلیاں ہر وقت سگریٹ کے دھوئیں اور راکھ سے آلودہ رہتی ہیں یعنی نکوٹین اور سگریٹ کے دھوئیں میں موجود دیگر خطرناک مرکبات سے آلودہ ہاتھوں سے ہی وہ اپنے بچوں کو کھلاتی پلاتی رہتی ہیں۔ بچے میں مثبت صلاحیتیں پروان چڑھنے کی بجائے منفی سرگرمیاں اجاگر ہونے لگتی ہیں۔(۱۲۴)

آنکھوں کا موتیا..........ڈاکٹر گراہم کی رپورٹ:

اللہ رب العزت کی بہت ساری نعمتوں میں حیاتین۔ الف یعنی (Vitamins-A) پایا جاتا ہے مثلاً سبز اور پیلی سبزیاں، دودھ اور کلیجی وغیرہ .... برطانوی ڈاکٹر گراہم کولڈ ٹنر کی حالیہ ریسرچ رپورٹ کے مطابق جو افراد اپنی خوراک میں وٹامن۔ اے کا خوب استعمال کرتے ہیں ان میں دوسروں کی نسبت آنکھوں کے موتیے کے امکانات چالیس فیصد کم ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی رپورٹ میں یہ بھی ہے کہ سگریٹ نوش افراد اپنی خوراک میں خواہ کتنی ہی وٹامن اے لیتے رہیں وہ اس سے پوری طرح مستفید نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ سگریٹ کا دھواں اپنے مخصوص کیمیائی ردِعمل کے ذریعے وٹامن اے کے اثر کو فوراً زائل کر دیتا ہے۔ اس طرح آنکھوں میں موتیا اترنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔(۱۲۵)

اب بتائیے! کہیں آنکھوں کا اپریشن کروانے کا پروگرام تو نہیں..........؟

امریکی سرجن جنرل کی رپورٹ:

1960ء میں میڈیکل سائنس نے باقاعدہ طور پر یہ انکشاف کر دیا کہ تمباکو نوشی پھیپھڑوں کے کینسر کا سبب بنتی ہے۔ اس سے قبل صرف اتنا کہا جاتا تھا کہ تمباکو نوشی میں نہ صرف پیسہ ضائع ہوتا ہے بلکہ صحت کو نقصان بھی پہنچتا ہے۔ صحت کا نقصان

صرف اتنا بتایا جاتا تھا کہ اس سے پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں۔ تاہم 1964ء میں امریکی سرجن جنرل نے اپنے تجربات و مشاہدات اور کئی ایک لیبارٹری ٹیسٹوں کی روشنی میں تمباکو نوشی کے خطرناک اثرات کے بارے میں اپنی ایک طویل ریسرچ رپورٹ پیش کی۔ اس رپورٹ کے مطابق تمباکو نوشی کے جو خطرناک اثرات سامنے آئے ان میں پھیپھڑوں اور گلے کا کینسر، دل کے امراض اور پھیپھڑوں کا خطرناک مرض Emphysema وغیرہ خاص طور پر شامل ہیں۔

چنانچہ 1965ء میں امریکہ کی تمام سگریٹ ساز کمپنیوں کو ایک قانون کے ذریعے پابند کر دیا گیا کہ وہ سگریٹ اور سگار کے ہر پیکٹ پر یہ تحریر چھاپا کریں:

ترجمہ: ”سرجن جنرل نے فیصلہ دیا ہے کہ سگریٹ نوشی صحت کے لئے خطرناک ہے۔“(۱۲۶)

بعد ازاں ترقی پذیر ممالک کی حکومتوں کو بھی تمباکو نوشی کے مضرات کے متعلق غور و فکر لاحق ہونے لگی۔ چنانچہ وزارتِ صحت پاکستان نے بھی نوٹس لیا اور ملک بھر کی سگریٹ ساز کمپنیوں کو پابند کر دیا کہ وہ سگریٹ کے ہر پیکٹ پر یہ تحریر چھاپا کریں۔

Warning: "Smoking is injurous to health."
Ministry of Health.

خبردار: ”تمباکو نوشی صحت کے لئے مضر ہے۔“ وزارتِ صحت۔

جب مردہ اجسام کا معائنہ کیا گیا.......:

کچھ عرصہ قبل ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا ”ہمارا ماحول اور سرطان کا پھیلاؤ“.......... یہ مضمون چوہدری محمد اشرف پرنسپل سائنٹیفک آفیسر اور ڈاکٹر حبیب اللہ سینئر سائنٹیفک آفیسر نے لکھا تھا۔ مصنفین لکھتے ہیں:

”سگریٹ اور سرطان کا تعلق پہلی بار 1939ء میں واضح ہوا۔ جب سرطان سے ہلاک ہونے والے مردہ اجسام کا معائنہ کیا گیا تو یہ انکشاف ہوا کہ تمام مریض

سگریٹ نوشی کرتے تھے۔ان میں اکثر مریض پھیپھڑوں کے سرطان میں مبتلا تھے۔ بعد میں جب تفصیلی تحقیقات کی گئیں یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ سگریٹ اور پھیپھڑوں کا تعلق نہایت گہرا ہے۔ جب زیادہ سگریٹ پینے والوں نے سگریٹ نوشی ترک کردی تو سرطان کی شرح انتہائی کم ہوگئی۔''

''1962ء میں امریکہ میں ایک کمیٹی قائم کی گئی جس نے سگریٹ اور سرطان کے تعلق کے سلسلے میں وسیع تحقیقات کیں اور اپنی رپورٹس 1967ء، 1969ء اور 1972ء میں شائع کیں۔ان رپورٹوں میں جو نتائج اخذ کئے گئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سگریٹ پھیپھڑوں کا سرطان پھیلانے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ جتنا زیادہ کوئی سگریٹ نوش ہے، اگر وہ سگریٹ نوشی چھوڑ دے تو سرطان کی شرح میں کمی واقع ہوجاتی ہے.......... سگریٹ نہ پینے والوں سے سگریٹ پینے والے افراد کوئی دس گنا زیادہ سرطان کے خطرے سے دو چار ہوتے ہیں۔ تمباکو نوشی جو سگریٹ کے ذریعے کی جاتی ہے سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ اس سے نہ صرف پھیپھڑے متاثر ہوتے ہیں بلکہ یہ ہونٹوں اور گردوں کے سرطان کا بھی موجب بنتی ہے۔ سگریٹ میں نکوٹین اور دوسرے ایسے مرکبات ہوتے ہیں جو سرطان کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے دھوئیں میں ہائیڈروکاربن جیسے مرکبات بھی ہوتے ہیں جو تارکول میں ہونے کی وجہ سے اسے سرطان کا موجب بناتے ہیں۔ سگریٹ کے دھوئیں کو تجزیاتی طور پر جانوروں کی جلد پر مسلسل چھوڑنے سے نہ صرف ان کی جلد پر نائٹروسامین موجود ہوتا ہے (جس سے دماغی رسولی بن جاتی ہے جو کافی مہلک ہوتی ہے) بلکہ سگریٹ کے دھوئیں میں تابکاری بلونیم بھی ہوتا ہے جو سرطان کو بہت زیادہ پھیلاتا ہے۔'' (۱۲۷)

خفیہ قاتل.......... دلچسپ طریقہ واردات:

یہاں ایک ایسے مہلک مرض کی تفصیلات درج کی جارہی ہیں جو تقریباً ہر کس و ناکس تمباکو نوش کو لاحق ہو ہی جاتا ہے۔ جسے میڈیکل سائنس نے پلمونری ایمفیسیما

(Pulmonary Emphysema) کا نام دیا ہے۔ یہ انتہائی غیر محسوس قسم کا خطرناک مرض ہے جو ابتداء میں اپنا آپ ظاہر نہیں کرتا لیکن جوانی ڈھل جانے کے بعد اپنا اثر دکھاتا ہے۔ مرض کی ابتدائی علامات عام سی کھانسی جیسی ہوتی ہیں۔ لوگ اسے معمولی کھانسی یا محض سگریٹ نوشی کی کھانسی سمجھ کر نظر انداز کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس مرض کی ابتداء غیر محسوس مگر انتہا اتنی خطرناک ہوتی ہے کہ یہ مرض قابو میں آنے کی بجائے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ دراصل جوانی ڈھل جانے کے بعد قوت مدافعت کمزور پڑ چکی ہوتی ہے۔ جبکہ جوانی میں یہ مرض دبا رہتا ہے.......... یہ مرض انسان کو ٹی بی اور پھیپھڑوں کے کینسر میں مبتلا نہ بھی کرے تو پھر بھی اس کے لئے اس قدر مہلک ثابت ہوتا ہے کہ اسے زندہ لاش بنائے رکھتا ہے۔ کسی وقت کا تندرست و توانا انسان ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ جاتا ہے بالآخر سسک سسک کر مر جاتا ہے۔

قارئین محترم! ایمفیسیما (Emphysema) کی ابتداء اور انتہا کو سمجھنے کے لئے ضروری ہوگا کہ پہلے پھیپھڑوں کی ساخت اور کارکردگی کو بالوضاحت عرض کر دیا جائے۔

ا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ پھیپھڑے کہاں واقع ہیں۔ پھیپھڑوں کے اندر ایسی بے شمار رگیں اور نالیاں ہوتی ہیں جن کا معائنہ خوردبین کے بغیر غیر ممکن ہے ان کے علاوہ پھیپھڑوں کے اندر ہوا کی تھیلیاں بھی ہوتی ہیں۔ جو سائز میں اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ ایک انسان کے دو پھیپھڑوں کے اندر ان کی تعداد پچھتر کروڑ ہوتی ہے 'بغیر خوردبین کے ان کا معائنہ بھی ناممکن ہے۔

غور فرمائیے! ان مذکورہ تھیلیوں میں سے اگر ایک تھیلی بھی کسی وجہ سے بند ہو جائے تو پھیپھڑوں کی کارکردگی میں یقیناً نقص واقع ہو جاتا ہے۔ پھر یہی نقص ہلکی سی کھانسی کی صورت میں ظاہر ہو بھی جاتا ہے۔ لیکن معمولی سی اس کھانسی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ انسانی بدن جیسی قیمتی مشین کا ہر کل پُرزہ ہی نازک ہوتا ہے۔ لیکن پھیپھڑے کچھ زیادہ ہی نازک واقع ہوتے ہیں۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے ان کے اندر ایک دفاعی نظام قائم فرمادیا ہے۔ بیرونی حملہ کی صورت میں یہ نظام ایک مخصوص قسم کا لعاب پیدا کرتا ہے۔ مثلاً جب آپ کھانستے ہیں تو آپ کے پھیپھڑوں کی اندرونی سطح پر ایک زدسی پڑتی ہے۔ لعاب بنانے والا نظام چوٹ کے پڑتے ہی فوراً لعاب مہیا کردیتا ہے اور پھیپھڑوں کو مجروح ہونے سے بچالیتا ہے۔ یہاں غور طلب نکتہ یہ ہے کہ مسلسل کھانستے رہنے سے یہ لعاب بنتا اور خرچ ہوتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے قدرتی مقدار سے زیادہ بننا پڑتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لعاب پیدا کرنے والی مشینری متورم ہونے لگتی ہے یہ ورم انسان کو تباہی کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ بھولا بھالا انسان ابھی تک اس نازک مرحلہ کو بھی معمولی ہی سمجھتا رہتا ہے۔

۳۔ پھیپھڑے انسان کو ایک نہایت ہی قیمتی شے فراہم کرتے ہیں .... کیا بھلا ....؟ اس قیمتی شے کا نام ''آکسیجن'' (Oxigen) ہے آکسیجن کے بغیر انسان ایک لحہ کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ پھیپھڑے ہوا سے آکسیجن حاصل کر کے خون میں شامل کرتے جاتے ہیں اور کاربن ڈائی اکسائیڈ کو جسم سے باہر خارج کرتے رہتے ہیں۔ یہ عمل پھیپھڑوں کی انہی تھیلیوں کے ذریعے سے ہوتا ہے جن کی تعداد پچھتر کروڑ بتائی جا چکی ہے۔ پھیپھڑوں کی بے شمار نالیاں اور رگیں اس عمل میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں .... اگر ان تھیلیوں اور نالیوں میں کسی قسم کی خرابی واقع ہو جائے تو مہلک ترین مرض ایمفیسیما (Emphysema) کی ابتداء ہو جاتی ہے۔ یعنی مسلسل کھانستے رہنے سے مذکورہ تھیلیوں میں سکڑنے اور پھیلنے کا وصف (Elasticity) کم ہوتے ہوتے بالکل ہی ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ نالیاں اور تھیلیاں متورم ہونے لگتی

ہیں۔ پھر ان میں سوجن آجاتی ہے۔ اور یہ یکے بعد دیگرے بند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں یہ فضا سے آکسیجن لینے کے قابل رہتی ہیں نہ جسم سے کاربن ڈائی اکسائیڈ کو مناسب (Proper) طریقے سے خارج کر پاتی ہیں۔ اور یہ زہریلی گیس جسم کے اندر ہی رہتی ہے۔

نازک ترین نکتہ یہ ہے کہ اگر کاربن ڈائی اکسائیڈ جسم سے خارج نہ ہو تو جسم میں جہاں کئی اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہاں دل پر گھبراہٹ اور بے چینی کی کیفیت بھی طاری ہونے لگتی ہے۔

تمباکو کے دھوئیں کا کیمیائی تجزیہ پیش کرتے ہوئے ہم جن سولہ زہریلے کیمیکلز کا ذکر کر چکے ہیں ان میں ایک کاربن مانو اکسائیڈ بھی ہے۔ یہ ایسی گیس ہے جس کی کوئی بو نہیں ہوتی۔ یہ خون کے ان ذرات پر اثر انداز ہوتی ہے جو آکسیجن کے حامل ہوتے ہیں۔ یعنی یہ خون کے Hemoglobin کو متاثر کرتی ہے۔ اس گیس کی زیادہ مقدار خون کو آکسیجن سے محروم بھی کر سکتی ہے۔ جس کا نتیجہ دل کے عارضے کے مریضوں کے لئے تو بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ جو چیز دل کے امراض کے لئے مضر ہے وہ دل کے مرض میں بھی تو مبتلا کر سکتی ہے .... کیا خیال ہے آپ کا ....؟

بہرحال ایمفیسیما (Emphysema) جب شدت اختیار کر لیتا ہے تو اس کی بعض علامات دل کے امراض سے بالکل ملتی جلتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو مریض کسی ناتجربہ کار ڈاکٹر کے پاس چلے جاتے ہیں وہ دل کے مریض قرار دے دیئے جاتے ہیں۔ دراصل اس مرض کا واضح سراغ چالیس سال کی عمر کے بعد (اکثر عمر کے پچاسویں سال) ملتا ہے۔ لیکن اس وقت یہ مرض تقریباً لاعلاج ہو چکا ہوتا ہے۔ مریض کو زندہ رکھنے کے لئے مصنوعی آکسیجن کا سہارا لیا جاتا ہے۔

دوستو! ''ایمفیسیما'' لاعلاج مرض ہے۔ لیکن اس کے بارے میں آپ کا ایک

خوف دور کرتے چلیں کہ یہ مرض خود پیدا نہیں ہوتا بلکہ خود پیدا کیا جاتا ہے یعنی اپنی مدد آپ کے تحت پیدا کیا جاتا ہے اپنی ہی بے احتیاطی اور بد پرہیزی سے یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے.......... ڈاکٹر صہیب احمد بٹ صاحب بد پرہیزی میں سگریٹ نوشی کو سرفہرست قرار دیتے ہیں۔ (۱۲۸)

یہ بیماری والی کھانسی تو نہیں:

ڈاکٹر صہیب احمد بٹ صاحب فرماتے ہیں کہ گو ''ایمفیسیما'' کی ابتداء معمولی سی کھانسی سے ہوتی ہے لیکن میں نے ایسے کئی مریضوں کو دیکھا ہے جن کو تمباکو نوشی یا سگریٹ نوشی کی وجہ سے کھانسی لگی رہتی ہے۔ لیکن وہ اس کا علاج نہیں کرواتے وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ بیماری والی کھانسی تو نہیں بلکہ یہ تو محض سگریٹ والی کھانسی ہے ....بس ذرا سی دیر کے لئے آ جاتی ہے .... بھلا بیماری سے اس کا کیا تعلق ....؟ لیکن اگر ''ذرا سی دیر کے لئے آنے والی اس کھانسی'' کا علاج بروقت کرلیا جائے اور ''ذرا سی دیر کے لئے آنے والی اس کھانسی'' کا سبب بننے والی سگریٹ نوشی کو بھی خدا حافظ کہہ دیا جائے تو..........؟؟؟

کنیڈین ڈاکٹر کا انکشاف:

نومبر 1989ء کے ''شمارۂ حکایت'' میں کنیڈا کے ایک ڈاکٹر کی ایک تحقیق شائع ہوئی تھی جس میں ڈاکٹر صاحب نے سگریٹ نوشی سے پیدا ہونے والے ایک مرض کا انکشاف کیا ہے جسے میڈیکل سائنس نے "Buerger Disease" کا نام دیا ہے۔ یہ مرض صرف سگریٹ نوشوں کو ہی لاحق ہوتا ہے۔ عموماً اس کا شکار نوجوان طبقہ ہوتا ہے..........تمباکو کا دھواں جب خون میں شامل ہوتا ہے تو بعض نوجوانوں کے جسموں میں اس قسم کے اثرات مرتب کر دیتا ہے کہ خون کی نالیوں، شریانوں، رگوں اور اعصاب میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے بعض شریانیں بند ہو جاتی ہیں۔

اس مرض کی ابتدائی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ جسم کے جس عضو (مثلاً بازو یا ٹانگ وغیرہ) پر اس کا اثر ہوتا ہے وہ حصہ جسم ٹھنڈا پڑنے لگتا ہے۔ پھر اس میں درد شروع ہو جاتا ہے اور سوزش اندر ہی اندر فسادِ نسیج (Gangrene) کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق اس مرض کا واحد علاج یہ ہے کہ اس متاثرہ عضو کو جسم سے کاٹ دیا جائے۔ (۱۲۹)

جس گھر میں تمباکو نوشی ہو رہی ہو......

چلتے چلتے ایک نہایت ضروری نکتہ پر اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرواتے چلیں .... وہ یہ کہ جس گھر میں تمباکو نوش موجود ہوں اس گھر کے بچوں پر بھی تمباکو نوشی کے بُرے اثرات مرتب ہونا یقینی ہے.......... وہ کس طرح..........؟

جس کمرے میں تمباکو نوشی ہو رہی ہو تو لامحالہ تمباکو نوشی کا دھواں کمرے کی فضا میں جمع ہوتا رہے گا۔ اب اگر اس کمرے میں بچے موجود ہیں وہ دھواں سانسوں کے ذریعے یقیناً ان کے پھیپھڑوں میں جاتا رہتا ہے.......... پھر جانے کیا کیا گل کھلاتا ہے..........؟ .... سنیئے! اگر آپ کو اپنا خیال نہیں تو بچوں کا ہی خیال کر لیجئے .... ان معصوموں کو تو مفت میں زہر منتقل نہ کریں..........

اف یہ نکوٹین......

نکوٹین (Nicotin) تمباکو کا لازمی جزو ہے جو ایک Alkloid ہے۔ جسم کے جن اہم اعضاء پر نکوٹین کا اثر ہوتا ہے ان میں پھیپھڑے، ان کی نالیاں اور تھیلیاں، گردے، خون کی شریانیں، دل کی Coronary شریان، معدہ، انتڑیاں اور دماغ کے کچھ حصے شامل ہیں۔ نکوٹین خون کے ایک ہارمون کا اضافہ کرتی ہے۔ جس سے دل کی شریانیں سکڑ جاتی ہیں اور خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ دل کی دھڑکن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے دل کا ایک عارضہ پیدا ہو جاتا ہے جسے Extra Systoles

کا نام دیا جاتا ہے۔ دل کی رفتار بڑھنے کے ساتھ آکسیجن کی مقدار بھی بڑھنی چاہیے لیکن نہیں بڑھتی .... کیونکہ آکسیجن کی بجائے جسم میں تمباکو کا دھواں داخل ہو رہا ہوتا ہے۔ جس سے انسان دل کے درد کے ایک مرض Angina میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مسلسل سگریٹ نوشی سے Adrenaline کی مقدار میں اضافہ ہوتا رہتا ہے جس کا براہ راست اثر خون سپلائی کرنے والی شریان Loronary Artery پر ہوتا ہے یہ دل کو ناکافی خون سپلائی کرنے لگتی ہے اور اس شریان کے اندر چربی جمنے لگتی ہے۔ جس سے اس کے سکڑنے اور پھیلنے میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ بالآخر یہ ایک سخت ٹیوب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس سے Athrosclerosis کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ یہ مرض عموماً چالیس سال کی عمر کے بعد ظاہر ہونے لگتا ہے۔ جوانی میں قوتِ مدافعت اسے دبائے رکھتی ہے۔ لیکن چالیس سال کی عمر کے بعد قوتِ مدافعت جب کمزور پڑنے لگتی ہے تو مرض زور پکڑ لیتا ہے .... اگر اب بھی سگریٹ نوشی کو جاری رکھا جائے تو خون کے ذرات میں ایک مادہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے ذرات آپس میں چپکنے لگتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں گردش خون میں رکاوٹ پیدا ہونے لگتی ہے۔ جس سے ایک مرض جنم لیتا ہے جسے کروزی تھرونبوسیس (Cronary Thrombosis) کہا جاتا ہے۔ اس سے دل کو خون کی سپلائی کم ہوتے ہوتے بند ہو جاتی ہے۔ بالآخر حرکت قلب بند ہو جاتی ہے اور کھیل ختم ہو جاتا ہے۔

برٹش تھوراسک سوسائٹی (برطانیہ) کی رپورٹ:

تمباکو نوش سگریٹ نوشی وغیرہ کی پیدا کردہ کھانسی کو عام سی تکلیف سمجھتے ہوئے نظر انداز کرتے رہتے ہیں لیکن ان کو کون بتائے کہ یہ پھیپھڑوں کی مہلک ترین بیماری ''خفیہ قاتل'' کا ہاتھ بھی ہو سکتی ہے۔ برٹش تھوراسک سوسائٹی (برطانیہ) کی حالیہ تحقیق کے مطابق ہر پانچواں سگریٹ نوش کھانسی میں مبتلا پایا جاتا ہے۔ لیکن ان میں

سے دو تہائی اس امر سے بے خبر ہوتے ہیں کہ ان کی یہ کھانسی "C.C.O.P.D" کی علامت بھی ہو سکتی ہے۔ سی۔ سی۔ او۔ پی۔ ڈی پھیپھڑوں کی ایک مہلک بیماری کا نام ہے۔ سوسائیٹی کی سروے رپورٹ کے مطابق ہر سال تین ہزار سے زائد برطانوی پھیپھڑوں کی اس مذکورہ بیماری کے باعث زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ (۱۳۰)

ایک غلط فہمی:

بعض لوگ دماغی تھکن، پریشانیوں، تفکرات اور معاشرتی ناہمواریوں سے تنگ آ کر تمباکو نوشی کے عادی ہو جاتے ہیں .... یار لوگوں کو اکثر یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ''سگریٹ'' غم غلط کرتا ہے۔ اور یہ تنہائی کا ساتھی ہے۔

یاد رکھیں! یہ محض ایک مفروضہ ہے .... تمباکو ہرگز غم غلط نہیں کرتا بلکہ کچھ اور غم پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگ غم اور پریشانی کے عالم میں سگریٹ نوشی شروع کر دیتے ہیں۔ اور سگریٹ کے لمبے لمبے کش لینے لگتے ہیں اور دیر تک دھوئیں کو اپنے اندر رکھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں .... وہ ایسا کیوں کرتے ہیں ....؟ حالانکہ میڈیکل سائنس کے مطابق ایسا کرنے سے ان کو قطعاً افاقہ نہیں ہو پاتا بلکہ بے چینی اور گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ اضافہ تمباکو کے اس دھوئیں کی وجہ سے ہوتا ہے جسے پھیپھڑوں کے ذریعے خون میں شامل کیا جا رہا ہوتا ہے .... پھر یہ دھواں خون میں Hemoglobin کی کمی کا باعث بن کر غم غلط کرنے کی بجائے اس میں کچھ اور اضافہ کر دیتا ہے۔

اگر آپ واقعی ہیجانی اور بے چینی کی کیفیت سے نجات حاصل کرنے کے خواہاں ہیں تو ہمارا مشورہ مانیئے!

کھلی فضا میں چلے جائیے .... ناک کے ذریعے لمبے لمبے سانس لیجیے .... ہوا کو کچھ دیر پھیپھڑوں کے اندر رہنے دیجیے .... پھر منہ کے رستے باہر خارج کر دیجیے .... چند منٹ تک ایسا کرنے سے آپ کو گھبراہٹ، بے چینی اور

ہیجانی کی کیفیت سے نجات مل جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

آخر کیوں......؟

''سگریٹ نوشی ممنوع ہے.........No Smoking'' ملک میں کئی ایک مقامات پر یہ تحریر آپ کا استقبال کرتی ہے۔

☆ ہسپتالوں میں تمباکو نوشی کی اجازت نہیں۔
☆ پکچر ہاؤسز میں سگریٹ نوشی ممنوع ہے۔
☆ سکول، کالج یا یونیورسٹی کی کلاس میں بیٹھ کر سگریٹ نہیں پی سکتے۔
☆ فاضل عدالت کے سامنے سگریٹ نوشی پر پابندی ہے۔
☆ ہوائی جہاز میں سگریٹ نوشی کی اجازت نہیں۔
☆ اے سی کوچز میں تمباکو نوشی منع ہے۔
☆ مسجدوں میں تمباکو نوشی پر سختی سے پابندی ہے۔
☆ سگریٹ نوشی کرتے ہوئے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں میں بھی نہیں گھس سکتے۔
☆ مہذب لوگوں کی کانفرنس میں بیٹھ کر تمباکو نوشی کو خلاف تہذیب حرکت خیال کیا جاتا ہے۔

آخر کیوں..........؟ کوئی تو وجہ ہوگی اس پابندی کی..........؟..........شاید مہذب دنیا نے تمباکو نوشوں کے خلاف مشترکہ محاذ کھول لیا ہے۔ کہ تمباکو پینے والے حضرات خود ہی یہ محسوس کرنے لگیں کہ..........؟ ''کیا ان کو اچھوتوں کا درجہ تو نہیں دے دیا گیا..........؟

سگریٹ نوشی......یاداشت کی قاتل:

سگریٹ نوشی ذہنی سکون کی بجائے توجہ کو منتشر اور یاداشت کو کم کرتی ہے جناب آفتاب احمد خان اپنی کتاب ''دنیا میرے آگے'' میں ایک سروے رپورٹ کے

حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ تمباکو نوش ڈرائیوروں اور ہوابازوں سے کوئی سنگین غلطی یا حادثہ ممکن ہوتا ہے کیونکہ سگریٹ نوشی کسی بھی وقت شدید ذہنی دباؤ کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ (۱۳۱)

امریکہ کی دوغلی پالیسی:

حالات کی ستم ظریفی کہ دنیا بھر میں انسانی حقوق کا ٹھیکیدار امریکہ تمباکو نوشی کے زہر کو پھیلانے کے مقابلے (معاملے) میں دوغلی پالیسی کا علم بردار ہے۔ امریکی حکومت ایک طرف تو اپنے عوام کو اس زہر سے محفوظ رکھنے کے لئے اشتہار بازی کی مہم پر کروڑوں ڈالر خرچ کر رہی ہے مگر دوسری طرف ترقی پذیر ممالک کے عوام کے اندر اس زہر کو پھیلانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جارہا ہے۔ تمباکو کی برآمد کے فروغ کی مہم کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔ حد تو یہ ہے کہ خود امریکہ میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعے سگریٹ کے اشتہارات پر سختی سے پابندی لگا دی گئی ہے مگر ترقی پذیر ممالک تک اپنا سگریٹ اور تمباکو پہنچانے کے لئے امریکی حکومت کا تجارتی نمائندہ دوسرے ممالک کے میڈیا پر امریکی تمباکو ساز کمپنیوں کے اشتہارات چلوانے کے لئے سرکاری طور پر تگ ودو کر رہا ہے۔

امریکہ میں تمباکو تجارتی پیمانے پر اگایا جاتا ہے اس کے علاوہ برازیل اور زمباوے سے سستا تمباکو خرید کر افریقہ اور ایشیاء کے ممالک کو مہنگے داموں فروخت کیا جاتا ہے۔ جہاں یہ سگریٹ سازی کی صنعت میں استعمال ہوتا ہے۔ ایشیاء میں تمباکو کی منڈی کے ضمن میں کسی زمانے میں مغربی جرمنی اور برطانیہ کا طوطی بولتا تھا۔ لیکن آج ایشیائی ممالک پچاس فیصد تمباکو صرف امریکہ سے خریدتے ہیں..........امریکہ تیسری دنیا کے ممالک کو یہ زہر فروخت کر کے اپنی معیشت کو ترقی دے رہا ہے۔ اور خود اپنے ملک میں تمباکو نوشی کے خلاف ایک زبردست مہم چلا رکھی ہے..........ہے ناں دوغلی پالیسی..........!!!

''احمق'' کون......؟

کچھ عرصہ قبل میری وائٹ میں ایک کتاب شائع ہوئی تھی جس کا عنوان تھا ''موت کے سوداگر'' اس کتاب میں کینٹیکی۔کے۔ جیمز شارپ (Kanteki-K-Jams Sharp) کا ایک بیان شائع ہوا تھا مسٹر جیمز (Mr. Jams) کا شمار امریکہ کے چوٹی کے تمباکو اگانے والوں میں ہوتا ہے۔اور وہ صرف تمباکو ہی کی وجہ سے آج کروڑ پتی بنا بیٹھا ہے.........وہ کہتا ہے:

''سگریٹ پینے والوں کو ہر طرح سے متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تمباکو موت کا پیغام ہے۔میں بھی تمباکو اور سگریٹ نوشی کو بنی نوع انسان کے لئے ہلاکت کا ذمہ دار سمجھتا ہوں......... جو بھی ''احمق'' سگریٹ کے دھوئیں کو اپنے پھیپھڑوں کے اندر داخل کرتا ہے سسک سسک کر زندہ رہتا ہے۔سسک سسک کر مرتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں سگریٹ کو کبھی ہاتھ تک نہیں لگایا۔لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ میں اسی تمباکو کی تجارت کی بدولت آج کروڑوں میں کھیل رہا ہوں.........ہم نے امریکہ کو اسی وجہ سے ترقی دی ہے اور اس کی تعمیر کی ہے کہ ہم باقی دنیا میں رہنے والے ''احمقوں'' کو سگریٹ اور تمباکو فروخت کرتے ہیں۔''(۱۳۲)

(i) بابا کی طرح نہیں مروں گا:

''کیمل'' امریکہ کا مشہور سگریٹ ہے۔اسے سب سے پہلے 1913ء میں شمالی کیرولینا کی ایک کمپنی نے بنایا تھا۔اس کمپنی کا بانی رینالڈ خاندان (Renald Family) تھا۔کیمل سگریٹ بنانے کے بعد اس کمپنی کا کاروبار اتنا پھیلا کہ یہ امریکہ کی دوسری بڑی سگریٹ ساز کمپنی بن گئی۔

کمپنی کے بانی R.T. Renald کا پڑپوتا Mr. Patric Renald

ابھی بڑھاپے کی عمر کو نہیں پہنچا۔اس نے ایک طویل عرصہ تک سگریٹ نوشی کرنے کے بعد اب سگریٹ نوشی ترک کر کے اس کے خلاف مہم کا آغاز کر دیا ہے۔یہ خبر دوسرے سگریٹ ساز اداروں پر بم بن کر گری۔

''نیویارک ٹائمز'' نے لکھا ہے کہ لوگ اس سے سوال کرتے ہیں کہ ''جس کاروبار نے اس کے خاندان کو ارب پتی بنا دیا وہ چپکے سے اس کاروبار کے درپے کیوں ہو گیا............؟

''میرا باپ تمباکو پیتا تھا.........اس نے بتایا.........اور وہ میرے سامنے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرا۔اسے پھیپھڑوں کی بیماری لگ گئی تھی۔مجھے یاد ہے میرا باپ پورا سانس بھی نہیں لے سکتا تھا۔اس نے اپنی زندگی کے باقی دن گن گن کر پورے کئے.........مگر میں.........میں بابا کی طرح مرنا نہیں چاہتا.........نہ کسی اور کو اس طرح مرتے ہوئے دیکھ سکتا ہوں۔''

''لیکن آپ کے خاندان کی روزی کا سارا دارومدار سگریٹ کی فروخت پر ہے۔''.........سوال کیا جاتا ہے.........میں مانتا ہوں.........اس نے تسلیم کیا.........کہ اس کاروبار نے مجھے دو وقت کی روٹی دی اور مجھے زندہ رکھا.........لیکن اس کاروبار نے لاکھوں لوگوں کو سسک سسک کر مرنے پر مجبور کر دیا۔اور کروڑوں نے ابھی اس سگریٹ کے ہاتھوں ہلاک ہونا ہے۔میں لوگوں کو اس خطرے سے خبردار کرنا چاہتا ہوں۔''(۱۳۳)

(ii) دکھوں کا ذمہ دار:

کیمل کے بعد امریکہ کا مقبول سگریٹ ''ونسٹن'' ہے۔مسٹر ڈیوڈ گورلیز (Mr. Dawod Gorlaze) اس سگریٹ کے اشتہاروں میں ماڈل کا کام کرتا تھا.........اس کے اپنے بھائی کو سگریٹ نوشی کی وجہ سے سرطان ہو گیا۔وہ ہسپتال میں اس سے ملنے گیا۔وہاں اس نے سرطان کے دیگر مریضوں کا حال بھی دیکھا جو زندگی

اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے تو اس کا دل بھر آیا۔ اس نے اپنے آپ کو ان تمام مریضوں کے دکھوں کا ذمہ دار ٹھہرایا اور اشتہار بازی کے پیشے سے فوراً الگ ہو گیا .... آج مسٹر ڈیوڈ گورلیز ''سگریٹ ترک کرو'' مہم کا مبلغ ہے۔ (۱۳۴)

(iii) پچیس سال تک مسلسل سگریٹ نوشی کے بعد......

سگریٹ کے اشتہاروں میں ٹیلی ویژن (T.V) پر آنے والا قوی ہیکل ''مسٹر وین میکر لیرن'' (Mr. Van Maker Lern) جولائی 1992ء میں انتقال کر گیا۔ اس نے مسلسل 25 سال تک سگریٹ نوشی کی۔ موت سے دو سال قبل اسے علم ہوا کہ سگریٹ نوشی اپنا کام دکھا چکی ہے اور اسے پھیپھڑوں کا سرطان ہو چکا ہے۔ اسے بڑی فکر لاحق ہوئی .... فوراً سگریٹ چھوڑ دیئے .... یہی نہیں بلکہ ''سگریٹ نوشی ترک کرو'' مہم کا ترجمان بن گیا۔ وہ مرتے وقت بھی سگریٹ نوشی کے نقصانات گنوا رہا تھا......... اور گنواتے گنواتے وہ مر گیا۔ (۱۳۴)

تمباکو یا ایٹم بم

سگریٹ اور تمباکو نوشی کے سلسلے میں اب تک نکوٹین اور تار کول وغیرہ کو ہی غارت گر صحت قرار دیا جا رہا تھا۔ لیکن اب یہ انکشاف ہوا ہے کہ اس سے تابکاری (Radiation) بھی ہوتی ہے جو دیگر مضر اجزاء کے مقابلے میں بہت زیادہ مہلک ثابت ہوتی ہے۔

تمباکو نوشی کی تابکاری کے سلسلے میں دسمبر 1991ء میں سیّد رشید الدین احمد کا ایک مضمون ''تمباکو نوشی اور زہر کی رشتہ داری'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ شاہ صاحب کا مضمون جدید تحقیق پر مبنی اور کافی دلچسپ تھا۔ یہاں شاہ صاحب کا پورا مضمون نقل نہیں کیا جا سکتا البتہ اس طویل مضمون کا خلاصہ سپردِ قلم کیا جا رہا ہے۔

محققین کے مطابق تمباکو نوشی کے ذریعے جسم میں داخل ہونے والا تابکار مادہ

پھیپھڑوں، جگر، گردوں، لبلبے، جنسی غدودوں یہاں تک کہ ہڈیوں میں بھی جڑ پکڑ لیتا ہے۔ ماہرین کے مطابق سگریٹوں میں اس قدر تابکار مادہ موجود ہوتا ہے کہ ایک اندازے کے مطابق روزانہ ڈیڑھ پیکٹ سگریٹ (30 عدد سگریٹ) پینے والوں کے پھیپھڑوں میں ہر سال اتنی ہی تابکاری ہوتی ہے جتنی سینے کے تین سو ایکسرے کروانے سے ہو سکتی ہے۔

محققین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تمباکو نوشوں میں پھیپھڑوں کے سرطان کا اہم ترین سبب یہی تابکاری ہے ان کے خیال میں پھیپھڑوں کے سرطان کے نصف مریض تمباکو میں شامل تابکار مادے کی وجہ سے ہی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تابکار مادہ تمباکو میں آیا کہاں سے ....؟

جدید تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہ مادہ کھیتوں میں ہی تمباکو کے پتوں میں داخل ہو جاتا ہے اس سلسلے میں کھیتوں کا قدرتی اور مصنوعی ماحول نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ قدرتی ماحول میں دھوپ، ہوا، پانی اور زمین سے خارج ہونے والی Radon-222 جسے ریڈیم کہتے ہیں، خاص طور پر تمباکو کے پتوں میں تابکار مادہ منتقل کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں .... رہی بات مصنوعی ماحول کی تو یہ ہم خود پیدا کرتے ہیں۔ زیادہ پیداوار لینے کی خاطر ہم زمین میں جو فاسفیٹ کھادوں کا استعمال کرتے ہیں۔ ان میں یورینیم کی خاصی مقدار موجود ہوتی ہے۔ یہ یورینیم جب زمین سے قدرتی طور پر خارج ہونے والی ریڈیم۔26 کے ساتھ شامل ہو کر ریڈیم۔222، بھروسیہ۔210 اور پولونیم۔210 میں بدل کر تمباکو کے پتوں میں تابکاری مادہ منتقل کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اس کے علاوہ زرعی مشینری اور دیگر سرگرمیوں کی وجہ سے دھواں اور گرد و غبار تمباکو کے پتوں کی چیپ دار سطح سے چپک کر تابکاری مادے کی منتقلی کا کردار ادا کرتے ہیں۔ کھیتوں کے اندر مختلف طریقوں سے تابکار مادہ حاصل کرنے والے تمباکو کے یہ پتے جب تیار ہو کر سگریٹ یا پینے والے

تمباکو کی صورت اختیار کرتے ہیں تو یہ تابکار مادہ اس میں موجود ہوتا ہے۔ سگریٹ یا تمباکو کے سلگتے ہی یہ مادہ تمباکو نوش کے پھیپھڑوں کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے۔ اور پھیپھڑوں میں موجود بے شمار نالیوں کے جوڑوں اور شاخوں میں بیٹھتا چلا جاتا ہے۔ سائنسدانوں کے مطابق یہ تابکار مادے ان مقامات پر مسلسل جمتے رہتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے دریاؤں کا کوڑا کرکٹ ریت کے ابھرے ہوئے ٹیلوں کے گرد جمع ہوتا رہتا ہے۔

مسلسل سگریٹ نوشی کے نتیجے میں یہ تابکار مادے متواتر ڈھیر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر یہی مقامات گہری اور وسیع تابکاری کے مراکز کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

صحت مند انسان کا جسم جس میں پھیپھڑے بھی شامل ہیں تمام مضرات اور گیسوں وغیرہ کو چند گھنٹوں میں ہی بدن سے نکال باہر کرتا ہے لیکن تمباکو کے دھوئیں میں شامل ذرات کی صفائی سے پھیپھڑے بھی قاصر رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ پھیپھڑوں کی نم یا گیلی سطح اور ان کے حفاظتی استر پر چپک کر رہ جاتے ہیں۔ یہاں یہ ذرات عموماً تین سے چھ ماہ تک چمٹے رہتے ہیں اور اشعاع کا عمل جاری رکھتے ہیں۔

قدرت کے نظام دفاع کے مطابق جب دفاعی خلیات پھیپھڑوں سے ان ذرات کو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ وہاں سے نکل کر خون میں شامل ہو جاتے ہیں اور پھر خون کے ذریعے جسم کے دیگر حصوں مثلاً جگر، گردوں، لبلبے، تھائی رائیڈ گلینڈز اور ہڈی کے گودے میں اپنا مورچہ قائم کر لیتے ہیں۔ اور اشعاع کا عمل شروع کر دیتے ہیں جن سے قریبی خلیات کی تباہی کے روشن امکانات ہوتے ہیں۔

امریکہ کے ہوائی تحقیق کے قومی ادارے کے ماہر خصوصی مسٹر ایڈورڈ مارٹیل (Mr. Adword Mortel) نے یہ اہم انکشاف کیا ہے کہ سگریٹ نوشوں کی شریانوں میں چونے یا کیلشیئم کے جو نہایت باریک ذرات جمع ہوتے رہتے ہیں۔

ان میں سیسہ۔210، پولونیئم۔210 کی سطح بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ بظاہر شریانوں کی سختی کے مریض ہوتے ہیں، جب کہ دراصل مورچہ بند تابکار مادے ضرر رسانی کے لئے وہاں موجود ہوتے ہیں۔ مارٹیل کے خیال میں سگریٹ نوشوں میں شریانوں کی سختی اور اس کے نتیجے میں قلب کے حملے اور فالج کے اصل ذمہ دار یہی تابکار مادے ہوتے ہیں۔

یہاں ایک اور سوال ابھرتا ہے کہ یہ تابکار مادے انسانی جسم میں کب تک جمے رہتے ہیں..........؟ نیویارک یونیورسٹی میڈیکل سنٹر کے محققین کے مطابق سگریٹ نوشی ترک کرنے کے باوجود تابکار سیسہ۔210 پانچ سال تک اسی شرح سے تابکاری جاری رکھتا ہے۔

گو تابکار سیسہ۔210 سے کمزور قسم کی بیٹا شعاعیں خارج ہوتی ہیں لیکن اس کے برعکس اس کا شاگرد پولونیئم۔210 اس کے مقابلے میں زیادہ تابکار ہوتا ہے۔ لیکن انتہائی رواں انگیز (Ionising) ایلفا تابکار شعاعیں نکلتی رہتی ہیں۔ یہ وہی شعاعیں ہوتی ہیں جو ایٹم بموں کے پلوٹونیئم سے خارج ہوتی ہیں۔

ایلفا شعاعیں ایٹم یعنی ذرات کو تباہ کر کے انہیں برق پاروں (Ions) میں تبدیل کر دیتی ہیں جو فوری طور پر زندہ خلیات کے جینیاتی نظام کو تباہ کر سکتی ہیں۔ سائنسدانوں کے مطابق بیٹا شعاعوں کے مقابلے میں ایلفا شعاعیں 20 گنا زیادہ تباہ کن ہوتی ہیں۔

ہمارے سیارے ''زمین'' پر قدرتی تابکاری کا عمل بہت کم ہوتا ہے اسی کے پیش نظر اگرچہ ہمارے جسم میں اللہ رب العزت نے تابکاری کے زخموں اور نقصانات کا ازالہ کرنے کی صلاحیت پیدا فرمائی ہے۔ لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایک سگریٹ نوش ہر سگریٹ کے ذریعے اپنے جسم میں پولونیئم۔210 کی مقدار میں مسلسل اضافہ کرتا رہتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ڈیڑھ پیکٹ یا 30 سگریٹ

روزانہ پینے والا شخص سگریٹ نہ پینے والے کے مقابلے میں اپنے جسم میں تیس گنا زیادہ تابکار مادہ داخل کرتا ہے۔

محققین کے مطابق سگریٹ کے دھوئیں کے پہلے کش کے ساتھ سگریٹ نوش کے جسم میں کوئی چار ہزار کے قریب کیمیائی اجزاء داخل ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض اجزاء میں رسولیاں پیدا کرنے کی صلاحیت بہت قوی ہوتی ہے۔(۱۳۶)

معزز قارئین کرام! امید ہے اس مضموں کو پڑھ لینے کے بعد آپ کبھی سگریٹ یا تمباکو کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ (ان شاءاللہ تعالیٰ)

تمباکو نوشی اور منہ کا ذائقہ:

ہمارے بزرگ وشفیق چچا محترم حاجی فضل محمد رضا صاحب عرصۂ دراز سے سگریٹ نوشی کی عادت میں مبتلا تھے۔ اتنی کثرت سے سگریٹ نوشی فرماتے کہ جس مجلس میں دو گھڑیاں بیٹھ لیتے تو مجلس برخاست ہو جانے کے بعد بھی ان کی جائے نشست آسانی کے ساتھ پہچانی جا سکتی تھی۔ کیونکہ وہاں لگا ہوا سگریٹ کے فلٹروں کا ڈھیر ان کی جائے نشست کو انفرادی حیثیت عطا فرما دیتا تھا۔ کئی بار سگریٹ نوشی ترک کرنے کے لئے قوت ارادی کا ہتھیار آزمایا لیکن بے سود........ بالآخر چچا محترم کو سانس کی شدید تکلیف ہوگئی۔ ڈاکٹروں نے فرمان جاری کر دیا کہ اب تو سگریٹ نوشی ترک کرنے میں ہی عافیت ہے........ ہمارے بزرگوں کو چونکہ عافیت بڑی عزیز تھی لہٰذا بہ اخلاص نیت سگریٹ نوشی سے تائب ہو گئے........ ایک نشست میں جب ان سے پوچھا گیا کہ سگریٹ نوشی ترک کرنے کے بعد آپ کو اپنے اندر کونسی بڑی تبدیلی محسوس ہوئی۔ تو فرمانے لگے کہ مرض میں آفاقہ تو اپنی جگہ لیکن میں نے جو بڑی تبدیلی محسوس کی ہے وہ یہ ہے سگریٹ نوشی ترک کرنے کے بعد اشیائے خورد و نوش کے حقیقی ذائقوں سے ایک بار پھر آشنا ہو گیا ہوں۔ مثلاً سگریٹ نوشی کے دوران شکنجبین کا ذائقہ جو بڑا عجیب سا لگتا تھا اب وہی شکنجبین بڑی خوش ذائقہ

لگتی ہے۔ اسی طرح باقی چیزوں کے ذائقوں کا بھی یہی حال ہے۔

ایسا کیوں ہے......؟

عزیز قارئین کرام! بزرگوں کی بات بالکل درست ہے اور ایسا ہونا بھی چاہئے ....کیوں......؟

زبان ہمارے ذائقے یا چکھنے کا آلۂ خاص ہے۔ زبان پر ایک جھلی سی چڑھی ہوئی ہوتی ہے جس پر چھوٹے چھوٹے ابھار ہوتے ہیں جو مزا محسوس کرتے ہیں ان ہی ابھاروں کی وجہ سے زبان کی سطح کھردری ہوتی ہے یہ ابھار تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(i) خندقی ابھار:

یہ آٹھ دس بڑے بڑے ابھار ہیں جن کے گرد ایک خندق یا نالی سی ہوتی ہے۔ یہ زبان کے پچھلے حصے پر واقع ہوتے ہیں۔ ان ابھاروں کے اندر ذائقے کے خلیات ہوتے ہیں جو چکھنے کا احساس پیدا کر دیتے ہیں۔ کڑوا مزا انہی ابھاروں کی وجہ سے زبان کے پچھلے حصے پر زیادہ محسوس ہوتا ہے۔

(ii) کھمبی نما ابھار:

یہ اوسط جسامت کے ابھار زبان کی نوک اور دونوں کناروں پر واقع ہوتے ہیں ان کا رنگ سرخ ہوتا ہے یہ زبان کے درمیانی حصہ پر بہت کم ہوتے ہیں۔ انہی ابھاروں کی وجہ سے زبان کی نوک پر میٹھا اور کناروں پر کھٹا ذائقہ محسوس ہوتا ہے۔

(iii) خیطی یعنی ڈورے نما ابھار:

یہ لمبے لمبے نوکیلے باریک باریک ابھار ہوتے ہیں یہ زبان کی پوری سطح پر بہت زیادہ تعداد میں پھیلے ہوتے ہیں۔ نمکین ذائقہ انہی سے معلوم ہوتا ہے۔

زبان کے ان سب ابھاروں کی وجہ سے ہم مختلف قسم کے لذیز کھانوں سے لذت اندوز ہوتے ہیں۔ اور بھانت بھانت کے مزے چکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔

درحقیقت یہ ابھار ''ذائقے کی کلیاں'' ہیں۔ یہ کلیاں بڑی حساس ہوتی ہیں کیونکہ ان کے اندر حسی اعصاب کے باریک ریشے ختم ہوتے ہیں۔ جب کوئی چیز کھائی یا پی جاتی ہے تو اس کے ذرے ان کلیوں کو چھو کر حسی عصبی ریشوں میں چھیڑ پیدا کر دیتے ہیں یہ چھیڑ حسی عصبی ریشوں کے ذریعے دماغ میں پہنچتی ہے اور دماغ کو ذائقے کا احساس ہوتا ہے۔ (۱۳۷)

ذرا سوچیئے! اگر زبان کے ان نازک و حساس ابھاروں اور زبان کی جھلی پر سگریٹ کے دھوئیں کی تہہ چڑھ جائے تو.........؟ .... تو چیزوں کے حقیقی ذائقے کی نعمت سے محرومی یقینی ہے......... ہے ناں.........؟

ہمارا مشورہ

یاد رکھیں!

سگریٹ ایک زہر کی پڑیا ہے۔ آپ کو اس زہر سے نفرت ہونی چاہئے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں بلکہ میڈیکل سائنس بھی شہادت دیتی ہے کہ ایک سگریٹ نوش اپنے آپ کو قدرت کی خوشبوؤں اور کھانے پینے کی اشیاء کے اصلی ذائقوں سے محروم کر رہا ہے گویا خود اپنے جسم کے ساتھ خیانت کر رہا ہے۔ جو لوگ ایک طویل عرصہ تک تمباکو نوشی کے بعد اب اسے ترک کر چکے ہیں ان کے تاثرات سن لیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمباکو نوشی کے دوران ان کی سونگھنے کی حس باقی رہی تھی نہ زبان کا ذائقہ ٹھیک رہا تھا۔ وہ مسلسل بدبو میں کھاتے پیتے اور زندگی گزارتے رہے۔ تمباکو نوشی ترک کرنے کے بعد انہیں گھاس سے بھی خوشبو آنے لگی ہے۔ اور جو کچھ بھی کھاتے پیتے ہیں اس کے حقیقی ذائقے سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

میڈیکل سائنس کی روشنی میں سگریٹ یا تمباکو کے جو نقصانات بتائے گئے ہیں انہیں مدنظر رکھیں اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ آپ کی تمباکو نوشی کے اثرات آپ کے

بیوی بچوں بلکہ ان بچوں کو بھی زد میں لے رہے ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے۔ ایک تصور اپنے ذہن میں بٹھا لیجئے۔ یہ تصور ایسے انسان کا ہو بلکہ یہ تصور آپ کے اپنے جسم کا ہو، جو ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو، ہر وقت کھانستا رہتا ہو بلغم تھوکتا رہتا ہو۔ ہر کوئی اسے نفرت کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہو.........

سگریٹ نوش بھائیوں کی خدمت میں ہمارا یہ مشورہ ہے کہ اپنے اندر خود اعتمادی کو اجاگر کریں۔ اور اپنے آپ کو یقین دلائیں اور شرم بھی کہ آپ کیسی نامراد چیز کے غلام بنے ہوئے ہیں اور کیسی گھٹیا شے آپ کے اعصاب پر سوار ہو گئی ہے۔

اپنے آپ کو یقین دلائیں کہ یہ نامراد اور گھٹیا شئے آپ کو زندگی کے حقیقی لطف سے محروم رکھے ہوئے ہے۔ اور آپ کی عمر سالوں کے حساب سے گھٹائے جا رہی ہے۔ اپنے آپ سے پوچھیئے! ''کیا میں دس سال پہلے ہی مرنا چاہوں گا۔'' اس میں کوئی شک نہیں کہ بے شمار سگریٹ پینے والا انسان اپنی زندگی کو خود اپنے ہاتھوں سے اجیرن بناتا ہے اور وقت سے پہلے مر جاتا ہے۔

اپنے آپ میں یہ عزم پیدا کریں کہ آپ کو ان کاغذ میں لپٹے ہوئے خشک پتوں کی غلامی قبول نہیں کریں گے کیونکہ آپ تو اشرف المخلوقات ہیں۔ آپ کو سگریٹ سے نجات حاصل کرنے کے سلسلے میں ناکام نہیں ہونا چاہئے۔ ناکامی تو منصب انسانیت کی توہین ہے۔

یاد رکھیئے! سگریٹ آپ کا دشمن ہے۔ اپنے اس دشمن کو فوراً موت کے گھاٹ اتار دیجئے ورنہ یہ دشمن آپ کو قبل از وقت قبر میں اتار دے گا۔ اگر آپ اس سلسلے میں اپنے آپ کو فریب دیں گے تو یہ کوئی چھوٹا سا فریب نہیں ہوگا بلکہ زندگی کا ایک مہلک ترین فریب ہوگا۔ قوت ارادی کو بیدار اور مضبوط کیجئے اور استعمال کیجئے یہ کوئی ایسی مہم نہیں جو سر نہ ہو سکے۔

ہ وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

....

سوال: وقت قضا (موت) اٹل ہے تو تمباکو نوشی کا قصور کیسا..........؟

جواب: وقت قضا (موت) اٹل ہے تو خودکشی کرنے والے کو عذاب کیسا......؟

تمباکو سے گنجے پن تک:

تمباکو سے شدید کھانسی، سانس لینے میں دقت، سرطان، قلب کی تکلیف اور بعض اوقات تو آپ اپنے سر کے قدرتی تاج سے محروم بھی ہو سکتے ہیں۔

برٹش میڈیکل جنرل کے مطابق تمباکو نوشی سے آپ گنجے بھی ہو سکتے ہیں۔علاوہ ازیں تمباکو نوشی سے بال قبل از وقت ہی سفید ہونے لگتے ہیں۔اس سلسلے میں 606 مریض خواتین وحضرات کا مطالعہ کیا گیا ان میں سے 30 سے زیادہ عمر کی خواتین اور 40 سے 50 سال کی عمر تک کے مرد شامل تھے۔برٹش میڈیکل جنرل کہتے ہیں کہ زیادہ تمباکو نوشی کرنے والوں میں گنجا پن عام پایا گیا۔(۱۳۸)

سموکنگ......غیرت مندوں کے لئے زبردست چیلنج:

برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن (لندن) اور ایکشن آف سموکنگ اینڈ ہیلتھ (لندن) نامی تنظیموں کی طرف سے تحقیقی رپورٹ منظر عام پر آئی ہے کہ سگریٹ نوشی کرنے سے آدمی نامرد ہو جاتا ہے کچھ عرصہ قبل شائع ہونے والی اس رپورٹ کا عنوان تھا ''سگریٹ پینے والوں کے لئے بُری خبر'' نیچے لکھا ہوا تھا کہ برطانیہ میں ایک لاکھ مرد حضرات سگریٹ نوشی کے باعث ازدواجی طور پر ناکارہ ہو چکے ہیں۔

اس تحقیقی رپورٹ کے مطابق اس وقت صرف برطانیہ میں 21 سے 75 سال تک کے 20 لاکھ مردوں کو ''مشکلات'' کا سامنا ہے۔جن میں سے ایک لاکھ بیس

ہزار افراد براہ راست سگریٹ نوشی کے باعث متاثر ہوئے۔15 سے 20 سال کی عمر میں سموکنگ شروع کرنے والے 50 فیصدی افراد کو یہ غلط فہمی ہے کہ 30 سے 40 سال کی عمر تک تو سگریٹ نوشی جنسی مشکلات کی وجہ بن ہی نہیں سکتی۔چنانچہ مذکورہ تنظیموں نے حکومت برطانیہ سے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا سے مطالبہ کیا ہے کہ سگریٹ کے پیکٹوں پر وارننگ شائع کی جائے کہ سموکنگ نہ صرف صحت کے لئے بلکہ ازدواجی زندگی کے لئے بھی خطرناک ہے۔

ایکشن آف سموکنگ (Action of Smoking) کے ڈائریکٹر مسٹر کلائیو بیٹس نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ سگریٹ کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ سموکر والدین کے ہاں بچے نہ ہونے کا قوی امکان پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ سگریٹ نوشی سے مرد کے ''سپرم کمزور'' پڑھ جاتے ہیں۔کلائیو نے کہا کہ گو نامردی کینسر اور امراضِ دل کی طرح جان لیوا نہیں ہو سکتی لیکن ایک مرد کے لئے اس کی اہمیت ان دونوں مہلک بیماریوں سے کہیں زیادہ ہے۔(۱۳۹)

بدبوئے دہن......مزید انکشاف:

طبی ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ بدبوئے دہن ضعف باہ کا موجب بننے کے علاوہ فریق ثانی کے دل میں نفرت وحقارت پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔

پریس ایشیاء انٹرنیشنل نے برازیل کے حوالہ سے خبر دی ہے کہ بدبوئے دہن سے جسم میں ایک طرح کا زہر پھیل جاتا ہے جو جنسی لطف اٹھانے میں رکاوٹ بنتا ہے۔(۱۴۰)

برازیل کے مشہور ڈاکٹر پرائینو ایلوزک (Dr. Praino Fluzik) اپنے تجربات کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو لوگ اچھی طرح سے منہ کو صاف کیا کرتے ہیں یا تمباکو نوشی ترک کر دیتے ہیں صرف وہی لوگ ازدواجی زندگی (Congugal Life) کا بہتر اور حقیقی لطف اٹھا سکتے ہیں۔(۱۴۱)

ڈاکٹر فش (Dr. Fish) کا کہنا ہے کہ کئی سال تجربات ومشاہدات سے دوچار

ہونے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ منہ صاف نہ کرنے والوں میں جنسی لطف اٹھانے کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔(۱۴۲)

ڈاکٹر گھوش (Dr. Ghosh) تمباکو کے نکوٹین کو ایک خطرناک زہر قرار دیتے ہیں اور اسے غیر از دواء مادوں میں شمار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ بعض زہر مثلاً سنکھیا، کچلا اور پارہ وغیرہ قلیل مقدار میں بطور دوا استعمال کئے جاسکتے ہیں لیکن طبی نقطۂ نظر سے نکوٹین تو اس قدر خطرناک زہر ہے کہ اسے قلیل مقدار میں بھی بطور دوا استعمال کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس کا زہریلا محرک جوش آور (Stimulant) ہوتا ہے مگر اس زہر کے سبب، دماغ کی جھلی کے خلیات مستقل پھیل جاتے ہیں جس کی وجہ سے دماغ کی عصبی تحریکات کے راستے محدود ہو جاتے ہیں۔(۱۴۳)

ڈاکٹر غلام جیلانی تحریر فرماتے ہیں کہ تمباکو نوشی سے خون کا دباؤ گھٹتا چلا جاتا ہے اور تمباکو نوشی کی زیادتی سے قوما (Coma) اور پھر موت واقع ہو جاتی ہے۔(۱۴۴)

قائدؒ و اقبالؒ بھی تو تمباکو نوشی کرتے تھے......!!!

ہمارے کئی دوست تمباکو نوشی کے حق میں دلائل دیتے ہوئے قوم کے عظیم لیڈروں کے اسمائے ذیشان بطور دلیل پیش کر دیتے ہیں کہ اگر تمباکو نوشی کرنا اتنا ہی بُرا فعل ہوتا تو قوم کے عظیم ترین لیڈر یہ شوق کیوں پالتے..........؟

تسلیم ہے کہ قائداعظم سگار اور ڈاکٹر صاحب حقہ پیتے تھے مگر انہوں نے قوم کو یہ تو کبھی نہیں کہا کہ ''مسلمانان پاک و ہند حقہ اور سگار پیا کریں۔''

ان دونوں عظیم المرتبت شخصیات کی عزت و رفعت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن میڈیکل سائنس ان دونوں انسانوں کے اس پہلو کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کرتی کہ یہ دونوں انسان تمباکو نوشی ہی کی پیدا کردہ بیماریوں سے فوت ہوئے .... قائداعظمؒ پھیپھڑوں کے عارضے میں مبتلا ہو گئے تھے جب کہ علامہ صاحب کا انتقال گلے کی بیماری سے ہوا..........اب بتایئے..........؟؟؟

آئینی حق

خبردار!

اگر آپ سگریٹ پیتے ہیں یا مستقبل میں سگریٹ شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ہم آپ کو زبردستی نہیں روک سکتے کیونکہ یہ آپ کا ''آئینی حق'' ہے اور یہی بات آپ کو سگریٹ ساز ادارے سمجھا رہے ہیں..........لیکن.......... بتایئے! کیا سگریٹ نوشی کے نتیجے میں موت کو گلے لگانا بھی آپ کا ''آئینی حق'' ہے..........؟ بدقسمتی سے یہ خودکشی کی ایسی کوشش ہے جس پر قانون کی کسی دفعہ کا اطلاق نہیں ہوتا .... بلکہ اقدام قتل کی دفعہ کا اطلاق تو موت کے ان سوداگروں پر بھی نہیں ہوتا جو دلکش اشتہارات اور پری پیکر عورتوں کے ذریعے آپ کو سگریٹ نوشی کی طرف راغب کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر4:

وضو کے کرشمے

انسان کو قادرِ مطلق نے اشرف المخلوقات کے اعلیٰ منصب پر فائز فرمایا اس لئے کہ تمام مخلوقات میں سے ہر لحاظ سے کامل ترین مخلوق یہی انسان ہے۔ انسانی بدنی مشین کا میکانی نظام (Mechanical System) قدرت کی کاریگری کا شاندار شاہکار ہے۔ اس مشین کے تمام تر پُرزے اپنی اپنی ذمہ داری نبھانے کے لئے خاص وضع اور موزوں ترین محل ومقام رکھتے ہیں۔ حالت تندرستی میں یہ تمام پرزے اپنے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں۔ سانس ہر آن بلا احساس بے دھڑک چلتا رہتا ہے، بھوک کے وقت غذا کا نوالہ، پیاس کے وقت پانی کا گھونٹ بلا روک ٹوک حلق کے نیچے اتر جاتا ہے، زبان کڑوا، میٹھا، پھیکا، نمکین وترش ہر قسم کا ذائقہ پہچان کر محسوس کرتی ہے۔ غذا ہضم کے مختلف مراحل سے گزر کر ضروری اجزاء کو جزوِ بدن بنا کر جسم کی تعمیر کا کام کرتی ہے، بے کار اجزاء کے فضلات بن کر باہر خارج ہو جاتے ہیں۔ بدن کا درجہ حرارت موسم، مقام، کام یا آرام یا پھر ضرورت کے لحاظ سے گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ دل کی دھڑکن کے ساتھ خون تمام رگوں میں پھیل کر بدن میں چکر لگاتا رہتا ہے۔ آنکھیں دیکھتی اور کان سنتے ہیں۔ سردی، گرمی، سکون و آرام اور تھکان وغیرہ کا احساس جلد اور بدن کو ہوتا ہے۔ دماغ کے اندر جذبات واحساسات اور خیالات کی موجیں ٹھاٹھیں مارتی رہتی ہیں۔ الغرض سارے کے سارے کام ہمہ وقت وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں لیکن ہمیں کانوں کان خبر ہی نہیں

ہوتی کہ یہ تمام تر ہنگامہ کیسے اور کہاں برپا ہو رہا ہے اور کون کون سے کل پُرزے اس میں حصہ لے رہے ہیں............؟ ایمان سے بتائیے! کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ:

۱۔ بدن کی یہ حیرت ناک اور پیچیدہ ترین مشین کس طرح اور کیوں چل رہی ہے......؟

۲۔ اس مشین کے کل پُرزوں کی کارکردگی قائم رکھنے کی کیا ترکیبیں ہیں............؟

۳۔ اگر ہماری ذرا سی بے احتیاطی سے اس مشین میں کوئی نقص آ جائے تو اسے کس طرح دور کیا جا سکتا ہے............؟

۴۔ اس مشین کی کارگزاری (Performence) بہتر بنانے کے لئے کون سے طریقے اپنائے جائیں............؟

دوستو! آپ بخوبی واقف ہیں کہ اگر گاڑی کے تیل، پانی اور صفائی، ستھرائی کا خیال رکھا جائے اور بروقت اس کی ٹیوننگ ہوتی رہے تو اس کے انجن اور دیگر پُرزوں کی زندگی کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح انسانی بدنی مشین کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھا جائے اور وقت پر اس کی ٹیوننگ ہوتی رہے تو نہ صرف اس کی کارگزاری میں اضافہ ہو سکتا ہے بلکہ اس مشین کے تمام کل پُرزوں کی ''لائف ٹائم گارنٹی'' بھی حاصل کی جا سکتی ہے............ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ بھلا انسانی بدنی مشین کی ٹیوننگ کیونکر ممکن ہے............؟

درحقیقت انسانی بدنی مشین کی ٹیوننگ سے مراد خشوع وخضوع سے کیا جانے والا ''وضو'' ہے۔ یہی وضو دراصل اس حیرت انگیز مشین کے تمام کل پُرزوں کی لائف ٹائم گارنٹی کا ضامن ہے۔ کیونکہ وضو میں ایسی بے شمار حکمتیں پائی جاتی ہیں جن کی بنا پر جدید سائنس نے وضو کو انسانی صحت وتندرستی کا ضامن قرار دیا ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ مسلم امہ کو جس عمل کا حکم آج سے صدیوں پہلے صادر فرمایا جا چکا ہے آج سائنس نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

انسانی برقی نظام

(Human Electric System)

1980ء میں ٹاس (Toss) نامی ایک سائنسدان نے یہ ثابت کیا کہ جسم کے کسی حصے کو چھونے یا گرم/سرد پانی میں بھگونے سے ہلکی برقی لہریں Electric Waves پیدا ہوتی ہیں۔ سائنسی تحقیق (Scientific Research) کہتی ہے کہ نہ صرف انسانوں بلکہ نباتات، جمادات اور حیوانات کی زندگیاں بھی ایک خاص برقی نظام (Electric System) کے تحت رواں دواں ہیں۔ درخت کے کسی پتے پر مکھی بیٹھ کر اس کے ریشوں کو جو حرکت دیتی ہے تو فوراً ہی اس کے پتے میں ایک برقی رَو دوڑ جاتی ہے معلوم ہوا کہ پتے کے اندر پہلے سے (Already) بجلی موجود تھی۔ اسی طرح انسانوں کے اجسام کے اندر بھی بجلی موجود ہے.........
بجلی.........؟ کیا واقعی.........؟ جی ہاں! بلکہ سائنسدان (Scientists) تو یہاں تک دعوٰی کرتے ہیں کہ انسانی جسم سے حاصل ہونے والی بجلی سے ایک ٹارچ یا پاکٹ سائز ریڈیو چلایا جاسکتا ہے۔ یہ تو آپ کا بھی مشاہدہ ہوگا کہ جسم میں سوئی چبھ جائے یا کسی اعضاء کو اچانک گرم/سرد پانی چھو جائے تو ایک ہلکی سی برقی رَو پیدا ہوتی ہے، سردیوں کا موسم ہو آپ فوارے کے نیچے اچانک ہو جائیں تو آپ کے برہنہ جسم پر پانی پڑتے ہی ایک برقی رَو سی پورے جسم میں گزر جائے گی آپ ایک جُھر جُھری سی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ آپ کسی کام میں مشغول ہیں، آپ کی کہنی اچانک کسی ٹھوس چیز سے غیر ارادی طور پر ٹکرا جائے تو آپ ایک قسم کا جھٹکا سا محسوس کریں گے جیسے آپ کو برقی جھٹکا لگا ہو (اللہ محفوظ رکھے) اسی طرح روشنی، ذائقہ، بو کا احساس، معمولی ارتعاش حتیٰ کہ تصورات و جذبات وغیرہ بھی انسانی جسم کے اندر برقی رَو کے پیدا ہونے کا پیش خیمہ بنتے ہیں۔ قدرت کا عجب نظام دیکھیے کہ انسان کے

اندر بجلی جو پیدا ہوتی رہتی ہے پورے جسم کے اندر گردش/دورہ کرکے پیروں کے ذریعے ارتھ ہو جاتی ہے۔ (۱۴۵)

بندہ جب وضو کرتے ہوئے اپنے اعضاء کو پانی میں تر کرتا ہے تو روشنیوں کا بہاؤ عام راستہ سے ہٹ کر اپنا راستہ تبدیل کر لیتا ہے۔ اس دوران بندہ کے اعضاء میں سے برقی روئیں (Electric Rays) خارج ہونے لگتی ہیں تو اس عمل کے دوران اعضائے بدن کو نئی طاقت و قوت اور مخصوص قسم کی فرحت حاصل ہو رہی ہوتی ہے۔

یہ بات آپ کے لئے یقیناً حیران کن ہوگی کہ ایک خاص وقت کا کیا ہوا وضو کسی خاص عضو پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے مثلاً نمازِ ظہر کے وقت کیا جانے والا وضو دماغ پر اثر انداز ہو کر اسے مخصوص قسم کی فرحت بخشتا ہے۔ جسم کی اندرونی بیماریوں پر اعصاب کا کنٹرول مضبوط ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے جسم کا حیاتیاتی توازن (Biological Rhythm) برقرار رہتا ہے۔ یعنی عضلاتِ بدن میں چستی اور طاقت قائم رہتی ہے۔
اب وضو میں دھوئے جانے والے اعضاء کی ترتیب اور حکمتیں ملاحظہ فرمائیے۔

آلۂ وضو

حکمِ مصطفیٰ اور عملِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق وضو کرتے ہوئے سب سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں اس لئے کہ دیگر اعضائے وضو بعد میں پھر انہی ہاتھوں سے دھوئے جائیں گے اگر ہاتھ ہی گندے ہوئے تو باقی اعضاء کیا خاک صاف ہوں گے اور پھر ہاتھوں کو تین مرتبہ دھونے کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ محنت و مشقت کرنے کی وجہ سے ہاتھوں پر میل کچیل جم جاتی ہے ایک مرتبہ پانی ڈال کر ہاتھوں کو جو آپس میں ملیں گے تو میل اگل جائے گی دوسری مرتبہ پانی ڈالنے سے اگلی ہوئی میل اتر جائے گی اور کچھ اور میل نرم ہو جائے گی اور تیسری مرتبہ پانی ڈال کر ملنے سے ہاتھ بالکل صاف ہو جائیں گے اس کے برعکس اگر ہاتھوں پر میل

جمی رہے تو ہاتھ گرمی دانے (Prickly Heat) ایگزیما (Eczema)، جلدی سوزش (Infaction of Skin) اور پھپھوندی کی بیماریوں (Diseases of Fungus) وغیرہ میں سے کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ہاتھوں کی میل کچیل میں موجود جراثیم (Germs) دیگر اعضائے وضو میں بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ جب آدمی وضو کرتے ہوئے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کی انگلیوں کے پوروں سے خارج ہونے والی شعاعیں (Rays) جسم کے گرداگرد ایک حلقہ سا بنا لیتی ہیں جس کے نتیجہ میں جسم کے اندر گردش کرنے والا برقی نظام تیز ہو جاتا ہے۔ اور برقی روئیں ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہیں۔ اس طرح ہاتھ چمکدار اور خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ صحیح طریقہ سے وضو کیا جائے تو انگلیوں میں ایسی لچک پیدا ہو جاتی ہے جس سے آدمی کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو کینوس (Canvas) پر منتقل کرنے کی خفیہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔

پھر خلال کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ دو انگلیوں کی درمیانی نرم جگہ کو اپنی دوسری انگلیوں سے ملنے کا نام خلال کرنا ہے۔ اس طرح وہاں سے میل وغیرہ نکل جاتی ہے ورنہ یہی میل اگر نرم جلد پر دیر تک جمی رہے تو زخم بھی کر سکتی ہے۔ اگر انگوٹھی وغیرہ پہنی ہوئی ہو تو اسے آگے پیچھے کر کے نچلی جگہ کو دھونے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ انگوٹھی کے نچلی جگہ پر بھی میل کچیل جمی رہنے سے زخم نہ بن جائیں۔ انگلیوں کے خلال میں دوسری بڑی حکمت یہ ہے کہ اس دوران دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پوروں سے خارج ہونے والی شعاعیں (Rays) بائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پوروں سے نکلنے والی شعاعوں سے ٹکراتی ہیں تو آدمی کو اپنی تھکاوٹ دور ہوتی محسوس ہوتی ہے۔

شدید احتیاط کی ضرورت:

وضو میں ہاتھ دھوتے وقت ان کے ہر ہر مسام تک پانی کا پہنچنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر ہاتھوں کے کسی حصہ کی تہہ تک پانی نہ پہنچے تو نہ صرف وضو میں نقص رہ جاتا

ہے بلکہ انسان بہت سے طبی اور روحانی فوائد سے محروم رہ جاتا ہے جو دوران وضو ہاتھ دھونے سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اگر ناخنوں پر ناخن پالش کی تہہ چڑھی ہوئی ہو تو بتایئے ان کی تہہ تک پانی کا کوئی قطرہ پہنچ سکے گا بھلا............؟ اس طرح تو آپ بے وضو کے بے وضو ہی رہیں گے۔ آپ اسی حالت میں نماز بھی پڑھیں گے اور اللہ کی پاک کتاب قرآن مجید کو بھی کھولیں گے کیونکہ آپ اپنے گمان میں باوضو ہیں حالانکہ حقیقتاً آپ بے وضو ہیں۔ (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے)

میڈیکل سائنس کہتی ہے کہ ناخن بھی جسم کے دیگر اعضاء کی طرح زندہ ہیں جبھی تو ان کی بڑھوتری ہوتی رہتی ہے انہیں بھی زندہ رہنے کے لئے دیگر اعضائے بدن کی طرح ہوا، آکسیجن اور پانی درکار ہوتا ہے۔ ناخنوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچے تو پورا جسم متاثر ہو جاتا ہے۔

ایک ماہر امراض جلد کے پاس ایک ایسی خاتون کو لایا گیا جس کے ہاتھوں پر دانے، خارش اور پیپ دار پھنسیاں تھیں کافی علاج کے بعد آفاقہ نہ ہو سکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے مریضہ کا معائنہ کرتے ہوئے اس سے سوال کیا کہ آپ کا یہ مرض کتنا پرانا ہے۔ جواب ملا کہ ''یہی کوئی ساڑھے پانچ سال سے'' مریضہ سے دوسرا سوال یہ کیا گیا کہ آپ ناخن پالش کتنے عرصے سے استعمال کر رہی ہیں؟ مریضہ نے جواب دیا کہ ''یہی کوئی ساڑھے پانچ سال سے''۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر آپ مکمل علاج کروانا چاہتی ہیں تو آپ کو ناخن پالش کا استعمال ترک کرنا ہو گا.......... مریضہ نے حامی بھر لی.......... علاج شروع ہوا تو تیسرے ہفتے مریضہ مکمل تندرست ہو گئی۔ (۱۴۶)

دراصل ناخن پالش کی تہہ ناخنوں کے مسامات کو بند کر دیتی ہے جس کی وجہ سے ہوا کی آکسیجن اور پانی وغیرہ ناخنوں کی سطح تک نہیں پہنچ سکتے جس سے ان کی زندگی بُری طرح متاثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ مزید یہ کہ اس سلوشن (Solution) کے اندر

ایسے رنگدار کیمیکل (Chemicals) پائے جاتے ہیں جو کئی ایک امراض کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔ ہارموزی سسٹم متاثر ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے خطرناک زنانہ امراض کا اندیشہ ہوتا ہے۔ (۱۴۷)

ایک خلیجی اخبار کے مطابق طبیبوں نے آج سے دو ہزار سال قبل انگلیوں کے ناخنوں اور صحت کے درمیان تعلق کو دریافت کر لیا تھا۔ قدیم مصر کی عورتیں بھی اپنے ناخنوں پر رنگ و روغن کو بطور ناخن پالش استعمال کرتی تھیں۔ اور ناخن پالش فرعون کے دور کی یادگار ہے۔ (۱۴۸)

کرومیوپیتھی کے ماہرین کا یہ دعویٰ ہے کہ رنگ انسانی زندگی کو اتنا زیادہ متاثر کرتا ہے کہ انسان جس رنگ کو بار بار دیکھتا ہے انسانی زندگی پر اس رنگ کا اثر غالب آ جاتا ہے ناخن پالش عموماً سرخ رنگ کی ہوتی ہے۔ خون کے رنگ سے مشابہت کی بنا پر سرخ رنگ اشتعال، غصہ اور بلڈ پریشر کو تیز (High) کر دیتا ہے ایک عام سروے کے مطابق بلڈ پریشر کے مریض اگر ناخن پالش کا استعمال ترک نہ کریں تو ان کے مرض میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر ایک صحت مند انسان ناخن پالش کا استعمال شروع کر دے تو آہستہ آہستہ ان امراض کی طرف مائل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ (۱۴۹)

کرومیوپیتھی والے جو کہ مختلف امراض کا علاج مختلف رنگوں سے کرتے ہیں۔ ان کا مزید یہ دعویٰ ہے کہ ہر رنگ کا ایک منفرد مزاج ہوتا ہے جدید فیشن (Fashion) کا کمال دیکھئے آپ کو بازار میں ہر رنگ کی ناخن پالش مل جائے گی۔ یہ سب آپ کو ترغیب دینے کے لئے ہے .... یاد رکھیئے! مختلف رنگوں کی الرجی تو ایک صحت مند آدمی کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے بھلا ایک مریض اسے کس طرح برداشت کر سکے گا۔ (۱۵۰)

کلی کرنا

(الف) وضو میں سب سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں تاکہ جراثیم سے پاک ہو جائیں ورنہ یہ کلی کرتے وقت منہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔

(ب) ہوا میں بھی کئی امراض کے جراثیم موجود ہوتے ہیں جو عام آنکھ سے نظر نہیں آ سکتے یہ ہوا کے ساتھ ہی ہمارے منہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور لعاب میں شامل ہو کر ہمارے منہ میں چپک جاتے ہیں۔

(ج) جب ہم کھانا کھاتے ہیں غذا کے چھوٹے چھوٹے ذرات دانتوں میں اٹک کر رہ جاتے ہیں۔ پھر یہ غذائی ذرات متعفن (Septic) ہو کر ایک خاص شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

مذکورہ بالا تینوں قسم کے متعفن مادے (Septic Materials) دانتوں اور مسوڑھوں کو نقصان پہنچانے کے علاوہ منہ کی مندرجہ ذیل امراض کا سبب بھی بن سکتے ہیں: (۱۵۱)

(i) ایڈز = Aids (اس کی ابتدائی علامات میں منہ پکنا بھی شامل ہے)

(ii) منہ کے کناروں کا پھٹنا = Cheilosis Angular Stomatitis

(iii) منہ کی دادِ قوبا = Candidiasis / Monliasis

(iv) منہ میں پھپھوندی (چھالے وغیرہ) = Fungus of Mouth

وضو میں بار بار کلی کرنے سے منہ اچھی طرح صاف ہو جاتا ہے اور انسان کئی ایک خطرناک بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔

غرغرہ کرنا:

کلی کے ساتھ ساتھ غرغرہ کرنا بھی سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اگر وضو میں غرغرہ کرنے کی عادت بنالی جائے تو گلے کے کینسر (Cancer) اور کئی دیگر

بیماریوں سے بچا جا سکتا ہے۔ زکام وغیرہ کی وجہ سے اگر گلا خراب ہو جائے یا ویسے پک جائے تو ہر ڈاکٹر نمکین پانی کے غرغرے کرنے کا مشورہ دے گا۔

ٹانسز......مفت کے چوکیدار:

ہومیو ڈاکٹر الحاج محمد لطیف صاحب والدِ ذی وقار مرحوم کے مخلص دوستوں میں سے ہیں اور ہمارا بھی ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے۔ ایک دن ڈاکٹر صاحب اپنے کسی دوست کو منع فرما رہے تھے کہ وہ اپنی بچی کے گلے کے ٹانسز (Tonsis) کا اپریشن ہرگز نہ کروائیں بلکہ علاج کی حتی المقدور کوشش کریں اور دوائی کے استعمال کے ساتھ ساتھ بچی کو غرغرے بھی کراتے رہیں۔ دوست صاحب قائل نہ ہو رہے تھے تو ڈاکٹر صاحب نے ان سے سوال کیا کہ فرض کیجئے آپ ایک فیکٹری یا ملز کے مالک ہیں تو بتائیے آپ نے ملز یا فیکٹری کے باہر گیٹ پر دو چوکیدار جو کھڑے کر رکھے ہیں ان کا بھلا کیا مقصد ہے.........؟ وہ صاحب جواباً کہنے لگے کہ فیکٹری گیٹ پر چوکیداروں کے تعینات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے پرائے کی شناخت کریں اور ہر ایرے غیرے کو فیکٹری کے اندر نہ داخل ہونے دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید پوچھا کہ اگر چوکیدار نہ ہوں تو ....؟ صاحب نے جواب دیا کہ پھر تو کوئی بدمعاش بھی بلا روک ٹوک اندر داخل ہو کر اندرونی املاک کے لئے مضر ثابت ہو سکتا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے کہ بھائی صاحب! گلے کے اندر خالق اکبر نے جو ٹانسز (Tonsis) تخلیق فرما رکھے ہیں یہ تو مفت کے چوکیدار ہیں اور بیرونی ماحول سے سانس کے ذریعے آنے والے جراثیموں کو سانس کی نالی کے باہر ہی پکڑ (Catch) لیتے ہیں .... ذرا سوچیئے! اگر اپریشن کے ذریعے ان مفت کے چوکیداروں کو ضائع کر دیا جائے تو دشمن جراثیم تو بلا روک ٹوک پھیپھڑوں کے اندر داخل ہو جائیں گے اور کیا کیا گل کھلائیں گے .... خود اندازہ فرمالیجئے ....؟ اور یہ ایسے چوکیدار ہیں کہ اگر ایک دفعہ ان کو نوکری سے فارغ کر دیا تو ان کی جگہ کبھی بھی نئے

چوکیدار نہ رکھ پائیں گے.........ساری عمر پچھتائیں گے۔ کسی وقت بھی دمہ، ٹی بی، کھانسی اور دیگر بلغمی امراض سے واسطہ پڑ سکتا ہے۔ اس لئے ٹانسز (Tonsis) کو خاص اہمیت دیتے ہوئے غرغرہ کرنے کی سنت کو اپنا کر ہمیشہ کے لئے ان کو تحفظ فراہم کرنا چاہئے۔

نوٹ:

یہ تو طے پا گیا کہ اپنے منہ کو اچھی طرح صاف ستھرا رکھنے میں ہی عافیت ہے لیکن کلی اور غرغرے سے اس مقصد کا کما حقہ حصول ممکن نہیں اسی لئے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلی اور غرغرے سے قبل مسواک کا حکم بھی صادر فرما رکھا ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مبارک سنت (مسواک) کے فیوض و برکات کی ایک طویل فہرست بن جاتی ہے اس لیے ہم نے اس مبارک سنت کا تفصیلی تذکرہ اسی کتاب کے الگ باب ''مسواک کے کمالات'' میں کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

ناک میں پانی ڈالنا

ناک قوت شامہ یعنی سونگھنے کا مخصوص آلہ ہے اور سانس لینے کا واحد راستہ بھی۔ ناک کے دو حصے ہیں۔ دہانے کے اوپر بیچ میں ابھرا ہوا بیرونی حصہ جو ہوتا ہے اس کو عموماً ناک کہا جاتا ہے اور دوسرا خلا دار حصہ جسے ایک درمیانی دیوار یا پردہ دو نتھنوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اس خلا دار حصہ پر نرم جھلی استر بناتی ہے۔ جس میں بال ہوتے ہیں۔ یہی وہ بال ہیں جنہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتارنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ سانس کی ہوا میں شامل گرد و غبار کو اندر نہیں جانے دیتے۔ (۱۵۲)

ناک کے اس اندرونی حصہ کا تعلق اس کے دونوں پچھلے سوراخوں کے ذریعے حلق کے ساتھ آنسوؤں کی نالی کے ذریعے آنکھ کے خانوں کے ساتھ، ناک کی

چھت کے اوپر والے سوراخوں کے ذریعے کھوپڑی کے گڑھے کے ساتھ اور تالو اور
جبڑے کے ذریعے گال کی ابھری ہوئی ہڈی کے ایک گڑھے کے ساتھ قائم ہو جاتا
ہے۔ ان تمام تر تعلقات کی بنا پر ناک کے ورم یا نزلے زکام کی صورت میں یہ تمام
مقامات متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ علاوہ ازیں ناک کی جھلی کا تعلق دماغی جھلیوں
کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناک کے ورم سے دماغی پردے بھی متاثر ہو
جاتے ہیں۔

ناک انسانی جسم میں نہایت ہی اہم اور توجہ طلب عضو ہے۔ آواز کی گہرائی، دلکشی
اور سیانا پن اسی ناک کی بدولت ہے۔ بطور تجربہ کبھی انگلیوں سے ناک کے نتھنوں کو دبا
کر بات کر کے دیکھیے آپ کو فرق معلوم ہو جائے گا۔ ناک کے اندرونی پردے آواز
کی دلکشی میں نمایاں کردار ادا کرنے کے علاوہ کاسہ سر کو روشنی بھی فراہم کرتے ہیں۔

ہمارے پھیپھڑوں کو صاف ستھری، گرم، مرطوب اور ہر لحاظ سے موزوں ترین ہوا
درکار ہوتی ہے پھر اس ہوا میں 80% رطوبت بھی تو ہونی چاہئے۔ اور اس کا درجہ
حرارت 90°F ہونا چاہئے۔ آپ کے پھیپھڑے جراثیم سے پاک دھوئیں، گرد و
غبار اور ہر قسم کی آلودگیوں سے مصفا ہوا کا تقاضا کرتے ہیں۔ ان پھیپھڑوں کو روزانہ
پانچ سو مکعب فٹ ایسی ہی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسی ہوا جو مذکورہ بالا
شرائط کو پورا کرتی ہو، تیار کرنے کے لئے سائنسدانوں نے ایک مائیکرو ایئر
کنڈیشنر (Micro Air-Conditioner) تیار کیا انہوں نے اس کا سائز
چھوٹے سے چھوٹا رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر پھر بھی اس کا سائز ایک چھوٹے سے
ٹرنک کے برابر بن سکا۔ چونکہ انہوں نے اس میں کئی قسم کے الیکٹرونک اور ڈیجیٹل
آلات نصب کرنے تھے اس لئے اس کا سائز اس سے کم نہ کر سکے۔ لیکن یہ بات
آپ کے لئے یقیناً حیران کن ہو گی کہ قادرِ مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسی ہی
ہوا پیدا کرنے والے ایئر کنڈیشنر کی جامعیت کو برقرار رکھتے ہوئے بھی اسے اتنا

مختصر (Intigrated) کر دیا کہ صرف ایک انچ چوڑی جگہ میں نصب ہو گیا۔ یہ
ایئر کنڈیشنر آپ کی ناک ہی تو ہے۔ قربان جائیے خالق اکبر کی قدرتوں کے، کہ
بالکل چھوٹی سی جگہ پر ایک ایسا آلہ نصب کر دیا جو ہوا کو مرطوب بنانے کے لئے
روزانہ ایک چوتھائی گیلن نمی پیدا کرتا ہے۔ صفائی اور دوسرے سخت کام نتھنوں کے
بال سرانجام دیتے ہیں۔

ناک کے اندر ایک خوردبینی جھاڑو (Microscopic Brush) ہوتا ہے
جس کے اندر غیر مرئی (Invisible/Non Descreptive) روئیں ہوتے
ہیں جو ہوا کے ذریعے اندر پہنچنے والے خوردبینی جراثیموں کو اپنے مخصوص مشینی انداز
(Mechanical Style) میں پکڑ کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک اہم
ترین دماغی نظام جسے سائنس کی زبان میں (Lysozium System) کہتے
ہیں، بھی انہیں غیر مرئی روؤں کے ذمۂ کرم ہے۔ اس نظام کے ذریعے یہ آنکھوں کو
ایک خاص قسم کی خطرناک انفیکشن سے محفوظ رکھتے ہیں۔ جب نمازی وضو کرتے
ہوئے ناک کے اندر پانی ڈالتا ہے تو اس وقت پانی کے اندر کام کرنے والی برقی رَو
(Electric Ray) ناک کے اندرونی ان غیر مرئی روؤں کو تقویت پہنچاتی ہے۔
جس کے نتیجے میں نمازی بے شمار پیچیدہ امراض سے محفوظ رہتا ہے۔

عزیز قارئین کرام! آپ ناک کی اہمیت سے بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے اور
یہ بھی جان گئے ہوں گے کہ ناک کو صاف ستھرا رکھنے والے آدمی کا نہ صرف دماغ
درست رہتا ہے بلکہ کیا کچھ درست رہتا ہے.......... آپ خود سمجھدار ہیں..........!!

قربان جائیے دنیا کی اس عظیم ترین، ذہین ترین اور علیم ترین ہستی صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم کے کہ جس نے دن میں کم از کم پانچ وقت نہ صرف ناک کو دھونا بلکہ چھنگلیا
(Little Finger) سے اچھی طرح صاف کرنا وضو کا ایک اہم رکن قرار دے دیا۔
وضو کرنے والا آدمی جب ناک میں پانی ڈال کر چھنگلیا سے صاف کرتا ہے تو آگے

مرے ہوئے جراثیم اور پھنسے ہوئے ذرات نکل جاتے ہیں اور یہ مشین ایک بار پھر شفاف (Over Hall) ہو جاتی ہے پھر ایک مسلمان تو دن میں کم از کم پانچ مرتبہ اس مشین کو اوورھال (Over Hall) کرتا ہے اس لیے ممکن ہی نہیں کہ کوئی جراثیم ناک میں پرورش پا سکے۔

یقینی قاتل:

حکیم محمد اسلم شاہین، علامہ رشید ترابی کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے نقل فرماتے ہیں کہ دماغ کے وائرس سے بچنے کے لئے ناک میں پانی لینے سے بہتر کوئی اور تدبیر نہیں کیوں کہ بعض اوقات جب خطرناک امراض کے کرم (خورد بینی جراثیم) دماغ کی طرف صعود کر جاتے ہیں تو اس وقت مریض کو کتنی ہی طاقتور High potency دوائیں کیوں نہ استعمال کروائی جائیں سب ان جراثیموں کو ہلاک کرنے میں ناکام ہی رہتی ہیں مگر حیرت کا مقام ہے پانی کا صرف ایک قطرہ ان کا یقینی قاتل اور دافع ضرر ثابت ہوتا ہے۔ (۱۵۳)

میڈیکل سٹورز خالی کر دیئے:

ہومیو ڈاکٹر حاجی محمد یعقوب صاحب (شاہی چوک غلام محمد آباد فیصل آباد) کو نزلہ زکام نے آ لیا انہوں نے (بقول ان کے) ہومیو پیتھک، ایلو پیتھک اور یونانی علاج اتنا زیادہ کیا گویا کہ میڈیکل سٹورز خالی کر دیئے۔ مگر نزلہ تھا کہ بگڑتا ہی جاتا تھا کئی مہینے اسی حال میں گزر گئے.......... پھر آخر کار آفاقہ ہو ہی گیا.......... مگر کونسی دوائی سے..............؟ وہ خود ہی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ہر قسم کی دوائیوں کا استعمال بالکل ترک کر دیا اور طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ علاج پر سختی سے کاربند ہو گیا.......... آپ سوچ رہے ہوں گے .... کونسا طریقہ علاج ....؟ فرماتے ہیں کہ میں ہر وضو میں مسواک اور کلی کے ساتھ ساتھ خوب

خوب غرغرہ کرنے لگا ناک میں پانی ڈالنے کا طریقہ یہ تھا کہ چلو بھر تازہ پانی لے کر ناک کے اندر اتنی زور سے کھینچتا کہ بعض اوقات پانی اوپر لگ جانے کی وجہ سے میرے آنسو نکل آتے.............. بس پھر کیا تھا چند دن کی مشق (Practice) کے بعد نزلہ زکام یہ جا اور وہ جا.......... نام ونشان تک نہ رہا۔ تاہم ان کی یہ مشق (Practice) اب بھی جاری ہے بلکہ وہ نزلہ زکام کے مریضوں کو بھی اسی مشق (Practice) کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ نے غور فرمایا کہ اس عمل سے نزلہ زکام کے جراثیم جو ایک عرصہ سے مصروف نشوونما تھے اور ہر قسم کی دوائیاں بھی ان کے لئے بے ضرر ہی ثابت ہو رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنت پر عمل کرنے سے چند دنوں کے اندر وہ جراثیم ہلاک ہو کر رہ گئے اور موصوف تندرست ہو گئے گویا دائمی نزلہ اور ناک کے زخموں کے مریضوں کے لئے ناک کا غسل بہت ہی مفید ثابت ہوتا ہے۔

چہرہ دھونا

لمبائی میں عموماً بالوں کے اگنے والی جگہ سے لے کر ٹھوڑی کے کنارے تک اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک کا سارا رقبہ چہرہ کہلاتا ہے۔ اسلام نے چہرے کو دھونا فرض اور وضو کی اہم ترین شرط قرار دیا ہے.......... آخر کیوں..........؟

انمول راز:

عام سی بات ہے کہ جب آدمی کسی سے ملاقات کرتا ہے تو اس کی پہلی نظر آدمی کے چہرے پر ہی پڑتی ہے۔ آلودگی (Pollution) کے اس دور میں مختلف کیمیائی مادے، گرد و غبار اور میل کچیل وغیرہ ہر وقت چہرے کو نشانہ بناتے رہتے ہیں جس سے چہرہ بے رونق سا ہو کر رہ جاتا ہے اور آپ سے ملاقات کرنے والے پر آپ کی

شخصیت کا باوقار اثر نہیں پڑتا۔

دیکھیے! اسلام آپ کو دوسروں کی نظر میں باوقار بنانا چاہتا ہے۔ اسی لئے تو چہرے کو ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ تین بار دھونے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ پہلی بار پانی ڈالنے سے گرد اور دھول اتر جائے اور میل کچیل وغیرہ نرم ہو جائے گی دوسری مرتبہ پانی ڈالنے سے اگی ہوئی میل وغیرہ اتر جائے اور تیسری مرتبہ جو پانی ڈالا جائے گا اس سے چہرہ نہ صرف اچھی طرح سے صاف ہو جائے گا بلکہ اس کے عضلات میں چمک، نرمی اور لطافت پیدا ہو جائے گی۔ گرد و غبار صاف ہو کر آپ کا چہرہ بارونق اور پُرکشش ہو جاتا ہے۔ دورانِ خون کم وبیش ہو کر اعتدال کی حالت میں آجاتا ہے۔ آنکھوں کے عضلات کو ایسی تقویت ملتی ہے کہ ان میں ایک انوکھی چمک غالب آجاتی ہے۔ آنکھیں پُرکشش اور پرخمار ہو جاتی ہیں۔ چہرے پر تین بار ہاتھ پھیرنے سے دماغ کو ایسے سگنل ملتے ہیں کہ دماغ پُرسکون سا ہو جاتا ہے الغرض آپ کا ہشاش بشاش چہرہ آپ کی شخصیت کو ہر لحاظ سے بارعب اور باوقار بنا دیتا ہے۔

آنکھوں کی حفاظت کا سستا انتظام:

دورانِ وضو تین بار چہرہ دھونے سے لامحالہ آپ کی آنکھوں میں بھی تین بار پانی کے چھینٹے پڑ جاتے ہیں۔ ویسے قادرِ مطلق خدائے لم یزل نے آنکھ کی حفاظت کے لئے اور بہت سے انتظامات فرما رکھے ہیں پھر بھی گرد و غبار کا کوئی نہ کوئی ذرا آنکھوں کی طرف بڑھ ہی جاتا ہے۔ ایک لوہار کو ایک ڈاکٹر صاحب مشورہ دے رہے تھے کہ تم جب بھی بھٹی بند کر کے جاؤ تو سب سے پہلے اپنی آنکھوں میں کم از کم تین بار پانی کے چھینٹے مار لیا کرو۔ چھوٹے چھوٹے ذرات نکل جائیں گے اور آئندہ آپ کی آنکھ کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ آنکھیں آجانے پر بھی امراض چشم کے ڈاکٹر یہی علاج تجویز کرتے ہیں کہ آنکھوں میں روزانہ تازہ پانی کے خوب چھینٹے مارا کرو۔

لیکن اسلام علی الاعلان کہتا ہے کہ بیماری کے بعد جو آپ نے اپنی آنکھوں کو

دھونا ہی ہے تو کیوں نہ بیماری آنے سے پہلے ہی آنکھوں کو دھونے کی عادت بنا لی جائے۔ اس طرح بیماری سے بھی بچا جا سکتا ہے اور ڈاکٹر کی فیس سے بھی۔

لیڈی بیچر کا انکشاف:

امریکن کونسل فار بیوٹی (American Council for Beauty) کی سرکردہ رکن لیڈی بیچر نے ایک عجیب وغریب انکشاف یہ کیا ہے کہ ''مسلمانوں کو کسی قسم کے کیمیائی لوشن کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے اسلامی وضو سے چہرے کا ایسا غسل ہو جاتا ہے کہ چہرہ کئی امراض سے محفوظ رہتا ہے۔'' (۱۵۴)

بصارت سے محرومی کیوں..........؟

دورانِ وضو چہرہ دھونے سے بھنوئیں خود بخود ہی پانی سے تر ہو جاتی ہیں۔ آج سائنسدان یہ کہتے ہیں کہ ''اگر وقفے وقفے سے بھنوؤں کو یہ نمی باہم پہنچائی جاتی رہے تو آنکھوں کو ایسی خطرناک بیماری سے بچایا جا سکتا ہے جس میں آنکھوں کی رطوبت اصلیہ رطوبت زجاجیہ) کم ہوتے ہوتے بالآخر ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور آدمی رفتہ رفتہ بصارت سے محروم ہو کر رہ جاتا ہے۔'' (۱۵۵)

مگر ایک مسلمان.......... بصارت سے محروم کیوں ہو..........؟

انمول نسخہ:

''آنکھوں کے موتیا کا علاج مقصود ہو تو ہر روز صبح انکھوں کے اندر تازہ پانی کے چھینٹے مار لیا کرو''۔ میڈیکل سائنس والے آنکھوں کے موتیئے کا علاج تجویز کرتے ہوئے یہی مشورہ دیتے ہیں۔

مذہب کو جدید سائنس کے مقابلے میں دقیانوسیت خیال کرنے والے حضرات نوٹ فرما لیں کہ موتیئے کا علاج دریافت کرنے پر میڈیکل سائنس والے آج لڈیاں تو ڈال رہے ہیں مگر انہیں کیا پتا کہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آج سے چودہ

صدیاں قبل ہی اپنے غلاموں کو اس انمول نسخہ پر عمل کی ترغیب فرما چکے ہیں۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی کہ جب صبح بیدار ہوتے تو فوراً وضو فرما لیا کرتے تھے۔

اب جو آدمی تہجد کے لئے اٹھے گا، وضو کرے گا، پھر صبح کی نماز کے لئے تازہ وضو کرے گا تو نہ صرف آنکھوں کے موتیئے کا علاج ہوگا بلکہ پلکوں کے گرنے کا مرض بھی ختم ہو جاتا ہے اور آنکھ کے پپوٹے کا ورم بھی جاتا رہتا ہے۔

:EYE-WATER-HEALTH

ایک یورپین ڈاکٹر اپنے مضمون آنکھیں۔ پانی۔ صحت (Eye - Water - Health) میں رقمطراز ہے کہ:

"Wash your eyes repeatedly every day, otherwise you would have to face several dangerous diseases."

ترجمہ: ''اپنی آنکھوں کو روزانہ کئی بار پانی سے دھوتے رہو ورنہ تمہیں خطرناک امراض سے دوچار ہونا پڑے گا۔'' (۱۵۶)

دیکھیئے ڈاکٹر اپنے تجربات وتحقیقات کے بل بوتے پر خطرناک امراض چشم سے بچنے کے لئے آنکھوں کو ہر روز کئی بار دھونے کی ہدایت جو آج دے رہے ہیں مسلمانوں کو آج سے صدیوں پہلے یہ ترغیب دی جا چکی ہے۔ ایک مسلمان تو دن میں کئی بار یعنی کم از کم پانچ بار اپنی آنکھوں کو پانی سے غسل دے لیتا ہے۔

درحقیقت اسلام دین فطرت ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی غیر تحقیقات و تجربات کی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر مشاہدات کی لیبارٹریوں میں غوطے لگا لگا کر غرض ہر طرف پھر پھرا کر اگر کوئی نئی دریافت کر بھی لے تو وہ دریافت اگر واقعی حقیقت پر مبنی ہو تو وہ دریافت کوئی نئی دریافت نہیں ہوگی بلکہ اسلام کی کسی نہ کسی حقیقت پر مہر تصدیق ہی ثابت ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اغیار کا تو یہ حال ہے کہ اپنی کسی دریافت کو جب فطرت کے عین مطابق ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پہلے پہل بڑا واویلا کرتے ہیں، لڈیاں ڈالتے ہیں، خوشی سے پھولے نہیں سماتے لیکن جب فطرت سے عین مطابقت رکھنے والی اس دریافت کو اسلام کے عین مطابق پاتے تو بے چارے سرپیٹ کر رہ جاتے ہیں اور اسلام کو دین فطرت کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ حال تو اغیار کا ہے لیکن ہمارا اپنا یہ حال ہے کہ:

؎ مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ پھیلا دیئے سائے ہم نے

سب فراڈ ہے مگر............

آج کل لوگ چہرے کی جلد کو ملائم اور خوبصورت بنانے کی خاطر کبھی تو بیوٹی پارلرز کے دھکے کھاتے ہیں تو کبھی خوبصورت اور دلکش نظر آنے کے لئے پلاسٹک سرجری کروانے کے لئے ہسپتالوں کے چکر لگاتے ہیں۔ لوگ دلکش اور جاذب نظر بننے کے لئے لاکھوں روپیہ غازہ وگلگونہ (Cosmetics) پر برباد کر رہے ہیں۔

لیکن یاد رکھیئے یہ سب فراڈ ہے.......... اگر آپ کی کریم جلد کو اچھا کرتی ہے تو لے آیئے اپنی بڑھیا سے بڑھیا کریم اور لگانا شروع کر دیجئے کسی نوے (90) سالہ بوڑھے کے چہرے پر اور اس کے چہرے کی جھریاں مٹانے کی کوشش کر دیکھیئے.......... دیکھتے ہیں آپ کس حد تک کامیاب ہوتے ہیں.......... یقیناً آپ ناکام ہو جائیں گے کیونکہ چہرے کی جھریاں مٹانا کاسمیٹکس کے بس کا روگ ہے ہی نہیں..........بس کا روگ نہ بھی سہی پر کوشش ضرور کی جاتی ہے بلکہ ان کم بخت جھریوں کے خاتمے کے لئے کیا کیا گر آزمائے جاتے ہیں.......... آیئے دیکھتے ہیں۔

سَو شیطان ایک طرف...... پر بڑھیا اکیلی ایک طرف

مولانا رومؒ مثنوی شریف میں ایک حکایت بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ایک نوے سالہ بڑھیا تھی، سفید بال، چہرہ زرد، منہ پر جھریاں، ٹوٹے ہوئے دانت، کان کی طرح دوہری لیکن حرص اور شہوت کا شکار.......... جس طرح خالی دیگ کے نیچے آگ جلائی گئی ہو۔

ایک دن بڑھیا کے پڑوس میں شادی کی تقریب ہوئی۔ جس میں اس کو بھی بلایا گیا۔ بڑھیا بڑی مسرور ہوئی، فوراً ڈرائنگ روم میں آئی، آئینہ کے سامنے بیٹھی بال سنوارے، ربن لگایا اور منہ کو بہت ملا لیکن چہرے کی جھریاں دور نہ ہوئیں۔ بڑھیا کو اور تو کچھ نہ ملا پاس ہی قرآن پاک پڑا تھا۔ اس کے سفید اوراق کو باریک باریک کاٹ کر لئی کے ساتھ جھریوں پر چپکا لیا۔ اور چادر اوڑھ کر خراماں خراماں روانہ ہوگئی۔ راستے میں چادر کو صحیح کرنے لگی تو کاغذ کے ٹکڑے ایک ایک کر کے چہرے سے گرنے لگے غصہ میں آکر کہنے لگی ”لعنت ہو شیطان پر“ یہ کہنا تھا کہ شیطان بھی فوراً ہی آدھمکا اور بولا کہ مجھ پر لعنت کیسی ....؟ سو شیطان ایک طرف اور تو اکیلی ایک طرف۔ یہ تدبیر تو کسی شیطان کو بھی نہ سوجھی تھی کہ جھریاں چھپانے کے لئے مصحف پاک کے اوراق کاٹ کر چہرے پر چپکائے۔ اے بڑھیا چہرے پر مشک و کافور بھی لگائے تو یہ جھریاں دور نہ ہوں گی۔ تیری یہ کوشش بے کار ہے۔ (۱۵۷)

آج کل کے فیشن ایبل مرد اور خواتین سب نئی تہذیب کی اس بڑھیا کے مصداق ہیں۔ تہذیب نُو نے انہیں بڑھاپا چھپانے کے لئے میک اپ دیا جس سے بوڑھے ہو کر بھی جوان نظر آنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔

حضرات گرامی!

چہرے کی جھریاں ختم کرنا تہذیب نُو کے بس میں نہیں بلکہ چہرے کی جھریوں کا علاج اس پرانی تہذیب کے پاس ہے جسے نئی تہذیب کے متوالے دقیانوسیت کا نام

دیتے ہوئے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر ان بے چاروں کو کیا پتا کہ وہ تہذیب تو دراصل چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی نئی کی نئی ہے آیئے! آزما کر دیکھ لیجئے کیونکہ ”جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے“ یاد رکھیے! چہرے کی جھریوں کا علاج جدید تہذیب کی کاسمیٹکس کے پاس نہیں بلکہ صدیوں پرانی تہذیب کے وضو کے پاس ہے ....آپ پوچھیں گے کہ وہ کس طرح ....؟

چہرے کی جھریاں:

درحقیقت جسم کے اندر ایک ساکت برقی توازن (Static Electricity Balance) موجود ہوتا ہے اور ایک صحت مند جسم کی فزیالوجی (Physiology) یعنی اعضاء کی نقل و حرکت کا اس برقی توازن کے ساتھ گہرا رشتہ ہے۔ لیکن فضائی حالات اور پلاسٹک کے مصنوعات و ملبوسات اس توازن کو بُری طرح متاثر کر رہے ہیں۔ انسان کئی قسم کی نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ قسم قسم کے جلدی امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ جلد کے نیچے نزدیک ترین باریک باریک پٹھے تسلسل کے ساتھ متاثر ہوتے ہوئے بالآخر کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں نتیجۃً جھریاں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ان جھریوں (Wrinkles) کا اوّلاً آغاز چہرے سے ہی ہوتا ہے یہ جھریاں دراصل برقی عدم توازن کا نتیجہ ہیں۔

جدید طرزِ علاج:

جدید تہذیب کے فرزند اس برقی عدم توازن کا علاج آکوپنچر کے ذریعے کرتے ہیں۔ مگر دوران علاج جب جسم میں سوئیاں چبھوئی جاتی ہیں تو اسی کو پتا ہوتا ہے جس کے ساتھ بیت رہی ہوتی ہے۔ یعنی بڑا تکلیف دہ علاج ہے۔ لیکن گارنٹی شدہ بالکل نہیں۔

ڈاکٹر سر جوڑ کر بیٹھ گئے:

چہرے کی جھریوں کا سبب بننے والے برقی عدم توازن کا علاج دریافت کرنے

کے لئے دنیا بھر کے ڈاکٹر سر جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ تجربات و مشاہدات پر مشتمل اپنے اپنے مقالے پیش کئے جاتے ہیں۔ بالآخر ڈاکٹروں کا وہ پینل چہرے کی جھریوں اور طرح طرح کے نفسیاتی اور جلدی امراض کا سبب بننے والے اسی برقی عدم توازن کا علاج دریافت کر ہی لیتا ہے کونسا بھلا............؟

To wash your face repeatedly every day and use fresh water for this purpose.

یعنی "چہرے کو دن میں کئی بار تازہ پانی سے دھویا جائے۔" (۱۵۸)

یقیناً مغربی ڈاکٹروں نے برقی عدم توازن کو درست کرنے کا گر دریافت کر کے میڈیکل سائنس کی دنیا میں بہت بڑا تیر مار لیا ہے۔ ہم ان کے اس کارنامے (Achievement) کو کھلے دل سے تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اہل مغرب کی یہ نئی دریافت اس طریقۂ علاج پر مہر تصدیق ثابت ہوئی ہے جس پر گزشتہ چودہ صدیوں سے قومِ مسلم کی عملی مشق (Practice) جاری ہے۔

ہر صاحب فہم و شعور جانتا ہے کہ بجلی پر پانی پڑ جائے تو کیا ہوتا ہے۔ دورانِ وضو جسم کے ساتھ پانی کے چھوتے (Touch) ہی وہ Static Electricity کی روئیں (Rays) پورے جسم میں دوڑ جاتی ہیں خصوصاً جب چہرے پر پانی ڈالا جاتا ہے تو ساکت برقی نظام کو ایک مخصوص قسم کی تحریک ملتی ہے جلد کے نیچے ایک عجب قسم کی ہلچل سی مچ جاتی ہے جلد کے باریک باریک پٹھوں میں ایک Vibration سی شروع ہو جاتی ہے۔ مردہ پٹھوں کو جب تحریک ملتی ہے تو وہ پھر سے کام کرنا شروع کر دیتے ہیں اس کے ساتھ ہی جلد میں تناؤ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور جھریاں آہستہ آہستہ (Gradually) ختم ہونے لگتی ہیں۔

عزیز قارئین!

اب تو آپ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ نمازیوں کے چہرے اتنے چمکدار اور نورانی کیوں ہوتے ہیں.......... دراصل یہ سب وضو کی برکتوں کا نتیجہ ہے۔

ہمارے وطن عزیز میں بھی کروڑوں روپیہ سامان زیب و زینت (Cosmetics) پر خرچ کیا جارہا ہے مگر پھر بھی فائدہ زیرو کا زیرو۔

یاد رکھیئے! دس گنا اور خرچ کر کے بھی وضو کی برکات کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر بھی چکرا گئے:

ایک سولہ سالہ دوشیزہ سخت دردِ سر میں مبتلا ہو گئی۔ درد جب بڑھ جاتا تو مریضہ کی آنکھوں کے سامنے سیاہ رنگ کے دھبے سے آنے لگتے۔ لڑکی مسس پی کیسلر ہسپتال میں زیر علاج تھی معالجین نے اس کے ایکس ریز نکلوائے۔ معلوم ہوا کہ دونوں آنکھوں کے بالائی حصوں میں ہلالی شکل کا تکلس (Calcification) بن چکا تھا۔

معالجین کو یہ تو معلوم تھا کہ تکلس عموماً استحالے کی خرابی سے ہوا کرتا ہے۔ جس میں کیلشیئم، فاسفورس، چوٹ یا غیر معمولی روئیدگی کو دخل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیبارٹری ٹیسٹ کرائے گئے۔ ان معدنی نمکیات میں سے کوئی بھی خلافِ معمول (Abnormal) نہ تھا۔ اعصابی ٹیسٹ بھی درست تھے۔ مریضہ کی بصارت بھی بالکل ٹھیک تھی۔

جہاں تک طبی تشخیص کا تعلق تھا وہ ہر لحاظ سے مکمل ہو چکی تھی اور اس کے مطابق خاتون کو کوئی بھی تکلیف نہ تھی مگر وہ اپنی جگہ مسلسل پریشان تھی۔ اس کے گھریلو حالات معلوم کئے گئے تو پتا چلا کہ وہ گھر میں بھی عموماً پریشان رہتی ہے۔ لیکن اس کی اس پریشانی کا تعلق دردِ سر سے تو ہو سکتا ہے مگر تکلس پیدا کرنے کی وجہ اب بھی معلوم نہ ہو سکی۔ تمام معالج سخت حیران تھے اور پریشان بھی۔

ایک ڈاکٹر کو یونہی خیال آیا کہ دوشیزہ نے اپنی آنکھوں کا غیر معمولی سنگار (Make-up) بھی تو کر رکھا ہے۔ کیوں نہ اس میک۔ اپ کو صاف کر کے ایک ایکس ریز لیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا.......... معلوم ہوا کہ تکلس وغیرہ کوئی نہیں میک میں کوئی ایسا مادہ ہے جو غیر شفاف ہے۔

ڈاکٹروں نے بازار سے کوئی 25 قسم کے میک اپ خریدے کاغذوں پر لیپ کر
کے ان کے ایکس ریز نکلوائے ان میں سے چار ایسے تھے جو ایک سریز میں سائے اور
سیاہی پیدا کر دیتے تھے۔ جب ان کا لیبارٹری ٹیسٹ کیا گیا تو پتا چلا کہ ان میں بسمتھ،
ٹیلک (Talc) اور آئرن اکسائیڈ شامل تھے۔ (۱۵۹)

اگر ڈاکٹر محنت نہ کرتے اور تحقیق کے جھنجھٹ میں نہ پڑتے تو مختلف قسم کی طبی
آزمائشوں پر ہزاروں ڈالر صرف ہوتے اور مریضہ کی پریشانی مزید بڑھ جاتی۔

کارنیگی کے انکشافات:

جدید تہذیب کی طرف سے دیئے جانے والے اس تحفہ یعنی فیشن کے ضمن میں
اسی تہذیب نو کے ایک فرزند کیا کہتے ہیں .... آیئے ملاحظہ کرتے ہیں:

مشہور مغربی مفکر اور ماہر حفظانِ صحت ڈاکٹر ڈیل کارنیگی اپنی زندگی کے تجربات
کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے کھری کھری بات کر ہی جاتے ہیں کہ میری زندگی فطرت
کے مسلسل مطالعہ میں گزری ہے میں اس نتیجے پر پہنچ سکا ہوں کہ حقیقت میں ہم تو
فطرت سے قریب رہتے ہوئے بھی فطرت سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نے
ماڈرن فیشن پر تحقیق کی تو پتا چلا کہ فیشن اور رواج کی دنیا نے تو ہمیں دھوکہ اور فریب
کے سوا کچھ دیا ہی نہیں۔ یہ تو نرا سراب ہے۔

ڈاکٹر صاحب مزید کہتے ہیں کہ میک اپ عموماً حسن نسوان کی خاطر کیا جاتا ہے
لیکن میرے تجربات شاہد ہیں کہ حسن نسواں کو جتنا نقصان اس میک اپ نے دیا ہے
شاید ہی کسی اور چیز نے دیا ہو۔ مانا کہ جنگلوں نے حالات و ماحول کو تہہ بالا کر کے رکھ
دیا، بارود نے تباہ کاریوں کی انتہا کر دی لیکن جہاں تک میرا خیال ہے ان کا نقصان
انسانی معاشرے کے لئے کم ہے لیکن میک اپ کا نقصان اس سے کہیں زیادہ ہے۔
کیونکہ دیگر تباہ کاریوں سے بیک وقت پوری دنیا متاثر نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ تسلسل
سے جاری رہتی ہیں۔ لیکن فیشن کی تباہ کاریوں سے تو دنیا کا گوشہ گوشہ متاثر ہو رہا

ہے، ہر روز اربوں روپیہ اس کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے بلکہ ان پیسوں کے عوض
طرح طرح کی جلدی بیماریوں کو خرید فرمایا جا رہا ہے۔ جدید سائنس نے یہ انکشاف
کیا ہے کہ میک۔اپ کے سامان میں ایسے ایسے خطرناک کیمیائی اجزاء استعمال کئے
جاتے ہیں جو کئی ایک امراض کا سبب بنتے ہیں چند ایک امراض درج ذیل ہیں:

(i)	چہرے کے مہاسے	Acne Vaugaris
(ii)	چہرے پر سیاہ دانے	Black Head
(iii)	لیس دار تھیلی نما مہاسے	Cyst
(iv)	کیل اور چھائیاں	Acne Rosacea
(v)	ناک پر دانوں کا بگاڑ	Rhinophyma
(vi)	عام پھوڑے پھنسیاں	Folliculitis
(vii)	داد	Rinzworm Tinea Corporis
(viii)	پھپھوندی سے پیدا ہونے والے امراض	Fungal Ingections:

(۱۶۰)

حضرات گرامی!

اب تو آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم نے اس فیشن کے شوق میں کیا کھویا اور
کیا پایا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھیئے کہ اسلام نے خواتین کو گھر کی چار دیواری کے اندر رہتے
ہوئے آرائش حسن (جو صرف اپنے شوہروں کے لئے ہو) سے منع نہیں فرمایا۔ لیکن
اس کے لئے مصنوعی اور زہریلی ادویات میک اپ کی شکل میں استعمال کی جائیں تو
نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ اب تو جدید اور پڑھا لکھا طبقہ میک اپ سے دلبرداشتہ
ہو کر پھر سادگی کی طرف لوٹ رہا ہے.......... ڈاکٹر ڈیل کارنیگی کی طرح ....

"پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا"

چلیں اربوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد فطرت کی طرف لوٹنا بھی غنیمت ہی

جانیئے کیوں کہ صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے کہ چلیں آ تو گیا .... دراصل ہمارا دین دین فطرت ہے اس کے تمام اصول فطرت کے عین مطابق ہیں۔

حیرت انگیز آفاقہ:

حکیم چغتائی صاحب کے پاس ایک ایسا مریض آیا جس کا چہرہ ہر وقت گرم رہتا تھا۔ ٹھنڈی دواؤں نے بھی کام نہ کیا تو قسم قسم کی اینٹی الرجی (Anti-Allergy) ادویات کا استعمال کروایا گیا مگر آفاقہ ندارد۔ بالآخر اسے باقاعدگی کے ساتھ نماز پڑھنے اور ہر نماز میں اور نماز کے بعد بھی تسلی بخش وضو کرنے کا مشورہ دیا گیا اور ہر وضو کرنے کے بعد درود شریف پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک مار کر منہ پر پھیرنے کا کہا گیا .... مریض کے مرض میں حیرت انگیز حد تک تیزی سے کمی واقع ہونے لگی اور بہت جلد مکمل صحت یاب بھی ہو گیا۔ (۱۶۱)

چہرے کی الرجی:

محکمۂ ماحولیات کے ماہرین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ الرجی سے بچنے کے لئے اپنے چہرے کو بار بار تازہ پانی سے دھویا جائے .... اور ایسا تو وضو کے ذریعے ہی ممکن ہے ....!!!

داڑھی میں خلال

داڑھی چونکہ گھنی اور گنجان ہوتی ہے اس لئے حکم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اس کی جڑ تک پانی پہنچایا جائے۔ ایسا کرنے سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہونے کے علاوہ تمام جراثیم اور اچھوتی امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ لیکن یاد رکھیئے کہ خلال کی مبارک سنت پر عمل تو وہی خوش نصیب کر پائے گا کہ جس کا چہرہ ریش مبارکہ سے سجا ہوا ہو گا۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ آج اکثر مسلمان اس پیاری سنت سے محروم نظر آتے

ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ داڑھی رکھنا سنت مؤکدہ ہے۔ نہ صرف تمام انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری اور پاکیزہ سنت مبارکہ ہے۔ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو داڑھی کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد ذیشان فرمایا کہ:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ (۱۶۲)

ترجمہ: ''مشرکوں کی مخالفت کرو یعنی داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔''

لیکن آج کا مسلمان اپنے پیارے آقا علیہ السلام کی بجائے اغیار کی سنت پر عمل کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ ننگے سر، کلین شیو، پتلون کے اندر قمیض، گلے میں کالر، کالر میں پھندہ، پھندے میں بندہ (بے چارہ) فرنگی کے حلیہ میں اپنے آپ کو باوقار خیال کرتا ہے۔ سادگی کی انتہاء دیکھیئے کہ اوپر سے یہ بھی کہہ رہا ہوتا ہے:

- ''محمد ﷺ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی''
- ''غلام ہیں غلام ہیں .... نبی ﷺ کے غلام ہیں۔''
- ''غلامیٔ رسول ﷺ میں ...... موت بھی قبول ہے۔'' (''مگر داڑھی رکھنا قبول نہیں'')

غضب خدا کا! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ایسے ہوتے ہیں ....؟؟؟
کہیں (معاذ اللہ) طنز تو نہیں کر رہا۔ شاید ایسے ہی غیور مسلمانوں کے لئے کہا گیا ہے کہ

روح میں سوز نہیں قلب میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

بلکہ سچ پوچھیئے تو تہذیب نو کے متوالوں کا حال تو یہ ہو گیا ہے۔

حسن بنتا تھا کبھی جو خون سے
آجکل بنتا ہے وہ پتلون سے

مقامِ عبرت:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی اللہ رب العزت اپنی قدرت کے دلائل عیاں فرما دیا کرتا ہے تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور بار بار توبہ استغفار کرتے اور لرزتے کانپتے یہ واقعہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو معاف فرمائے۔ آمین!

کوئٹہ کے قریب ایک گاؤں میں کسی کلین شیو نوجوان کی لاوارث لاش ملی۔ ضروری کارروائی کے بعد لوگوں نے مل جل کر اسے دفنا دیا۔ اتنے میں مرحوم کے ورثاء ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہاں آن پہنچے۔ انہوں نے لوگوں کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہم اپنے اس عزیز کی قبر اپنے گاؤں میں بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ قبر سے مٹی کھود کر ہٹا دی گئی اور جب چہرہ کی طرف سے پتھر کی سل ہٹائی گئی کہ چہرہ دیکھ کر لوگوں کی چیخیں نکل گئیں کہ ابھی ابھی جس ''کلین شیو'' نوجوان کو دفن کیا گیا تھا اس کے چہرے پر تو ''کالی داڑھی'' بنی ہوئی ہے اور وہ داڑھی کالے بالوں کی نہیں بلکہ کالے بچھوؤں کی ہے' یہ ہوشربا منظر دیکھ کر لوگ استغفار پڑھنے لگے اور جوں توں قبر بند کر کے وہاں سے خوفزدہ ہو کر لوٹ گئے۔ (۱۶۳)

داڑھی مردوں کی زینت، اسلام کا شعار اور تمام انبیاء کرام اور رسولانِ عظام علیہم السلام کی سنت ہے تو اس طرح داڑھی رکھنا سنت موکدہ قرار پایا۔ تو پھر داڑھی منڈوانا لامحالہ گناہ تو ضرور ہے۔ اسلام کے تمام اصول وقواعد فطرت سے عین مطابقت رکھتے ہیں اسی لئے اب تو غیر مسلم بھی تجربات ومشاہدات کی خاک چھان چھان کر بڑی تیزی سے فطرت کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ اب تو اغیار کی طرف سے بھی کہیں داڑھی رکھنے کے طبی فوائد بیان ہو رہے ہیں اور کہیں داڑھی مونڈنے کے نقصانات کی لسٹیں شائع کروائی جا رہی ہیں............ کچھ نہ کچھ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے!

ڈاکٹر مور کے مشاہدات:

ڈاکٹر مور برلن یونیورسٹی کے نامور پروفیسر ہیں۔ شیو، بلیڈ اور صابن پر کئی سالہ ریسرچ کے بعد ایک تحقیقاتی رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ اس رپورٹ کو ماہنامہ ''صحت'' (دہلی) نے کچھ یوں بیان کیا ہے۔

شیو کرنے سے جتنا نقصان جلد کو پہنچتا ہے شاید ہی جسم کے کسی اور حصہ کو پہنچتا ہو۔ ہر شیو کرنے والے کی کوشش ہوتی ہے کہ چہرے پر کوئی بال کہیں رہ نہ جائے اپنے حسن اور نکھار کو دوبالا کرنے کے لئے نشتر کو جلد پر خوب رگڑتا رہتا ہے تیز استرے یا بلیڈ وغیرہ سے جلد کو بار بار چھیلا جاتا ہے جس سے چہرے کی جلد حساس (Sensitive) ہو کر اس کی قوتِ مدافعت میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے امراض کو آسانی سے قبول کر لیتی ہے۔

چہرے پر پھنسیاں (Impeigo) نکل سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں جلدی سوزش جسے حجام کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے یعنی (Sycosis Barbac) جیسی خطرناک جلدی مرض لگ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ بعض ایسی خطرناک چھوتی امراض چہرے پر اور پھر اس کے ذریعے پورے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ ڈاکٹر مور کے مطابق وہ امراض مندرجہ ذیل ہیں:

(i)	چہرے کے مہاسے	Acne Vulgaris
(ii)	چہرے کی جلد کی خشکی	Dandruf Seborrhoes
(iii)	کیل اور چھائیاں	Acne Rosacea
(iv)	ناک پر دانے	Rhinophyma
(v)	عام پھوڑے پھنسیاں	Boils
(vi)	خارش	Eczema
(vii)	پتی اچھلنا۔ الرجی	Urticaria, Allergy (۱۶۴)

الٹرا وائلٹ شعاعوں کا اثر:

عام دھوپ کے اندر الٹرا وائلٹ شعائیں (Ultraviolet Rays) بھی موجود ہوتی ہیں اور دھوپ سے بچنا ممکن ہی نہیں اس لئے ان شعاعوں کا فوری اثر جلد پر ہی ہوتا ہے جلد کے روغنی غدود بہت متاثر ہوتے ہیں نتیجۃً جلد کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔ روزانہ شیو بنانے والے کی جلد چونکہ بہت زیادہ حساس ہوتی ہے اس لئے ان شعاعوں کا اثر بہت جلد قبول کر لیتی ہے۔ الٹرا وائلٹ ریز (Rays) کے مسلسل اثرات مدافعتی خلیات کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں اور بعض اوقات لاعلاج قسم کا خبیث مرض بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے)

غدہ نخامیہ پر شیو کا اثر:

مسلسل شیو بنانے کی وجہ سے غدۂ نخامیہ (Pituatary Gland) بُری طرح متاثر ہوتا ہے پھر اس گلینڈ (Gland) کے نقص کی وجہ سے اعصابی نظام (Nervous System) اور جنسی نظام بُری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ (۱۶۵)

مخنث عنین:

ایک ڈاکٹر داڑھی منڈوانے والوں کی آٹھویں پشت کو مخنث عنین قرار دیتے ہیں۔

حسن کو چار چاند لگانے کے شوق میں:

شیو بنانے والا نشتر کو جلد پر بار بار رگڑتا ہے اگر نشتر کند بھی ہو تو پھر بھی خوب زور لگا لگا کر بالوں کو جڑوں سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ دراصل وہ اپنے حسن کو چار چاند لگانا چاہتا ہے مگر اسے کیا معلوم کہ مسلسل تراش خراش اور ہیجان کی کیفیت جلد کے خلیات کو کمزور بنا دیتی ہے۔ ادھ موئے خلیات جلد کی رونق بحال رکھنے کے قابل نہیں رہتے نتیجتاً جلد کا رنگ سیاہ پڑ جاتا ہے اور ایسا آدمی اپنے حسن کو چار چاند تو کیا ایک چاند بھی نہیں لگا سکتا۔

علمائے طب کا فیصلہ:

علامہ علاءالدین قریشی رقمطراز ہیں:

”بدن انسانی میں تین اعضاء ایسے ہیں جو اطباء کے نزدیک متفقہ طور پر اعضاء رئیسہ شریفہ کہلاتے ہیں یعنی قلب، دماغ اور جگر، ضروری قوتوں کا منبع یہی تینوں اعضاء ہیں اور بقائے انسانی کا دارومدار بھی انہی پر ہے اس لئے کہ اگر ان تینوں میں سے کوئی بھی مبتلائے مرض ہو تو جسم انسانی کا سارا نظام بگڑ کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا اطباء کے نزدیک ان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔“

علامہ قریشی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ”ان تینوں اعضاء میں ”داڑھی“ کے قریب ترین عضو ”دماغ“ ہے۔ اگر داڑھی کا حلق کیا جائے (استرہ یا بلیڈ کا استعمال کیا جائے) تو ظاہر ہے کہ اس سے دماغ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا......... تو جب دماغ متاثر ہوگا تو اس کا اثر پورے جسم پر پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ فی زمانہ دماغی قویٰ اگلے لوگوں کی نسبت خاصے کمزور ہیں۔“ (۱۶۶)

حکیم شمیم احمد رقمطراز ہیں کہ:

”داڑھی سے قربت رکھنے والا ایک عضو آنکھ بھی ہے جو اعضائے ضروریہ میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانے میں ضعفِ بصارت کا مرض کثیر الوقوع ہو چکا ہے۔“ (۱۶۷)

حکیم طارق محمود چغتائی صاحب ایک امریکی ڈاکٹر کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ:

”داڑھی پر بار بار استرہ چلانے سے آنکھوں کی رگوں پر اثر پڑتا ہے اور بینائی کمزور ہو جاتی ہے۔

بدن میں کچھ دخانیت کے سمی اثرات ہوتے ہیں۔ قدرت نے داڑھی وغیرہ کے بالوں کو اندر سے مجوف اور نالی دار بنا دیا ہے تا کہ یہ اثرات اس نالی کے ذریعے خارج

ہوتے رہیں اور بدن میں جذب نہ ہونے پائیں.........اب اگر داڑھی کے بالوں کو مونڈ دیا جائے تو اس نالی کا دہانہ جس سے دخانیت خارج ہوتی ہے بالکل جلد کے محاذ میں آجاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سمی اثرات بدن سے خارج ہونے کی بجائے جلد کی سطح پر پھیل جاتے ہیں اور اس سے چہرے کی چمڑی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' (۱۶۸)

حکیم رضوان احمد تحریر فرماتے ہیں:

''داڑھی اور خصیتین میں اندرونی طور پر ایک مخصوص تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے خصیے پیدائشی طور پر نہ ہوں تو اس کی داڑھی بھی نہیں نکلتی۔ گویا خصیوں کو طبعی انداز پر ہونا داڑھی کا سبب پیدائش ہے۔ الغرض ایسے بہت سے شواہد اس بات کے آئینہ دار ہیں کہ داڑھی اور خصیوں کے مابین ایک ایسا مخفی تعلق ہے جس کا انکار ناممکن ہے اب اگر داڑھی کو منڈایا جائے گا تو اس مخفی تعلق کی بنا پر یہ مونڈنا ضعفِ خصیتین اور ضعفِ باہ کا سبب بن سکتا ہے۔'' (۱۶۹)

عجب تماشا ہے:

کسی کے سر پر سے بال اڑ جائیں تو لوگ اسے گنجا کہنا شروع کر دیتے ہیں اور اسے بھی گنج کے اظہار سے شرم محسوس ہوتی ہے۔ مگر عجب تماشا ہے کہ یار لوگ اپنے پورے چہرے کو خوشی سے گنجا کر لیتے ہیں.........سر بالوں سے محروم ہو جائے تو گنجا کہلوانے سے شرماتے ہیں مگر چہرے کو بالوں (داڑھی) سے محروم کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے۔ حالانکہ داڑھی تو مرد ہونے کی واضح ترین علامت ہے۔

سمجھ نہیں آتا کہ آج لوگوں کو داڑھی کے نام سے اس قدر لرزہ کیوں طاری ہوتا ہے۔ سر پر بال رکھتے ہیں تو پھر چہرے پر رکھنے میں کیا قباحت ہے! ''عجب تماشا ہے۔''

تاریخ کے جھروکوں سے:

داڑھی کا مسئلہ نہ صرف شریعت مطہرہ بلکہ فطرت سلیم کا بھی مسئلہ ہے فطرتِ انسانی اور عقل انسانی کا تقاضا یہی ہے کہ ایک مرد کا چہرہ داڑھی سے سجا ہوا ہو باریش انسان اپنی داڑھی کی ہمیشہ لاج رکھتا ہے۔ داڑھی مرد کی شان ہے.........تاریخ کے جھروکوں میں جھانک لیجئے! بڑے بڑے حکیموں، طبیبوں، سائنسدانوں اور فلسفیوں مثلاً افلاطون، سقراط، بقراط اور ارسطو وغیرہ کی تصویروں میں لمبی لمبی داڑھیاں نظر آتی ہیں۔ لاہور ہائی کورٹ میں جا کر دیکھ لیجئے! چیف جسٹس ہال میں باریش چیف ججوں کی تصویریں اب بھی آویزاں ہیں.........یہی نہیں بلکہ انیسویں صدی تک یورپ میں بھی داڑھی عوام اور شرفاء کا شعار سمجھی جاتی تھی۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ:

''روم کے آخری بادشاہ کے پاس جب ایک بے ریش شخص بطور سفیر پہنچا تو اس نے خفگی کا اظہار کیا اور پوچھا کہ تمہارے بادشاہ کو داڑھی والا کوئی شخص نہ ملا'' (۱۷۰)

ڈاکٹر چارلس ھوم کا اپنی قوم کو مشورہ:

امریکی ڈاکٹر چارلس ھوم اپنی قوم کو داڑھی کی خوب ترغیب دیتے ہیں۔ داڑھی کے فضائل و محاسن اور طبی فوائد تفصیلاً بیان کرنے کے بعد آخر میں یوں رقمطراز ہیں کہ:

''جو لوگ داڑھی کا مذاق اڑاتے ہیں وہ حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہیں اس لئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام داڑھی رکھتے تھے۔'' (۱۷۱)

قارئین کرام! ہم مسلمانوں کو بھی اس سے سبق سیکھنا چاہئے۔ کسی داڑھی والے کا اس کی داڑھی کی وجہ سے مذاق اڑانے سے پہلے ہزار بار سوچنا چاہئے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یسوع المسیح علیہ السلام کے بھی امام ہیں۔ پھر ہم اپنے پیارے آقا تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت رکھنے کی وجہ سے کسی کا مذاق کیوں اڑائیں۔

وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ کا مطلب:

حدیث مبارکہ کا دوسرا حصہ یعنی ''مونچھیں پست کرو۔'' داڑھی کے ضمن میں مکمل حکم یہ ہے کہ ''داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں ترشواؤ'' لیکن یار لوگ تو اس کے برعکس عمل کرتے ہیں یعنی مونچھیں بڑھائی جاتی ہیں اور داڑھی کا نشان تک نہیں چھوڑا جاتا لیکن اس کا کس قدر نقصان اٹھانا پڑتا ہے ....؟ اس ضمن میں ایک خصوصی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔

پرتگالی سائنس دان کی ریسرچ:

پرتگال کے مشہور سائنسدان جناب ''کیول فادر'' عرصۂ دراز تک انسانی ہونٹوں پر ریسرچ کرتے رہے بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ انسانی ہونٹوں کے اندر بڑے حساس اور تیز ترین گلینڈز (Glands) ہوتے ہیں۔ جن کا تعلق بالواسطہ دماغ کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہی وہ گلینڈز ہیں جن کی وجہ سے مرد وعورت کے درمیان انفرادی تعلقات میں رجحان پروان چڑھتا ہے۔ یہ سارا کمال ان ہارمونز کا ہے جو کہ اوپر والے ہونٹ میں موجود گلینڈز میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان ہارمونز کی بہتر نشوونما کے لئے ضروری ہے کہ اوپر والے ہونٹ کو بغیر کسی رکاوٹ یا مزاحمت (Resistance) کے پانی بھی لگتا رہے اور ہوا بھی میسر آتی رہے.......... لیکن اگر مونچھیں بڑھی ہوئی ہوں گی تو لامحالہ مزاحمت تو پیدا ہوگی .... اس طرح نہ صرف گلینڈز کی کارکردگی متاثر ہوگی بلکہ ہارمونز کی پیدائش ونشوونما پر بھی بُرا اثر پڑے گا۔(۱۷۲)

مزید یہ کہ اگر ان گلینڈز کو پانی اور ہوا نہ ملے تو انسان دائمی نزلے، مسوڑھوں کے ورم اور اے۔بی کچھاؤ وغیرہ جیسے امراض میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مونچھیں بڑی ہونے کی صورت میں فضائی بیکٹیریا اور دیگر جراثیم بھی ان میں اٹک جاتے ہیں جو

کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ شامل ہو کر معدے میں پہنچ جاتے ہیں اور طرح طرح کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں چونکہ ان جراثیموں کی گزرگاہ منہ اور حلق ہوتا ہے اس لئے منہ اور گلے کے امراض سے بھی واسطہ پڑ سکتا ہے .... لہٰذا طے یہ پایا کہ ''مونچھوں کو پست رکھنے میں ہی عافیت ہے۔''

آج سائنس یہ بھی ثابت کر چکی ہے کہ نچلے ہونٹ کی کیفیت اوپر والے ہونٹ کے بالکل برعکس ہوا کرتی ہے۔

چنانچہ سائنسی تحقیق کے مطابق اوپر والے ہونٹ کی بہتر کارکردگی حاصل کرنے کے لئے مونچھوں کا چھوٹے سے چھوٹا ہونا ضروری ہے اور چونکہ نیچے والے ہونٹ کی کیفیت اوپر والے کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے نیچے بال بڑھانے یعنی داڑھی رکھنے میں بہتری ہوگی۔

تحقیقات کے کئی ایک مرحلوں سے دوچار ہونے کے بعد آج سائنس جو کچھ ثابت کر رہی ہے مدینے کے تاجدار، عرب وعجم کے سلطان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج سے صدیوں پہلے ان چیزوں کا حکم صادر فرما چکے ہیں۔ یعنی ''داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست رکھو۔'' آج سائنس تو گویا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشادِ ذیشان کے من وعن سچا ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔

حضراتِ گرامی قدر!

بات ہو رہی تھی کہ دورانِ وضو داڑھی میں خلال کرنا بھی ہمارے پیارے آقا علیہ السلام کی مبارک سنت ہے۔ لیکن اس عظیم سنت پر عمل تو وہی خوش بخت کر سکے گا کہ جس کا چہرہ ریش مبارکہ سے سجا ہوا ہوگا۔ ایک کلین شیو آدمی داڑھی میں خلال بھلا کیا کرے گا .... ایک باریش آدمی نفسیاتی طور پر بُرائی سے حتی الامکان اجتناب کی کوشش کرے گا اور نیکی کی طرف ضرور راغب ہوگا .... یقین نہ آئے تو سینما گھر جا کر دیکھ لیجئے ....! آپ کو اکا دکا فیشنی اور شوقیہ داڑھی والوں کے علاوہ کوئی

بارلیش آدمی لائن میں کھڑا نہیں نظر آئے گا۔ کیونکہ ایک بارلیش آدمی اپنے آپ کو معزز خیال کرتا ہے اور برائی والی جگہ کے قریب کھڑا ہونا بھی اپنی توہین خیال کرتا ہے۔

قارئین کرام! اس ناقابل تردید حقیقت کو تو غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔

پوچھ لیجئے......ڈاکٹر گندر سے!

ڈاکٹر گندر انگلستان کے مشہور ڈاکٹر رہ چکے ہیں ایک بار ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ ''داڑھی انسان کی وضع قطع اور شخصیت (Personality) پر گہرا اور مثبت اثر ڈال سکتی ہے۔''

ڈاکٹر گندر صاحب بڑے بااعتماد اور ہر دلعزیز (Popular) آدمی تھے ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں میری ترغیب پر بہت سے آدمی داڑھی بڑھانے کے لئے بے باک، جری اور باہمت ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب مزید کہتے ہیں کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ بزرگوں اور مذہبی لوگوں کی صورت اختیار کرنے سے بارلیش لوگوں میں نفسیاتی طور پر بزرگی اور تقوی کا خیال پیدا ہونے لگا۔ (۱۷۳)

خلال کا حکم کیوں دیا گیا......؟

دانا کا ہر قول پُر از حکمت ہوا کرتا ہے .... پھر ہمارے آقا علیہ السلام تو دانائے اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے حقیقی خیر خواہ ہیں اس لیے اپنے غلاموں کو دوران وضو داڑھی کا خلال کرنے کا حکم صادر فرما کر ان پر بے پایاں احسان فرما دیا ہے۔ چونکہ داڑھی عموماً گھنی اور گنجان ہوتی ہے اس لئے بالوں کی جڑوں تک پانی کا پہنچنا ذرا مشکل ہوتا ہے اور قدرے تکلف سے پہنچانا پڑتا ہے اس لئے مسلمانوں کو خلال کا شرعی حکم دیا گیا تاکہ بالوں کی جڑیں مضبوط ہو جائیں۔

طب جدید ثابت کرتی ہے کہ خلال کرنے سے داڑھی کے بالوں میں اٹکے

ہوئے عام جراثیم (Comman Germs) اور چھوتی امراض کے جراثیم (Contagious Germs) پانی کے ذریعے بہہ جاتے ہیں۔ اگر داڑھی میں خلال نہ کیا جائے تو جوؤں (Lices) کا خطرہ بھی لاحق رہتا ہے۔

ڈاکٹر جارج ایل کی تحقیق:

ایک دفعہ پروفیسر ڈاکٹر جارج ایل کے دماغ میں ایک سوال انگڑائیاں لینے لگا کہ مسلمانوں کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے ماننے والوں کو آخر داڑھی میں خلال کا حکم ''کیوں'' دیا..........؟ اس میں ضرور کوئی راز ہے .... وہ اس ''کیوں'' کو لے کے بیٹھ گیا اور تحقیقاتی لیبارٹری میں گھس کر تجربات کی دنیا میں کھو گیا اور اس ''کیوں'' کا جواب تلاش کرنے کے لئے بڑی دور نکل گیا .... اس کی محنت بار آور ثابت ہوئی بالآخر اسے اس ''کیوں'' کا جواب مل ہی گیا۔

خود ہی رقمطراز ہے کہ:

''دوران وضو جب خلال کیا جاتا ہے تو داڑھی کے اندر تھوڑا بہت پانی رک جاتا ہے جو کہ وضو کرنے والے کو گردن کے پٹھوں (Muscules of Neck) تھائی رائیڈ گلینڈ (Thyroid Gland) اور گلے کے امراض (Throat Diseases) سے محفوظ رکھتا ہے۔'' (۱۷۴)

دراصل ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ان امراض سے بچانا چاہتے ہیں امت کے غمخوار جو ہوئے..........!!!!

حکم مصطفیٰ ﷺ اور آکوپنکچر کا اصول

''اعضائے وضو کو مل مل کر دھونے کا حکم احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔'' ایسا کرنے سے ایک تو پانی کم صرف ہوتا ہے دوسرا یہ بیش بہا حکمتوں کا آئینہ دار بھی ہے۔ (۱۷۵)

آ کو پنکچر یا سوزن کاری چین کا روائتی طریقہ علاج ہے۔ اس میں جسم کے خاص خاص پٹھوں میں سوئیاں چبھو کر علاج کیا جاتا ہے۔ ماہرین آ کو پنکچر کے مطابق وہ حصے جہاں وضو کیا جاتا ہے یا وہ حصے جنہیں وضو کے لئے دھویا جاتا ہے ان میں پنتالیس (45) پوائنٹس ایسے ہیں جو سوزن کاری (آ کو پنکچرنگ) کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ محض ہاتھوں سے کہنیوں تک کل چوبیس (24) پوائنٹس ایسے ہیں جو سوزن کاری میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہی وہ پوائنٹس ہیں کہ اگر ان کو دوران وضو مل کر دھویا جائے جسم اتنی ساری مہلک امراض سے محفوظ رہتا ہے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ آ کو پنکچر کے ماہرین کا یہ دعویٰ ہے کہ ان پینتالیس (45) پوائنٹس کی سوزن کاری کے ذریعے ایسی لاعلاج بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے جو عام طریقہ علاج سے ممکن ہی نہیں۔ (۱۷۶)

کتنے خوش قسمت ہیں اہل اسلام جو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے محض چند پٹھوں کو پانی لگا کر دبانے اور ملنے سے ہی وہ استفادہ کر لیتے ہیں جس کے لئے لوگوں کو جسم میں سوئیاں چبھنے کی تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔

ماہر فزیالوجی کی تحقیق:

ایک ماہر فزیالوجی کی حالیہ ریسرچ کے مطابق اگر جسم کے کھلے حصوں (لباس سے باہر رہنے والے حصوں) کا مساج (مالش) نہ کیا جائے تو یہ حصے موسمی اثرات کے باعث کئی امراض کو وصول کرنے کے لئے مستعد ہوتے ہیں۔ مساج و مالش میں اگرچہ کسی آئل (Oil) یا روغن وغیرہ کا استعمال نہ بھی کیا جائے تو پھر بھی دورانِ خون کو نارمل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ جس سے قوتِ دفاعِ بدن تیز ہو جاتی ہے اور جسم کے کھلے حصے امراض کو قبول نہیں کرتے۔ (۱۷۷)

آپ یہ تو جانتے ہی ہیں کہ دورانِ وضو دھوئے جانے والے تمام حصے عموماً لباس سے باہر ہی رہتے ہیں (یعنی جسم کے کھلے حصے ہیں)۔ آج کی جدید سائنسی تحقیق

امراض سے بچاؤ کے لئے لباس سے باہر رہنے والے اعضائے بدن کے مساج و مالش (ملنے) کا جو مشورہ دے رہی ہے.......... اگر غور کیا جائے تو مسلمانوں کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ حکم صدیوں قبل ہی صادر فرما چکے ہیں۔ یعنی "دوران وضو اعضائے وضو کو خوب ملا کرو"۔

کہنیوں تک دھونا

کہنیاں جسم کا وہ حصہ ہیں جو عموماً ڈھکا رہتا ہے۔ آپ کو یہ جان کر یقیناً حیرانی ہو گی کہ اگر کہنیوں کو ہوا اور پانی نہ لگے تو بے شمار دماغی اور اعصابی امراض لاحق ہو سکتے ہیں.......... وہ کس طرح..........؟

اس لئے کہ کہنی پر تین بڑی رگیں (Veins) ہوتی ہیں جن کا تعلق بالواسطہ دل، دماغ اور جگر کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب وضو کرنے والا آدمی اپنی کہنیوں کو دھوتا ہے تو لامحالہ ان رگوں (Veins) کو تحریک ملتی ہے۔ اس طرح دل، دماغ اور جگر کو براہ راست تقویت ملتی ہے اور یہ اعضاء متعدد امراض و علل سے محفوظ رہتے ہیں۔

ایک اور مصلحت:

سائنس کہتی ہے کہ کہنیوں تک ہاتھ دھونے میں یہ مصلحت پوشیدہ ہے کہ اس عمل سے آدمی کا تعلق براہ راست سینے کے اندر ذخیرہ شدہ روشنیوں سے قائم ہو جاتا ہے۔ اور ان روشنیوں کا ہجوم ایک بہاؤ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ نتیجتاً ہاتھوں کے عضلات مزید طاقتور ہو جاتے ہیں۔ (۱۷۸)

مسح کرنا

دوران وضو جب سر اور گردن کی پشت کا مسح کیا جاتا ہے تو پورے جسم کو ایک مخصوص توانائی میسر آتی ہے۔ اس توانائی کا تعلق ریڑھ کی ہڈی کے اندر حرام مغز اور

تمام جسمانی جوڑوں سے ہوتا ہے۔ دراصل مسح کے دوران ہاتھوں کے ذریعے خارج
ہونے والی برقی رَو شہ رگ (Jugular Vein) میں ذخیرہ ہو جاتی ہے۔ پھر
ریڑھ کی ہڈی کو اپنی گزرگاہ بناتے ہوئے پورے اعصابی نظام میں پھیل جاتی ہے۔
جس سے جسم کا تمام تر اعصابی نظام (Nervous System) متحرک ہو جاتا
ہے۔ یعنی اعصاب (Nervous) جو کسی وجہ سے ساکن ہو چکے تھے، تقویت ملنے
سے دوبارہ کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چونکہ جسم کے تمام کل پُرزوں کا کام کرنا
انہیں اعصاب کے مرہونِ منت ہے گویا تمام اعضائے بدن چوکس (Alert) ہو
جاتے ہیں۔ (۱۷۹)

پاکستان میں کُل کتنے پاگل خانے ہیں......؟

ایک دوست فرانس گئے ہوئے تھے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ وہاں میں منہ دھو رہا
تھا کہ قریب ہی کھڑا ایک شخص مجھے وضو کرتے ہوئے بڑی غور سے دیکھ رہا تھا۔ محسوس
تو میں نے بھی کر لیا مگر میں محو وضو رہا۔ جب میں نے اپنا وضو مکمل کر لیا تو وہ شخص مجھ
سے پوچھنے لگا کہ آپ کون ہیں..........؟ میں نے جواب دیا کہ میں اللہ کے فضل
سے مسلمان ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو..........؟ میں نے کہا کہ میرا
وطن عزیز پاکستان ہے.......... یہ سنتے ہی اس نے ایک اور عجب قسم کا سوال کر دیا کہ
"پاکستان میں کل کتنے پاگل خانے ہیں........ اس کا یہ سوال سن کر میں چونکے بغیر
نہ رہ سکا کیونکہ سوال ہی بڑا عجیب تھا۔ مجھے صحیح تعداد تو معلوم نہ تھی میں نے اسے کہہ دیا
کہ دو چار ہی ہوں گے.......... اس نے مزید دریافت کیا کہ ابھی ابھی تم کیا کر رہے
تھے؟ میں نے جواباً کہا کہ میں وضو کر رہا تھا۔ کہنے لگا .... روزانہ کرتے
ہو..........؟ میں نے کہا.......... جی ہاں بلکہ دن میں تقریباً پانچ مرتبہ تو یہ عمل کر ہی
لیتا ہوں۔ وہ بہت زیادہ حیران ہوا اور کہنے لگا۔
"میں یہاں ایک دماغی ہسپتال (Mental Hospital) میں سرجن ہوں۔

ہر وقت مصروفِ تحقیق رہتا ہوں کہ لوگ پاگل کیوں ہوتے ہیں؟ اور میری تحقیق اس
نتیجے پر پہنچی ہے کہ انسانی دماغ پورے جسم میں سگنل (Signal) بھیجتا ہے جبھی تو
تمام اعضائے بدن کام کرتے ہیں۔ دماغ ہر وقت ایک مخصوص قسم کے سیال مائع
(Fluid) کے اندر تیر رہا ہوتا ہے۔ ہم کتنا ہی بھاگیں، دوڑیں، اچھلیں، کودیں،
ہمارے دماغ کو کچھ نہیں ہوتا۔ اگر دماغ کوئی سخت (Rigid) شئے ہوتی تو کب کا
ٹوٹ چکا ہوتا۔ مگر قدرت کاملہ نے اس کو اس (Fluid) کے ذریعے محفوظ فرما رکھا
ہے۔ قدرت کے اس عظیم شاہکار یعنی دماغ سے چند باریک باریک رگیں کنڈکٹرز
(Conductors) بن کر گردن کی پشت کو اپنی گزرگاہ بناتی ہوئی پورے جسم میں
پھیل جاتی ہیں۔ گویا تمام اعضائے بدن کو ہر قسم کے سگنل براستہ گردن بھیجے جاتے
ہیں کیوں کہ دماغ انہیں رگوں کے ذریعے سگنل بھیجتا ہے۔ سرجن نے اپنی بحث کو
سمیٹتے ہوئے مزید یہ کہا کہ اگر گردن کی پشت کو خشک رکھا جائے (یعنی پانی سے تر نہ کیا
جائے) تو ان دماغی رگوں کے اندر خشکی (Condensation) پیدا ہو جاتی ہے۔
اور دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ لہٰذا میری تحقیق یہ کہتی ہے کہ گردن کی پشت کو روزانہ
دو چار مرتبہ پانی سے تر کر لینا چاہئے۔
سرجن صاحب نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے مجھے کہا کہ میں نے ابھی ابھی
آپ کو جو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ منہ تو دھویا ہی ہے لیکن یہاں گردن کی پچھلی طرف
بھی آپ نے کچھ کیا ہے (یعنی مسح کیا ہے) اگر آپ واقعی دن میں پانچ مرتبہ یہ عمل
کرتے ہیں تو پھر آپ کیسے پاگل ہو سکتے ہیں۔ (۱۸۰)

فلپائن کے ایک عیسائی کی حیرانی:

ملک محمد انور صاحب سیر و سیاحت کی غرض سے فلپائن گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد
وہاں سے بڑے ہی دلچسپ واقعات و مشاہدات کے ساتھ واپس لوٹے ہیں۔ ملک
صاحب ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں چند دوستوں کے ہمراہ فلپائن کے

ایک شہر میں مصروف سیاحت تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ہم تمام دوست ایک جگہ پانی کے قریب بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ دورانِ وضو وہاں کا ایک عیسائی ہمیں وضو کرتے ہوئے بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ جب ہم وضو سے فارغ ہوئے تو پوچھنے لگا۔

کیا تم سب لوگ ''پاگل'' ہو..........؟

ہم نے جواب دیا نہیں تو!

پھر پوچھنے لگا کہ

اگر تم لوگ پاگل نہیں ہو تو پھر تم سب یہ کیا عمل کر رہے تھے..........؟

ہم بھی بڑے حیران تھے کہ ہم سے ایسے سوال بھلا کیوں پوچھے جا رہے ہیں۔ بہر حال ہم نے جواباً کہا کہ ہم نماز ادا کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے ہاں قبل از نماز وضو کیا جاتا ہے۔ ہم وضو کر رہے تھے۔

اس نے کہا اچھا..........!!

پھر چند لمحے توقف کے بعد وہ بڑی حیرت سے یوں گویا ہوا کہ

''دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں پاگل لوگوں کے علاج کے لئے انہی جگہوں پر پانی لگایا جاتا ہے جہاں جہاں ابھی کچھ دیر پہلے تم لوگ پانی لگا رہے تھے۔''

مزید یہ کہ میڈیکل سائنس بھی یہی تقاضا کرتی ہے کہ گردن کی پشت کو وقتاً فوقتاً پانی سے تر کرتے رہنا چاہئے تاکہ لو لگنا (Sun Stroke) اور گردن توڑ بخار سے بچا جا سکے۔

نکتۂ غور طلب:

غور فرمائیے دوستو! ایک سرجن کی عمر بھر کی تحقیق ایک ایسے مستحب عمل کی ضرورت تک پہنچی کہ جس کا ترک کرنا نہ صرف سن سٹروک اور گردن توڑ بخار کا پیش خیمہ بن سکتا ہے بلکہ بعض اوقات پاگل خانے (Mental Hospital) کا چکر بھی لگوا سکتا ہے ....غور طلب امر یہ ہے کہ اگر صرف ایک مستحب کی اتنی اہمیت ہے تو پھر ہر ہر

فرض، ہر ہر مستحب اور ہر ہر سنت کے پیچھے کون کون سی حکمتیں پوشیدہ ہوں گی ....آپ خود سیانے ہیں۔

جبل الورید کا راز

ماہرین روحانیات انسانی جسم کو کل چھ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جن میں سے ایک حصہ ''حبل الورید'' ہے خالق ذوالجلال کا ارشاد ذیشان ہے کہ:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۝ (۱۸۱)

یعنی ''ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

تفسیر مظہری کے مطابق گلے کے دائیں بائیں دو رگیں ہین جن کا تعلق اتصالِ دل کی رگ سے ہے۔ ان دونوں کو درید کہا جاتا ہے حبل الورید کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ دونوں رگیں سر اور دماغ سے اتر کر گردن کی طرف آتی ہیں۔ بعض مفسرین کرام کا خیال ہے کہ دونوں حبل الورید ہی کی طرف اترتی ہیں۔ بہر کیف یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ شہ رگ کا سلامت ہونا ہی کسی کے زندہ ہونے کی دلیل ہے..........اللہ رب العزت کا فرمان عالیشان ہے کہ ہم بندہ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، یعنی انسان خود اپنے بعض احوال سے بے خبر تو ہو سکتا ہے۔ اس کے نفس کے کئی گوشے اس کی اپنی نگاہ سے اوجھل تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہمارا (یعنی اللہ تعالیٰ کا) علم اس کے ظاہر و باطن پر محیط ہے۔ اس کا کوئی قول و فعل ہم سے مخفی نہیں۔ حتیٰ کہ وہ وسوسے جو اس کے خانۂ دل میں جنم لیتے ہیں ہم ان کو بھی جانتے ہیں..........کیوں..........؟

اس لئے کہ ہم انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب [1] ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ جس حبل الورید (شہ رگ) کو خالق اکبر نے اپنا قربِ کامل ظاہر فرمانے کے لئے بطور تمثیل ذکر فرمایا ہے، جس کا تعلق اتصالِ دل کی رگ سے ہے، جس کا

---

[1] یاد رہے کہ یہاں قربت سے مراد قربت علمی لیا جائے گا کیوں کہ ذات خدائے لم یزل زمان و مکاں سے بالا اور منزہ ہے۔ وہ نہ جسم ہے نہ جسمانی، ہر قرب بعد مکانی سے پاک..........

سلامت ہونا ہی کسی شئے کے زندہ ہونے کی دلیل ہے، وہ رگ دماغ سے دل تک پہنچنے کے لئے اسی گردن کا روٹ اختیار کرتی ہے کہ جس کی پشت کو دوران وضو اپنے تر ہاتھوں کی پشت سے تر کرنا لازم قرار دے دیا گیا ہے تا کہ اس (رگِ جان یا شہ رگ) کو تقویت ملتی رہے .... شہ رگ کو تقویت ملنا گویا دل کو تقویت ملنا ہے۔ دل کو تقویت ملنا گویا نظام دورانِ خون کو تقویت ملنا ہے۔ گردش خون (Circulation of Blood) کو تقویت ملنا گویا زندگی کو تقویت ملنا ہے .... اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ شہ رگ کی گزرگاہ (گردن) پر مسح کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔

غیر ممکن:

اگر کسی انسان کا ہاتھ کاٹ کر الگ کر دیا جائے تو اس کا زندہ رہنا ممکن ہے۔

اگر کسی کا بازو کاٹ دیا جائے تب بھی اس کا زندہ رہنا ممکن ہے۔

اگر کسی کا پاؤں کاٹ دیا جائے تو بھی وہ زندہ رہ سکے گا۔

اگر کسی کی ٹانگ کاٹ دی جائے تو پھر بھی اس کی زندگی کو خطرہ نہیں۔

اگر آنکھیں نکال دی جائیں تو پھر بھی وہ زندہ رہے گا۔

اگر کسی کی ناک یا اس کے کان کاٹ دیئے جائیں تو بھی زندہ رہے گا۔

اگر کسی کا عضو تناسل کاٹ کر الگ کر دیا جائے تو بھی اس کا زندہ رہنا ممکن ہے۔

حتیٰ کہ اگر کسی کے درج بالا تمام اعضائے بدن کاٹ کر الگ کر دیئے جائیں تو بھی اس کا زندہ رہنا ممکن ہے .... لیکن اگر کسی کی شہ رگ کاٹ دی جائے تو ....؟؟؟ پھر ہوئی ناں شہ رگ کی اہمیت ....!!!!!

وضو اور جسم کا مدافعتی نظام .... ایک عجب انکشاف:

جسم کے اندر گردش کرنے والے خون کو "زندگی کا دریا" بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ اسی پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ خون جسم کے خلیوں اور بافتوں کی نشوونما اور مرمت

کے لئے غذا کی طاقت پہنچاتا ہے اور خلیوں سے فاضل مادے لے کر پھیپھڑوں سے سانس کے ذریعے اور جلد سے پسینے کی شکل میں جسم سے نکال باہر کرتا ہے۔

انسانی خون کے اندر سرخ جسیمے یعنی (R.B.C./Red Blood Cell) اور سفید جسیمے (W.B.C/White Blood Cel) موجود ہوتے ہیں میڈیکل والے R.B.C کو Red Corpuscles اور W.B.C کو White Corpuscles کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ ہمارے خون کا 1/10 حصہ سرخ جسیموں (R.B.C) پر مشتمل ہوتا ہے۔ R.B.C جسامت میں اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ایک قطرہ خون میں ان کی تعداد پچیس کروڑ کے لگ بھگ ہو جاتی ہے۔ R.B.C میں ایک مادہ پایا جاتا ہے جسے ہیموگلوبن (Hemoglobin) کہتے ہیں۔

خون کے اندر پائے جانے والے دوسری قسم کے جسیمے W.B.C ہیں ان کو White Corpuscles کے علاوہ Leicocyte یا Lymphocyte وغیرہ نام دیئے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد سرخ جسیموں Red Corpuscles کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہوتی ہے یعنی آٹھ سو R.B.C کے مقابلہ میں ایک عدد W.B.C ہوتا ہے۔ سفید جسیموں کی کوئی مخصوص شکل نہیں ہوتی بلکہ یہ اپنی شکلیں بدل بدل کر ادھر ادھر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اور جسم کے دور دراز مقامات تک جا پہنچتے ہیں اور جسم میں ہر جگہ تقریباً دس مرتبہ یومیہ جاتے ہیں اگر راستے میں کسی بیماری کے جراثیم سے مڈھ بھیڑ ہو جائے تو فوراً اسے تباہ کر دیتے ہیں۔ سفید جسیموں کو گردش میں رکھنے والا نظام (Vessels System) اس نظام سے دس گنا پتلا ہوتا ہے جو سرخ جسیموں کو محو گردش رکھتا ہے۔ بیماری کے جراثیموں کو ہلاک کرنے کے لئے سفید جسیمے انہیں نگل لیتے ہیں۔ جب جراثیم ان جسیموں کے اندر جاتے ہیں خود بخود ہضم ہو جاتے ہیں۔ (۱۸۲)

معلوم یہ ہوا کہ سفید جسیموں کا جسم کے ہر حصے میں پہنچنا از حد ضروری ہوتا ہے تا کہ بیماری کا مقابلہ ہو سکے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ جسم کا مدافعتی نظام (Immunity System) انہی W.B.C کے دم قدم سے قائم و دائم ہے۔ آپ یہ جان کر یقیناً حیران ہوں گے کہ اس مدافعتی نظام کی گردش کو صحیح معنوں میں وضو........... مکمل وضو ہی بحال رکھ سکتا ہے .... آپ پوچھ سکتے ہیں کہ .... وہ کس طرح..........؟

سائنس نے یہ عجب انکشاف کیا ہے کہ مدافعتی نظام (Immunity System) کو تحریک دینے کے لئے مرکزی مقام ناک کے پیچھے کی جگہ اور نتھنے ہیں۔ ناک میں پانی ڈال کر نرم ہڈی تک پہنچانا اور چھنگلیا سے نتھنوں کو اچھی طرح سے صاف کرنا ہی اس مدافعتی نظام کو تیز کرنے کی کلید ہے۔ دوسرا یہ کہ گردن کی پشت کو گیلا کرنے سے بھی اس Lyphatic نظام کو خوب تحریک ملتی ہے۔ مختصراً یہ کہ دوران وضو ان دونوں کاموں کا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ جن سے مدافعتی نظام کو تحریک ملتی ہے۔ (۱۸۳)

توجہ فرمائیے حضرات! سائنس آج جس چیز کا انکشاف کر رہی ہے مسلمانوں کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج سے 1400 سال قبل ہی اپنے ماننے والوں کو اس کام کا حکم صادر فرما چکے ہیں۔ کہ دورانِ وضو ناک میں پانی ڈال کر اسے چھنگلیا سے ضرور صاف کیا جائے اور مسح کرتے ہوئے ہاتھوں کو تر کر کے گردن کی پشت پر بھی ضرور پھیرا جائے دراصل سرکار دو عالم کو معلوم تھا کہ اس طرح کرنے سے مدافعتی نظام کو تقویت ملتی ہے اور اس کی کارگزاری میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

خدا کی قسم رونگٹا رونگٹا کہہ رہا ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا کوئی سائنسدان ہے نہ ڈاکٹر۔

پاؤں دھونا

وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے............ کیوں............؟

عام سی بات ہے کہ پاؤں جسم کا وہ حصہ ہیں کہ جن کے گرد آلود اور جراثیم زدہ ہونے کے زیادہ امکانات (Chances) ہوتے ہیں۔ اس لئے وضو میں پاؤں کا دھونا نہایت ہی ضروری ہے تا کہ ہر قسم کی آلودگی وغیرہ سے پاک ہو جائیں۔

تھکن دور کر لیں:

آپ دن بھر کے تھکے ہارے شام کو گھر آتے ہیں.......... جوتا اتار کر پاؤں کو جرابوں سے بھی آزاد کر دیں.......... پھر پاؤں کی انگلیوں کو خصوصاً درمیانی نرم جگہ کو ہاتھوں کی انگلیوں سے ذرا مسل کر تو دیکھئے کیا ہوتا ہے .... یقیناً آپ اپنی تھکاوٹ دور ہوتی ہوئی محسوس کریں گے.......... اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلیوں کے خلال کا حکم کیوں دیا ہے۔

سرجن کا مشورہ:

ایک سرجن صاحب شوگر کے مریضوں کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ ''جس طرح آپ اپنے چہرے کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح اپنے پاؤں کی بھی خوب خوب حفاظت کیا کریں۔''

دراصل شوگر کے مریض کو پاؤں میں انفیکشن زیادہ ہوتی ہے۔ اب اگر شوگر کا ایک مریض بند جوتا پہنتا ہے اور صبح کا پہنا ہوا جوتا رات کو سوتے وقت ہی اتارتا ہے تو اس کے لئے پاؤں کی انفیکشن کے امکانات زیادہ ہیں .... لیکن اگر اسے نماز پڑھنے کی عادت ہے تو دن میں کم از کم پانچ مرتبہ تو اس کے پاؤں جوتے اور جرابوں سے آزادی پا ہی لیں گے اور تازہ پانی سے دھلیں گے بھی۔

جدید سائنس تو اپنی نت نئی تحقیقات کے بل بوتے پر یہ بھی ثابت کر رہی ہے کہ

پاؤں دھونے اور انگلیوں کا خلال کرنے سے ڈپریشن (Depression) بے چینی، بے سکونی، دماغی خشکی، نیند کی کمی اور اعصابی تھکن وغیرہ سے بچا جا سکتا ہے۔ مغربی ممالک میں لوگ پاؤں میں جرابیں ڈال کر ان کو جوتوں میں ایسا بند کرتے ہیں کہ پھر کئی کئی دن تک بے چارے پیروں کو اس قید بامشقت سے رہائی نصیب نہیں ہوتی۔ وہ لوگ رات کو بھی اسی طرح سو جاتے ہیں۔ نتیجتاً وہ لوگ مذکورہ بالا امراض سے بہت جلد علیک سلیک پیدا کر لیتے ہیں۔ جب رشتہ داری ذرا پکی ہو جاتی ہے تو تنگ آ کر ڈاکٹر کے پاس دوڑتے ہیں تو ڈاکٹر ان کو وہی مشورہ دیتا ہے جس کی ترغیب مسلمانوں کو آج سے صدیوں پہلے فرمائی جا چکی ہے۔

روشنیاں ارتھ ہو جاتی ہیں:

ماہرین نفسیات (Psychologists) کے مطابق دماغ (Brain) قبول اطلاعات کا مرکز ہے۔ دماغ کو اطلاعات یا دماغ سے ہدایات کی ترسیل (Transmission) جسم میں موجود عصبی برقی نظام کے ذریعے ہوتی ہے۔ اطلاعات کا ہر سگنل (لہر) اپنا مخصوص وجود رکھتا ہے یہ بھی قانونِ قدرت ہے کہ روشنی، ہوا یا پانی ہر وقت بہاؤ (Flow) کا تقاضا کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جب ہم وضو کی ابتدا کرتے ہیں تو پانی کے ساتھ ٹچ (Touch) ہوتے ہی اعضائے بدن سے مخصوص قسم کی برقی رو ئیں نکلنے لگتی ہیں اس عمل سے اعضائے بدن کو ایک خاص قسم کی طاقت اور چستی کا احساس ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دماغ میں ایک نئی تازگی اور فرحت کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔

اب غور کریں کہ پاؤں کو آخر میں دھونے کا حکم کیوں دیا گیا ہے...........؟

اس لئے کہ اعضائے بدن کو بار بار دھونے سے روشنیاں جو خارج ہوتی ہیں وہ اگر اوور فلو (Over Flow) بھی ہو جائیں تو آخر میں پاؤں دھوتے وقت زائد روشنیوں (محرکات) کا ہجوم ان پیروں کے ذریعے سے ارتھ (Earth) ہو جائے اور جسم کو اعتدال نصیب ہو۔

راز کی بات:

اسلام دین فطرت ہے اس کا کوئی پہلو بھی فطرت انسانی کے برعکس نہیں۔ اسلام کے ہر حکم میں کوئی نہ کوئی ایسی حکمت ضرور پوشیدہ ہے جو اس کے دین فطرت ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ آپ زیر بحث موضوع ''اسلامی وضو'' کو ہی دیکھ لیجئے اس ضمن میں ایسے بھی تو کہا جا سکتا تھا کہ جسم کے فلاں فلاں حصوں کو پانی سے دھو لیا جائے۔ اب جس کے جیسے جی میں آتا دھو لیتا آدمی جس حصے کو جی چاہتا پہلے دھو لیتا اور جس کو دل چاہتا بعد میں دھو لیتا۔ دھونے ہی تو تھے۔ لیکن ایسا تو نہ ہوا کیونکہ اسلام نے وضو کی ایک خاص ترتیب رکھی ہے اور اسی ترتیب میں خاص حکمت ہے۔ پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں پھر کلی کی جاتی ہے پھر ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے پھر چہرہ دھویا جاتا ہے اور پھر دیگر اعضاء کو ترتیب وار دھوتے ہیں یہ ایک ایسا امتزاج اور ترتیب ہے جو انسان کو فالج (Paralysis) اور لقوہ (Facial Paralysis) سے محفوظ رکھتی ہے۔ کیونکہ اگر پہلے چہرہ دھونا اور مسح کرنا ہوتا تو عصبی برقی نظام درہم برہم ہو کر بے شمار بیماریوں کا پیش خیمہ بن جاتا۔ جب کہ وضو میں سب سے پہلے ہاتھ کو پانی میں داخل کیا جاتا ہے تا کہ جسم کا تمام تر اعصابی نظام مطلع ہو جائے پھر آہستہ آہستہ چہرے اور دماغ کی رگوں کی طرف بڑھا جاتا ہے.......... ہے ناں راز کی بات.........؟

لوٹا بھر پانی سے:

وضو میں دونوں ہاتھوں کو تین بار اچھی طرح دھویا جاتا ہے۔ پھر تین بار کلی کی جاتی ہے اور انگلی سے رگڑ کر دانت صاف کرتے ہیں ساتھ مسواک کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ پھر ناک میں تین مرتبہ پانی ڈال کر سنک کر اور چھنگلیا کی مدد سے اسے اچھی طرح صاف کیا جاتا ہے پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت اچھی طرح دھوئے جاتے ہیں اس کے بعد مسح کے ذریعے سر پر پانی سے تر کر کے ہاتھ پھیر کر بالوں سے گرد و غبار کو صاف کیا جاتا ہے۔ کانوں کا تر انگلیوں سے مسح کیا جاتا ہے پھر گردن کی پشت کا مسح

کرنے کے بعد آخر میں ٹخنوں سمیت اچھی طرح پاؤں دھوئے جاتے ہیں۔ غور فرمایئے دوستو! کہ مسلمان وضو میں تمام اعضائے وضو کو ایک ایک بار نہیں بلکہ تین تین بار دھوتا ہے اور دھوتے ہوئے اس احتیاط کو بھی ملحوظِ خاطر رکھتا ہے کہ ان میں بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہے۔ مگر اس سارے عمل کے دوران پانی بھلا کتنا صرف ہوتا ہے.........؟ صرف ایک لوٹا.........؟ بلکہ بعض اوقات اس میں سے تھوڑا سا پانی بچ جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ ٹھہرا کہ مسلمانوں کا وضو طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے کا ایسا بابرکت، سہل اور سائنسی انداز ہے جس میں لوٹا بھر پانی سے کامل صحت و صفائی میسر آجاتی ہے۔ یہ شہنشاہ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معلم کتاب وحکمت ہونے کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔ اسی لئے تو سرکارِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ:

؎ تاریکیوں سے جہل کی جب الجھنیں بڑھیں
ہر موڑ پر چراغ لئے آپؐ ہی ملے

اغیار بھی ورطۂ حیرت میں پڑ گئے:

اس حقیقت کو تو دیگر مذاہب کے لوگ بھی کھلے عام تسلیم کرتے ہیں کہ ''اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو طہارت و پاکیزگی کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔'' بلکہ اسلام کو تو یہ بھی گوارا نہیں کہ طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے مستعمل پانی ہی استعمال کر لیا جائے۔ اسی لئے تو حکم دیا گیا ہے کہ:

''جب کوئی شخص سو کر اٹھے تو جب تک تین بار ہاتھ نہ دھولے اسے پانی کے کسی برتن میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ سوتے وقت معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ کہاں کہاں جا پڑا ہوگا۔'' (۱۸۴)

یہی نقطہ حاملین دیگر مذاہب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ اسلامی وضو میں تمام

اعضائے وضو کو تین تین بار پانی سے اس طرح دھویا جاتا ہے کہ بال برابر جگہ بھی سوکھی نہ رہے۔ اور مزے کی بات یہ ایک عضو کا مستعملہ پانی (دھون) کسی دوسرے عضو کو دھونے کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا۔ پھر وضو جیسا طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے کا تفصیلی عمل بھلا لوٹا بھر پانی سے کس طرح طے پا جاتا ہے.........؟

چلو ہم ان کی پریشانی کو دور کئے دیتے ہیں .... دراصل اسلامی وضو میں اعضائے وضو کو ایسی اصولی اور باقاعدہ ترتیب سے دھویا جاتا ہے کہ بہت کم پانی خرچ کر کے بڑے تھوڑے وقت میں کامل صحت و صفائی حاصل کر لی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی انمول تربیت ہے جس میں کسی عضو کے مستعملہ پانی سے کسی دوسرے عضو کے متاثر یا ملوث ہونے کا قطعاً امکان نہیں۔ اگر اس مخصوص ترتیب کی پابندی نہ کی جائے یعنی بعد میں دھوئے جانے والے اعضائے وضو کو پہلے دھولیا جائے تو دوران وضو دوسرے اعضاء کا مستعملہ پانی دوبارہ ان کو ملوث کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ ہاتھوں کو دھونے سے پہلے کلی کرنے لگیں اور انگلی سے دانت رگڑنے شروع کر دیں تو ہاتھ کے جراثیم بڑی آسانی کے ساتھ دانتوں میں پہنچ جائیں گے۔ پھر اگر چہرہ پہلے دھولیا اور ناک بعد میں دھونے لگ گئے تو ناک کی رطوبت اور مستعمل پانی لبوں اور چہرے کے کچھ حصے کو تو ضرور متاثر یا ملوث کریں گے۔ پھر اگر کہنیوں سمیت بازوؤں کو مقدم رکھیں اور چہرے کو ان کے بعد دھوئیں گے تو چہرے کا مستعمل پانی (دھون) بازوؤں پر گرے گا اور وہ دوبارہ ملوث ہو جائیں گے اس طرح اگر پاؤں شروع میں دھو لئے تو بعد میں باقی اعضائے وضو دھوتے وقت مستعملہ پانی کے چھینٹوں سے آپ اپنے پاؤں کو قطعاً نہیں بچا سکتے اور ایسا وضو جس میں ترتیب مخصوصہ کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو مسلمانوں کے ہاں ناقص وضو کہلاتا ہے۔ اور ایسا ناقص وضو سائنسی اور طبی نقطۂ نظر سے بھی کسی طور مفید نہیں ہوسکتا۔ اسلامی وضو کی مروجہ ترتیب میں یہ خاص حکمت پائی جاتی ہے کہ پانی کی ایک قلیل مقدار کے استعمال سے بہت تھوڑے وقت میں مکمل صحت، صفائی اور پاکیزگی حاصل کر لی جاتی ہے۔

ترتیب وضو درویش کی نظر میں

صوفی اور درویش منش بندۂ خدا کو ترتیب وضو میں انوکھا رنگ، نرالہ ڈھنگ دکھائی دیتا ہے..........کونسا بھلا..........؟

کتاب اللہ شریف میں وضو کے جو چار فرض بیان ہوئے ہیں وہ جس ترتیب سے خالق اعظم نے ذکر فرمائے ہیں بالکل اسی ترتیب سے رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو وضو کی ترغیب فرمائی ہے۔ وہ چاروں احکام کون کون سے ہیں..........؟

۱. اَغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ

۲. (اَغْسِلُوْا) اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ

۳. اَمْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ

٤. (اَغْسِلُوْا) اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (۱۸۵)

یعنی (۱) اپنے چہرے کو دھولو۔ (۲) اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو۔ (۳) اپنے سروں کا مسح کرو۔ (۴) اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو۔

اب ذرا وضو کے پہلے فرض اَغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ پر غور فرمائیے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ چہرے کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے مگر اس حکم میں کلی کرنے اور پانی ڈال کر ناک صاف کرنے کا ذکر نہیں ملتا۔ تو کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ احکام اپنی طرف سے صادر فرمادیئے..........؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ خالق اکبر کے ارشادِ ذیشان وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (۱۸۶) وہ کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کرتے بلکہ وہ تو وہی کچھ کہتے ہیں جو ہماری (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ان کی طرف وحی کی جاتی ہے، کے مطابق رہبر اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلی اور ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرنے اور غرغرہ وغیرہ کے احکام اس حکم یعنی اَغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ سے اخذ فرمائے ہیں..........وہ کس طرح..........؟

یاد رکھیئے! حکیم کا کوئی قول حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا اور اللہ رب العزت سے بڑا کوئی حکیم نہیں۔ اب غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اَغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (اپنے چہرے دھولو) کی بجائے اَغْسِلُوْا فَمَّكُمْ (اپنے منہ دھولو) نہیں فرمایا کیونکہ منہ کا رقبہ چہرے کی نسبت کافی محدود ہے۔ منہ کا رقبہ دیکھیئے۔ ہونٹوں سے شروع ہو کر حلق تک کا ایریا منہ کا رقبہ کہلاتا ہے۔ جب کہ چہرے کا رقبہ لمبائی میں سر کے بالوں کے اگنے والی جگہ سے لے کر ٹھوڑی کے نچلے کنارے تک اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک کا ایریا ہے۔ اب اس ایریا میں جتنے بھی اعضاء موجود ہیں۔ اَغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ کے تحت سب کا دھونا ضروری ہو جاتا ہے۔ اب اس میں منہ، ناک اور آنکھیں بھی ہیں۔ کلی اور غرغرہ اور مسواک وغیرہ کے ذریعے بھی منہ کی کامل دھلائی ہو سکے گی۔ اسی طرح ناک کا رقبہ نتھنوں سے شروع ہو کر اندر والی نرم ہڈی تک ہے۔ اسے پانی ڈال کر سنک کر اور چھنگلیا کے ذریعے صاف کر کے ہی اَغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ پر کامل عمل ہوگا۔

پتا چلا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صادر فرمودہ ہر حکم کتاب اللہ کے عین مطابق ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیئے کہ جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے ظاہری معنوں سے اخذ کریں وہ فرض کہلاتا ہے اور جو حکم قرآن کے باطنی معنوں سے اخذ کر کے امت پر صادر فرمائیں وہ سنت اور مستحب کہلائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء کرام چہرہ دھونا فرض اور کلی کرنا ناک صاف کرنا، غرغرہ اور داڑھی کا خلال وغیرہ سنتیں اور مسواک کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

تو ہم عرض کر رہے تھے کہ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضع فرمودہ ترتیب وضو میں جو عجب روحانی حکمت پائی جاتی ہے کسی درویش کی نظر ہی حقیقت میں اس کا احاطہ کر سکتی ہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ:

وضو کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے ذریعے خالق

کائنات کا اسم اعظم (اللہ) ذکر فرمایا جاتا ہے اس کے بعد کلی سے وضو کی ابتداء کی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ کلی سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں وہ دراصل کلی کرنے ہی کی غرض سے صاف کئے جاتے ہیں کلی کو سب سے مقدم رکھا گیا...... کیوں...........؟

تمام اعضائے بدن میں زبان ایک ایسی چیز ہے جو مخالفت میں سب سے زیادہ تیز چلتی ہے۔ کتب احادیث کے مطابق سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان کی حفاظت کرنے اور اسے قابو میں رکھنے کی بے پناہ تاکید فرمائی ہے۔ زبان کو بولنے کے لئے کسی قسم کی مشقت نہیں کرنی پڑتی شاید اسی لئے قینچی کی طرح چلتی ہے اور بے سوچے سمجھے ترکی بہ ترکی بولے چلی جاتی ہے۔ بزرگ کہا کرتے ہیں کہ زبان کا زخم تلوار کے زخم سے بھی خطرناک ہوا کرتا ہے۔ زبان [1] بیچاری کو ایک لمحے کی بھی فراغت نصیب نہیں۔ کبھی غیبت و چغلخوری میں مصروف عمل ہے تو کبھی فحش و یاوا گوئی میں۔ کبھی جھوٹ بول رہی ہے تو کبھی کفر تول رہی ہے۔ الغرض اس کی آفتیں بے شمار ہیں۔ اسی لئے وضو میں سب سے پہلے اسی زبان کو کلی کے ذریعے دھویا جاتا ہے۔ ابتدائے وضو میں ذکر کئے گئے اسم اعظم کی برکت سے کلی کا پانی زبان کی ساری خطائیں دھو ڈالتا ہے۔ گویا طہارت ظاہری سے باطن کی تطہیر ہو جاتی ہے.........

ارے اللہ کا نام لے کر اگر پلید برتن کو دھویا جائے تو وہ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ مانا کہ زبان پہلے بہت کچھ غلط بک چکی تھی مگر اب اسم اعظم بھی تو اسی زبان سے ادا ہوا ہے ....کلی کے ساتھ جب مسواک کی جاتی ہے تو ''انجانے میں'' دانتوں سے جو حرام لقمہ چبانے کا گناہ سرزد ہوا تھا وہ دھل جاتا ہے۔ حلق نے اس حرام لقمہ کو گزارنے کے لئے شاہراہ فراہم کی تھی غرغرہ کرنے سے اس کا گناہ بھی دھل گیا۔ بلکہ یوں کہیئے اسم اعظم کی برکت سے پانی منہ کے پورے نظام کو پاک و مطہر کر دیتا ہے۔

کلی کے بعد ناک کو پانی ڈال کر، سنک کر اور چھنگلیا کے ذریعے اچھی طرح

---

[1] یہاں زبان کے بارے میں عمومی بحث ہو رہی ہے ورنہ ساری زبانیں گناہ گار نہیں ہوا کرتیں۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی زبانیں تو ہر لمحہ ذکر اللہ میں مشغول رہتی ہیں۔

صاف کیا جاتا ہے۔ تو ناک کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔ اگر اس کے ذریعے بلا اجازت شرعی کچھ سونگھا گیا ہے اسم اعظم کی برکت سے پانی اس کی یہ خطا دھو ڈالتا ہے۔ پھر چہرے پر پانی ڈالا جاتا ہے جس سے آنکھیں بھی دھل جاتی ہیں۔ کیونکہ آنکھوں کے ذریعے بھی وہ کچھ دیکھا جا چکا ہے کہ جس کا دیکھنا شریعت مطہرہ میں حرام تھا۔ اللہ کے اسم ذیشان کی برکت سے پانی آنکھوں سے سرزد ہونے والی تمام خطاؤں کو دھو ڈالتا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ زبان، ناک اور آنکھ برائی میں سب سے پہلے جا کودتے ہیں اسی لئے وضو کے ابتدائی حکم اَغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ کے تحت انہیں چیزوں کو سب سے پہلے پاک و مطہر کرنے کی ترغیب دی گئی۔

اس کے بعد وضو کے دوسرے حکم (اَغۡسِلُوۡا) اَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ کے ذریعے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ کیوں کہ یونہی زبان غم و غصے اور طیش کا اظہار کرتی ہے تو پہلے ناک پھولتی ہے پھر آنکھوں میں غصہ (گویا خون) اتر آتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی آستین چڑھانے کی نوبت آ جاتی ہے اور فوراً ہی پکڑ دھکڑ شروع ہو جاتی ہے انہی ہاتھوں سے انسان زیادتی بھی کر بیٹھتا ہے اور چوری چکاری بھی ....وغیرہ وغیرہ۔ تو جب بندہ اپنے خالق کے دوسرے حکم کی تکمیل کی غرض سے اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوتا ہے تو ابتدا پڑھے گئے اسم اعظم (بسم اللہ شریف) کی برکت سے پانی اس کے ہاتھوں کی ساری خطائیں دھو ڈالتا ہے۔

اب وضو کا تیسرا اور اہم ترین رکن اَمۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ (اپنے سر کا مسح کرو) کی طرف آتے ہیں یہاں غور طلب نقطہ یہ ہے کہ ادھر اَغۡسِلُوۡا یعنی غسل کرنے (دھونے) کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اَمۡسَحُوۡا کہہ کر صرف مسح پر ہی اکتفا کیا گیا ہے......... کیوں...........؟

باقی اعضائے وضو کو دھونے کا حکم دیا گیا لیکن سر کے معاملے میں صرف مسح سے
کام چلایا گیا............کوئی تو وجہ ہو گی............؟

وجہ یہ ہے دوستو کہ نفس سر سے تو کوئی خطا سرزد نہیں ہوا کرتی خطا سرزد ہوتی ہے تو
زبان سے، گناہ سرزد ہوتا ہے تو آنکھ سے، کوتاہی ہوتی ہے تو ناک سے............ چونکہ
گناہ کرنے والے یہ اعضاء اسی سر کے ساتھ منسلک ہیں اس لئے سر کے سلسلے میں
متوسط درجے کا حکم یعنی مسح کرنا ہی تجویز کیا گیا ہے اور غسل کا حکم نہیں دیا گیا۔ اسی طرح
کان میں بھی بسا اوقات بلا قصد کوئی ناجائز بات آپڑتی ہے اس لئے کان کے لئے بھی
مسح ہی کو کافی سمجھا گیا۔ اور گردن کے مسح کی نسبت بھی یہی کہا جائے گا کہ گردن بھی سر
کی طرح برائی میں براہ راست ملوث تو نہیں ہوتی مگر گناہ میں بالواسطہ ملوث ہونے
والے اعضا کو اٹھائے ضرور پھرتی ہے۔ گردن نے ان اعضا کی محض مجاورت ہی تو کی
تھی لہٰذا گردن کو بھی مسح کے ذریعے پاک و مطہر فرما دیا جاتا ہے۔ یہ سب اسی اسم اعظم
کی برکت ہے کہ محض اور محض مسح سے ہی گناہ خارج کر دیئے جاتے ہیں۔

وضو کا چوتھا اور آخری حکم (اَغْسِلُوْا) اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ یعنی ٹخنوں
تک پاؤں کو دھو لیا جائے پیروں کا دھونا سب سے مؤخر کیا گیا ....
کیوں............؟ اس لئے کہ جب زبان بول لیتی ہے، آنکھ دیکھ چکتی ہے، ہاتھ بڑھ
چکتے ہیں کانوں میں بری بھلی آواز بھی آلیتی ہے تو اس وقت پیروں کی باری آتی
ہے۔ آدمی پیروں کے ذریعے برائی کی طرف چل پڑتا ہے۔ پس مخالفت میں سب
سے پیچھے پاؤں ہی ٹھہرے۔ ان کے غسل کے ساتھ ہی جہاں کہیں کوئی بے جا قدم
اٹھا تھا وضو کے شروع میں ورد کئے گئے اسم اعظم (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ) کی برکت سے پانی اس خطا کو دھو ڈالتا ہے۔

گویا وضو کے ذریعے ظاہری پاکیزگی کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت بھی حاصل
کر لی جاتی ہے۔

ایک دقیق نکتہ:

وضو میں ایک اور عجب و دقیق نقطہ پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہر مسلمان کو علم ہے کہ
وضو میں سوائے مسح کے باقی اعضائے وضو کو تین تین مرتبہ غسل دیا جاتا ہے۔ یہاں
تین تین بار دھونے کا نقطہ ہی غور طلب ہے............ درحقیقت توبہ کے بھی کل تین
ارکان ہیں۔ وہ یہ کہ توبہ کرنے والا:

(الف) جو گناہ ہو چکا اس پر نادم ہو۔

(ب) اس گناہ سے سچے دل سے معافی مانگے۔

(ج) آئندہ کسی گناہ کا مرتکب نہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لے۔

وضو میں تمام اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا جانا گویا توبہ کے ان تینوں ارکان کا
پورا پورا مقابلہ ہے یعنی ہر مرتبہ دھونے سے توبہ کے ایک ایک رکن پر تنبیہہ ہوتی ہے۔
اس طرح صاحب وضو جب وضو سے فارغ ہو چکتا ہے تو وہ بفضل خدا اپنے تمام تر
گناہوں سے باطنی طہارت بھی حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ کو بعد از
وضو حسب ذیل دعا پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (۱۸۷)

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

"اے میرے پروردگار مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک و صاف بننے والوں کے
زمرے میں کر دے۔" (۱۸۷)

اس دعا کا اصل مقصد یہ ہے کہ بندہ بارگاہ لم یزل میں یہ استدعا کرتا ہے کہ اے
پروردگار عالم! بلاشبہ تو نے توبہ اور تطہیر باطن کی توفیق و ہمت عطا فرما کر اپنے اس حقیر
پر تقصیر بندے پر احسان عظیم فرمایا ہے اب اس توبہ و تطہیر کو اپنے دربار عالیہ میں قبولیت
کا شرف بھی بخش دے۔

مغربی جرمنی کا سیمینار:

ڈاکٹر نور احمد صاحب نشتر میڈیکل کالج ملتان کے حوالے سے ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' میں نقل ہے کہ ڈاکٹر نور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ مغربی جرمنی میں مایوسی یا ڈپریشن کا مرض اس تیزی کے ساتھ عام ہو رہا ہے کہ ہر محلہ میں پاگل خانے کھول دیئے گئے ہیں اور نفسیاتی امراض کے ماہرین سب سے زیادہ مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔ انگریز اس بات پر حیران ہے کہ مسلمانوں، خصوصاً دین سے وابستہ رہنے والے حضرات میں یہ مرض بہت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مغربی جرمنی کے ڈاکٹروں نے اس کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلے میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا۔ جس کا موضوع تھا کہ ''ڈپریشن (Depression) کا علاج دواؤں کے علاوہ اور کن کن طریقوں سے ممکن ہے۔''

ڈاکٹروں نے اپنے اپنے دلائل دیئے اور تجربات و مشاہدات پر مشتمل مقالے بھی پیش کئے گئے۔ ڈاکٹر نور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ وہاں پر ایک انگریز ڈاکٹر نے بھی اپنا مقالہ پیش کیا جس کا خلاصہ کچھ اس طرح بنتا ہے کہ ''اس نے چند مریضوں کا ایک گروپ لیا اور دن میں پانچ مرتبہ ان کے منہ دھلانے کی مشق شروع کروادی۔ چند ماہ کے بعد ان کی بے چینی اور ڈپریشن میں خاصی کمی واقع ہوگئی۔ پھر اس ڈاکٹر نے مایوسی کے مریضوں کا ایک اور گروپ لیا جس کے ہاتھ، چہرہ اور پاؤں روزانہ پانچ مرتبہ دھلانے شروع کر دیئے۔ تو اس گروہ کے مریضوں کے ڈپریشن کے مرض میں چند ہفتوں کی مشق (Practice) کے بعد ہی خاطر خواہ افاقہ ہوگیا۔

مقالہ کے آخر میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے تجربات کا نچوڑ یہ درج کیا کہ ''یہ مرض مسلمانوں میں اس لئے کم پایا جاتا ہے کہ وہ دن میں کئی مرتبہ منہ ہاتھ اور پاؤں دھوتے ہیں۔ یعنی وضو کرتے ہیں۔''

دیکھیئے! اپنی جدید ترین تحقیقات کے بل بوتے پر ڈپریشن کا جو علاج غیر مسلم قوم

کا ایک فرزندِ ارجمند آج دریافت کر رہا ہے مسلمانوں کو آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس طریقۂ علاج سے آگاہ فرما دیا گیا اور الحمد للہ تعالیٰ اس وقت سے آج تک اس انمول و منفرد طریقۂ علاج پر عمل (Practice) بھی جاری ہے۔ اسی لئے ایک مسلمانوں کے محلہ میں پاگل خانہ نظر نہیں آئے گا بلکہ بڑے بڑے شہروں میں ایک آدھ ہی دکھائی دیتا ہے۔

غصہ اور ہائی بلڈ پریشر کا علاج (لاجواب نسخہ):

حکم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ:

جب غصہ آئے تو فوراً وضو کرلو۔ (۱۸۸)

طبی نقطۂ نظر ہے کہ:

جب بلڈ پریشر ہائی ہوجائے تو فوراً وضو کرلو۔ (۱۸۹)

اب ان دونوں اقوال کو اکٹھا کریں گے تو تحقیق کی نئی راہ کھلتی ہے۔ درحقیقت غصہ میں بلڈ پریشر بھی ہائی ہوا کرتا ہے۔ اور دل کے مریض کا بلڈ پریشر بہت جلد ہائی ہوجاتا ہے۔ ان دونوں امراض کا علاج وضو سے کیا جاسکتا ہے۔

ایک ماہر امراض قلب کا کہنا ہے کہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ہائی بلڈ پریشر کے مریض کا بلڈ پریشر چیک کر کے اسے وضو کراؤ اور پھر دوبارہ اس کا B.P چیک کرو تو لازماً اس میں کمی واقع ہوچکی ہوگی۔ ایسے امراض کے خاتمہ کے لئے وضو سے بڑھ کر کوئی اور نسخہ نہیں۔ شاید انگریز کے کان میں بھی کسی نے یہی بات کہہ دی ہوگی۔ جبھی تو مغربی ماہرین نفسیات ایسے نفسیاتی قسم کے مریضوں کو دن میں کئی کئی بار وضو کی طرح اعضائے بدن پر پانی لگواتے ہیں۔ لیکن الحمد للہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاں یہ طریقہ علاج صدیوں سے رائج ہے۔

ٹیکنیکل تجزیہ:

تشریح الاعضاء (Anatomy) کا علم اگرچہ دو ہزار سال پرانا ہے لیکن سترھویں صدی عیسوی کے آغاز تک لوگ اس بات سے قطعاً واقف نہیں تھے کہ دل انسانی جسم میں کیا کام سرانجام دیتا ہے۔ اسی زمانہ میں ولیئن ہروے (Willian Harvey) نامی ایک انگریز طبیب نے نظام دورانِ خون کو سب سے پہلے بالوضاحت بیان کیا لیکن آج دل کی اہمیت سے ہر کوئی باخبر ہے۔ ہر کسی کو معلوم ہے کہ دل ایک بہت ہی کارآمد پمپ ہے جو پورے جسم کے اندر خون کی سپلائی کو بحال رکھتا ہے۔ عضلات سے بنا ہوا گوشت کا یہ لوتھڑا ایک منٹ میں تقریباً ستر (70) مرتبہ سکڑتا اور پھیلتا ہے۔ دل کا اس طرح سکڑنا اور پھیلنا دل کی دھڑکن (Heart Beats) کہلاتا ہے۔ انسانی دل ایک دن میں تقریباً ایک لاکھ بار دھڑکتا ہے اور ہر دھڑکن سے دو اونس خون پمپ ہوتا ہے اس حساب سے پورے دن میں ہمارا دل کوئی 1300 کوارٹ کے قریب خون پمپ کرتا ہے۔

جسم کے ایک ایک خلیے تک خون سپلائی کرنا دل کی ذمہ داری ہے۔ دل خون، پمپ کرتا ہے اور دباؤ کی وجہ سے شریانوں کے ذریعے لطیف و سرخ خون جسم کے ایک ایک خلیئے تک پہنچ جاتا ہے۔ ہر ایک شریان اپنی باریک باریک شاخوں کے ذریعے عروق شعریہ میں ختم ہو جاتی ہے پھر ان عروقِ شعریہ سے نہایت ہی باریک باریک وریدیں شروع ہوتی ہیں۔ خون عروق شعریہ میں پہنچنے کے بعد کثیف اور سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ اور جسم کی پرورش کے قابل نہیں رہتا اور جس راستے سے جاتا ہے اس راستے سے واپس نہیں آ سکتا یعنی براہ شریان واپس نہیں آ سکتا۔ پس جہاں پر شریانوں کی انتہا ہوتی ہے وہیں سے وریدیں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ وریدیں تمام جسم سے اس کثیف خون کو واپس دل کے دائیں خانہ میں پہنچا دیتی ہیں پھر دل اسے صاف

ہونے کے لئے پھیپھڑوں میں بھیج دیتا ہے۔ اس طرح یہ خون ایک دن میں انہی وریدوں اور شریانوں کے ذریعے تقریباً 1,20,000 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتا ہے۔ اگر دل میں خون کی آمدورفت کا یہ عمل درہم برہم ہو جائے تو خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ دباؤ کے بڑھنے سے موت اور بڑھاپا دونوں تیزی سے آ لیتے ہیں۔ (۱۹۰)

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان تندرست و توانا تب ہی ہو سکتا ہے جب دل سے متناسب رفتار سے خون ہر ہر خلیئے میں جائے اور وہاں سے واپس آئے۔ قادرِ مطلق نے جسم کے اندر نالیوں کا جال سا بنا رکھا ہے۔ یہ نالیاں موٹی بھی ہوتی ہیں اور باریک بھی۔ ان تمام نالیوں کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ دل سے جتنا دور ہوتی جاتی ہیں اتنا ہی باریک تر ہوتی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ بال کے برابر بلکہ بعض اوقات اس سے بھی باریک ہو جاتی ہیں یعنی خون کو ہر ہر ٹشو تک پہنچنے کے لئے کافی پیچیدہ روش اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ جسم کے باقی حصوں کی طرح ہمارے ہاتھ اور پاؤں کے اندر بھی انہی شریانوں اور وریدوں کا ایک نیٹ ورک موجود ہے۔ دل سے دوری کی وجہ سے یہ بال سے بھی باریک نالیاں سخت ہو جاتی ہیں اور گردش خون کے توازن میں فرق آ جاتا ہے یعنی ان باریک باریک نالیوں کے سخت ہو جانے کی وجہ سے خون ان میں سے آسانی سے نہیں گزر سکتا۔ نتیجتاً دل کے پھیلاؤ کے وقت خون کا دباؤ بڑھ جانے سے دل کی دھڑکن اور کھچاؤ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

لمحہ فکریہ............ڈاکٹر سر جوڑ کر بیٹھ گئے:

اب تمام دنیا کے ڈاکٹر سر جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ وہ کون سا طریقہ ہے جو دل سے دور شریانوں اور وریدوں کو لچک اور طاقت فراہم کرے............کافی سوچ بچار کے بعد ایک ہی چیز ملی جو خون کی ان نالیوں کو کھولے اور انہیں لچک دار بنائے ....اور وہ چیز ہے ''پانی''۔ یعنی ہاتھ اور پاؤں اگر پانی سے تر ہوتے رہیں تو خون کی انتہائی باریک ترین نالیوں کو سخت ہونے یا بند ہونے سے نہ صرف بچایا جا سکتا

ہے بلکہ ایسی نالیاں جو پہلے سے سخت (Hard) ہو چکی ہوں ان کو بھی لچک دار اور نرم کیا جا سکتا ہے۔ دل کو بھی ہر لحاظ سے تندرست و توانا رکھا جا سکتا ہے۔ دل اگر ٹھیک ہو گا تو جسم کا پورا نظام ٹھیک ہو گا۔ (۱۹۱)

''طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ہی تو نہیں فرما دیا تھا کہ وضو کرنے سے جسم سے تمام خطائیں (بیماریاں) خارج ہو جاتی ہیں۔'' (۱۹۲)

وارننگ!

یاد رکھیے! تصلب اشرائین (خون کی نالیوں کا سخت اور تنگ ہو جانا) کا مرض اچانک واقع نہیں ہو جاتا بلکہ یہ قلب سے دور اعضاء مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ کی طویل عرصے تک پانی سے دوری کا نتیجہ ہوتا ہے بلکہ یوں کہیئے کہ نماز اور وضو سے دوری کا نتیجہ ہے۔ شریانوں کی غیر لچک دار حرکت سے ان کے سکڑنے کا عمل بتدریج جاری رہتا ہے اس طرح قلب پر زیادہ بار پڑتا رہتا ہے اور وہ وقت کے ساتھ ساتھ کمزور تر ہوتا جاتا ہے...... بالآخر بیچارہ ''دل'' حرکت قلب ہی کھو بیٹھتا ہے اس لئے ہمیں نماز کی عادت بنا لینی چاہئے کیونکہ یہ ایک ایسی عادت ہے جو ہمیں وضو کرنے پر خود ہی مجبور کر لے گی۔

عجب ٹوٹکا:

کتب احادیث کے مطابق طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد عظیم ہے کہ:

''وضو کا بچا ہوا پانی پینے میں شفاء ہے۔'' (۱۹۳)

وضو کا بچا ہوا پانی پینا تو تب ہی ممکن ہے جب کسی چھوٹے برتن مثلاً لوٹے وغیرہ میں پانی لے کر اس سے وضو کیا جائے۔ اور پھر اس برتن سے وضو کا بچا ہوا پانی نوش جاں کر لیا جائے۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالیشان کے مطابق ایسا پانی پینے سے کئی امراض سے شفاء مل سکتی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس پانی میں نہ کوئی دوائی ملائی گئی ہے نہ دارو یہ عام پانی ہی تو ہے جو ابھی تھوڑی دیر پہلے کسی نلکے یا کنوئیں وغیرہ سے حاصل کیا گیا تھا۔ وضو کرنے کے بعد برتن میں بچا ہوا یہ پانی

شفاء بخش کیسے ہو گیا حالانکہ نلکے یا کنوئیں کا باقی پانی تو ایسا نہ ہو سکا...... کیوں......؟

Q.M.C کے ڈاکٹر جناب فاروق احمد صاحب نے وضو کے بچے ہوئے پانی پر ریسرچ کی۔ مختلف تحقیقاتی مراحل سے دوچار ہونے کے بعد بالآخر اسلام کے اس نامور مجاہد نے ثابت کر دیا کہ

ان کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
دن کو جو کہہ دیا شب تو رات ہو کے رہی

ڈاکٹر صاحب اپنی تحقیقاتی رپورٹ یوں پیش کرتے ہیں:

☆ وضو کے بچے ہوئے پانی کو اگر پی لیا جائے تو اس کا پہلا مثبت ترین اثر مثانے پر ہوتا ہے اور خوب کھل کر پیشاب آتا ہے۔

☆ میرا (ڈاکٹر صاحب کا) ذاتی تجربہ ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی ایسی تاثیر رکھتا ہے کہ اسے پینے سے ناجائز شہوت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

☆ بعد از پیشاب اگر قطرات وغیرہ آتے ہوں تو اس مرض سے بھی شفا مل جاتی ہے۔

☆ جگر، معدے اور مثانے کی گرمی اور خشکی سے نجات مل جاتی ہے۔

اسلامی مساجد کا پاکیزہ اور روحانی ماحول

وضو کا انمول کرشمہ

آج غیر مسلم محققین ورطۂ حیرت میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اہل اسلام کی عبادت گاہیں (مساجد) نفاست و پاکیزگی کا شاندار نقشہ پیش کرتی ہیں جب کہ ان کے اپنے گھر جا گھر عفونت و سڑاند کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں...... آخر وجہ کیا ہے......؟

''چلیں وجہ ہم بتائے دیتے ہیں۔''

محققین کفرستان! تم لوگوں نے شاید غور کیا ہو کہ نہ کیا ہو کہ اہل اسلام کی مساجد کے انتہائی پاکیزہ ہونے کی اصل وجہ وہ اصلاحات ہیں جن کو رہبر اسلام صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم آج سے سینکڑوں برس قبل ہی نافذ فرما چکے ہیں۔

مسلمانوں کو مسجد میں ہر وقت باوضو رہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ اگر کسی وجہ سے وضو باطل ہو جائے تو فوراً مسجد سے باہر[1] جا کر تازہ وضو کرنا ضروری ہوتا ہے پھر دوبارہ مسجد میں حاضر ہونا ہوتا ہے۔

چونکہ مسجد کا ماحول پہلے سے ہی (Already) صاف ستھرا ہوتا ہے اور اسے آئندہ بھی پاکیزہ رکھنا مقصود ہوتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ ہر لحاظ سے طیب و طاہر ہو کر مسجد میں داخل ہو......... ہر کسی کو معلوم ہے کہ مسجد میں آنے والا ہر شخص اپنے شعبہ کے اعتبار سے اعضائے ظاہری میں اپنے پیشے کی میل کچیل یا موحولیاتی آلودگی، گرد و غبار ساتھ لاتا ہے لہٰذا آداب مسجد کی رو سے پکا اصول بنا دیا گیا ہے کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک ظاہری اعضائے بدن کو اچھی طرح سے دھو نہیں لیتا۔ اسلام کو تو یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی شخص پیٹ کی کثیف ہوا یعنی ریاح وغیرہ خارج ہونے کے باوجود بھی مسجد میں بیٹھا رہے اسے فوراً جا کر تازہ وضو کرنا ہوگا۔

حضرات! ہم اسلامی مسجدوں کے لاثانی پاکیزہ ماحول کا راز تو بتا چکے ہیں اب ضروری ہوگا کہ یورپی گرجا گھروں کے ماحول کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ عرض کر دیا جائے۔ اس ضمن میں ایک مستند رپورٹ کا ایک چھوٹا سا اقتباس ملاحظہ فرمائیے!

”جب چشم دید مشاہدہ کیا گیا تو ماحول میں ہلکی عفونت اور سڑاند ملی۔ چونکہ یورپ والے پانی سے استنجا نہیں کرتے اس لئے غلاظت کے خشک ذرات جگہ جگہ نمایاں تھے۔ مزید یہ کہ معدہ کی کثیف اور غلیظ ہوا ان کے ہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور اس کے خارج کرنے کے لئے وہ موقع محل سے ناآشنا ہیں۔ اسی وجہ سے وہاں کا ماحول آلودہ رہتا ہے۔“ (۱۹۳)

غیر مسلم محققو!

آئی بات سمجھ میں.........؟؟؟

---

[1] خیال رہے کہ مسجد کے غسل خانے، طہارت خانے، وضو خانے وغیرہ احاطۂ مسجد سے باہر شمار کئے جاتے ہیں۔

باب نمبر 5

اسلامی غسل کی غرض و غایت

(جدید سائنس و طب کی روشنی میں)

غسل کی دینی غرض وغایت اور منشائے اصلی تو یہی ہے کہ ایک مسلمان کو ہر روز کم از کم پانچ مرتبہ تو بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہونا ہوتا ہے.......... چشم تصور میں لائیے کہ آپ کو حاضر ہونا ہو دنیا کے کسی بادشاہ کے دربار میں تو یقیناً آپ نہا دھو کر دلکش لباس زیب تن کریں گے، بہترین جوتا پہنیں گے، آنکھوں میں سرمہ لگائیں گے، چہرے کو ہر طرح سے بارونق بنانے کی کوشش کریں گے، جسم و لباس کو خوشبوؤں میں بسانے کی تگ و دو کریں گے.......... نہ جانے کیا سے کیا نہ کریں گے۔ کیوں کہ آپ کو بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے..........

ذرا سوچیئے آپ کو حاضر ہونا ہے اس شہنشاہِ مطلق کے دربار میں جو تمام کائنات و مخلوقات کا خالق و مالک ہے تو تصور کیجئے کہ آپ کا چہرہ مرجھایا ہوا ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں بدن سست و لاغر ہو، جسم سے پسینے اور رطوبتوں کی بو آ رہی ہو کپڑوں پر غلاظت لگی ہوئی ہو، آنکھیں بجھی بجھی ہوں، لباس میلا کچیلا ہو.......... الغرض آپ ہر لحاظ سے درماندگی پژمردگی کا مجسمہ بنے ہوئے ہوں اور آپ کو حاضر ہونا ہو خالق کائنات کے دربار میں .... ایسی خستہ حالت میں شہنشاہ مطلق کے دربار میں حاضر ہونا کہاں کی دانشمندی ہے..........؟

پھر کیا کرنا ہوگا..........؟

آپ کو اپنے حقیقی خالق و مالک کے دربارِ پُر انوار میں حاضری کے لئے اپنے

آپ کو ہر قسم کے حدث سے پاک کرنا ہوگا۔

حدث کی قسمیں:

حدث کی حسب ذیل دو اقسام ہیں:

(i) حدثِ اصغر

(ii) حدثِ اکبر

حدثِ اصغر کی صورت میں طہارتِ صغریٰ (وضو) یعنی جسم کے بعض اعضاء کو دھونے اور بعض کا مسح کر لینے سے اپنے آپ کو اس حدث سے پاک کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ حدثِ اکبر کی صورت میں طہارتِ کبریٰ (غسل) یعنی پورے بدن کو پانی سے اچھی طرح دھو کر اپنے آپ کو اس حدث سے پاک کر لیا جاتا ہے۔

طہارت حاصل کرنے کے یہ دونوں طریقے شریعت اسلامی میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ لیکن یہاں ایک دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدثِ اکبر کی صورت میں طہارت کبریٰ (مکمل غسل) کے ذریعے طہارت و پاکیزگی حاصل کی جاتی ہے۔ بجائے اس کے کہ حدثِ اصغر کی طرح طہارتِ صغریٰ (وضو) سے ہی کام کیوں نہیں چلا لیا جاتا..........؟

درحقیقت اسلام دین فطرت ہے اس کا ہر اصول فطرت انسانی سے عین مطابقت رکھتا ہے۔ ایک انسان کو ان دونوں احداث سے پاک ہونے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب کسی قسم کی نجاست اس کے جسم سے باہر خارج ہوتی ہے.......... اصل حکمت یہ ہے کہ اگر تو نجاست کے اس اخراج میں پورا جسم نہیں بلکہ جسم کے بعض اعضاء[1] ملوث ہوں تو انسان حدثِ اصغر کے حکم میں آتا ہے۔ اس صورت میں وضو یعنی بعض اعضاء کو دھونے اور بعض کا مسح کرنے سے طہارت حاصل کر لی جاتی ہے۔

[1] بعض اعضاء کے ملوث ہونے سے مراد کہ جسم کے کسی حصے سے خون کا بہنا، قضائے حاجت کے دونوں مقامات میں سے سوائے منی اور نفاس و حیض کے کسی اور شے مثلاً پیشاب و پاخانہ کثیف ہو یعنی ریاح وغیرہ کا خارج ہونا، نیز نیند کو بھی ناقض الوضو قرار دیا گیا ہے کیوں کہ نیند کی حالت میں بھی اعضائے بدن ڈھیلے پڑ جانے کی وجہ سے انسان کو اپنے جسم سے ہوا وغیرہ خارج ہونے کا پتا ہی نہیں چلتا۔

لیکن اگر اخراجِ نجاست میں پورا جسم باتمام وکمال ملوث ہو تو انسان حدث اکبر کے حکم میں آجاتا ہے۔ اب وہ طہارت کبریٰ یعنی مکمل غسل کے ذریعے ہی اس حدث سے پاک ہو سکے گا۔

مزید وضاحت:

مزید وضاحت کے لئے آیئے ملاحظہ فرمایئے کہ غسل کن کن صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔ عموماً غسل کو واجب کرنے والی حسب ذیل پانچ صورتیں ہیں:

(i) مباشرت (ii) احتلام (iii) حیض (iv) نفاس (v) غسل میت

(۱۹۴)

غور طلب نقطہ یہ ہے کہ کیا ان تمام مذکورہ صورتوں میں جسم انسانی باتمام وکمال ملوث ہوتا ہے..................؟

آیئے دیکھتے ہیں:

مباشرت واحتلام

مباشرت و احتلام کی صورت میں انسانی جسم سے "عضو مخصوص" سے منی کا اخراج ہوتا ہے.........عضو مخصوص کے ذریعے...........؟ پھر پورا جسم کیوں کر ملوث ہو گیا...........؟

دراصل اخراجِ منی کا پیش خیمہ ایک ایسی شہوانی قوت بنتی ہے کہ اعضائے بدن کا ایک خاص گروہ اس کے زیر فرمان ہوتا ہے۔ بلکہ جنسی مقاربت کے دوران تو جسم کا ہر ٹشو اور اعصاب کا پورا نیٹ ورک سرگرم عمل ہوتا ہے۔ اس وقت انسان ہمہ تن اس شہوانی قوت کے حکم و فرمان کے اس قدر زیر اثر ہوتا ہے کہ عقل و شعور کی ایک بھی نہیں سنتا۔ بلکہ دماغ کی تمام تر توجہ اسی ایک عمل کی طرف مرکوز ہوتی ہے۔ پھر وہ وقت بھی آجاتا ہے جب عضلات و اعصاب کی اس بدکیش شہوانی طاقت کے زیر فرمان ایک

غیر معمولی کوشش کرنے کے بعد مصالح جسم سے ایک جوہر عظیم خارج ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات تو اپنے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ دورانِ مباشرت و احتلام پورے کا پورا بدن انسانی مصروف عمل ہوتا ہے.......... آیئے اب تھوڑا سا اور آگے بڑھتے ہیں اور اس جوہر عظیم کی تحقیق کرتے ہیں کہ وہ کیا ہے اور کن کن تخلیقی مراحل کو طے کرتا ہوا اپنے منصب کو پہنچتا ہے۔

منی (Semen) ایک سیال رطوبت ہے جو اخراج کے وقت قدرے لذت کے ساتھ خارج ہوتی ہے۔ انسان اپنی قوت و صحت کے لئے جو غذا کھاتا ہے وہ معدہ کے اندر ہضم کے مراحل سے گزرتی ہوئی کیلوس کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ پھر جگر اپنی قوتِ جاذبہ کے اثر سے کیلوس کے اس خلاصے کو جذب کر لیتا ہے۔ اور اسے چار الگ الگ حالتوں یعنی خون، صفرا، بلغم اور سودا میں تقسیم کر دیتا ہے۔

قدیم ویدک کتب کے مطابق غذا کا سب سے آخری خلاصہ جوہر منی ہے جو خون کے اسی (80) قطروں سے صرف ایک (1) قطرہ کے برابر حاصل ہوتی ہے۔ اطباء کے نزدیک منی کے صحیح طور پر کامل ہونے کی مدت ایک ماہ ہے۔ اوّل خون سے اخلاط پیدا ہوتے ہیں پھر چربی سے ہڈی کی شکل اختیار کرتے ہیں یعنی جسم کی تمام ہڈیوں کو طاقت دیتے ہیں پھر ہڈی سے گودا اور گودے سے منی [1] کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہی منی مثل شبنم ہر عضو سے تبخیر پاتی ہوئی دماغ سے قوت تخمیر حاصل کر کے کان کے پچھلی طرف کی رگوں کے ذریعے خصیین میں پہنچ کر کامل پختگی حاصل کر کے سفید رنگ قبول کر لیتی ہے۔ وہاں سے قطرہ قطرہ ہو کر اوعیۂ منی کے راستے منی کی تھیلیوں میں پہنچ جاتی ہے پھر وظیفۂ زوجیت یا احتلام وغیرہ کے نتیجے میں عضوِ مخصوص کے ذریعے نہایت لذت کے ساتھ کود کر جسم سے باہر خارج ہو جاتی ہے۔ (۱۹۵)

---

[1] ماہرین کے نزدیک ہر ایک مذکورہ حالت کی تبدیلی کی مدت چار یوم ہے اس طرح بیس (20) سے چوبیس (24) دن کی مدت میں پختہ منی کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اطباء حضرات قوت باہ کی ادویات عموماً اکیس (21) یوم تک استعمال کروانے کے بعد ایک ماہ تک پرہیز رکھنے کی تاکید کرتے ہیں تاکہ دوا اچھی طرح سے جزو بدن بن کر جسم کی ہڈیوں کو طاقت دے کر اصلی اور پختہ منی کا حصول ممکن ہو سکے۔

اس لمبی چوڑی بحث سے اس حقیقت کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ اخراجِ منی کے سلسلے میں پورے کا پورا جسم انسانی ملوث ہوتا ہے۔ اب اس حدث سے طہارت حاصل کرنے کے لئے پورے بدن کا غسل فطری تقاضا ٹھہرا۔ بلکہ وظیفۂ زوجیت کے دوران جسم کے ہر ہر بال سے ایک لیس دار رطوبت بھی تو خارج ہوتی ہے اسی لئے تو ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکیدی حکم فرمایا کہ:

''ہر بال کی جڑ میں نجاست ہے اس لئے دوران غسل ہر ہر بال کی جڑ تک پانی بہاؤ۔'' (۱۹۶)

یہاں ایک ضروری وضاحت کرتے چلیں کہ وظیفۂ زوجیت کے نتیجے میں انزال شرط نہیں بلکہ آغازِ مباشرت کے ساتھ ہی غسل واجب ہوجاتا ہے..... کیوں......؟

دراصل آغاز مباشرت کے ساتھ ہی پوری کی پوری مشینری حرکت میں آچکی ہوتی ہے۔ دماغ کا مواصلاتی نظام (Signalling System) چالو (On) ہو چکا ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی تمام تر بدنی نظام سرگرم عمل ہو چکا ہوتا ہے۔ تمام عضلات واعصاب ایک مخصوص مشن کی تکمیل کی جانب گامزن ہو چکے ہوتے ہیں .... اب اگرچہ انزال نہ بھی ہوا لیکن پورے کا پورا نیٹ ورک (Net Work) تو متحرک (Move) ہو چکا ہے لہٰذا فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ انزال کی شرط کو پس پشت ڈال کر پورے بدن کو غسل دے لیا جائے۔

حیض ونفاس

ہمارے خیال میں یہ امر زیادہ وضاحت طلب نہیں کہ حیض ونفاس سے فراغت کے بعد عورت پر پورے بدن کا غسل کیوں واجب ہے۔ بلکہ ہر صاحب فہم وشعور کو یہ علم ہے کہ حیض ونفاس کی حالت میں پورا بدن ملوث وناپاک ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عرصہ کے دوران عورت نماز اور دیگر عبادات کے قریب بھی نہیں جاسکتی جب تک بعداز غسل مطہر نہیں ہوجاتی۔

غسل میت

ہر کوئی جانتا ہے کہ ایک ذی روح کے تمام اعضائے بدن میں زندگی اور روح موجود ہوتی ہے۔ نہ صرف بال اور ناخن زندہ ہیں بلکہ جسم کا ایک ایک خلیہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا شاندار شاہکار ہوتا ہے .... یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ ہر زندہ شے کو بالآخر موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ لہٰذا جب انسان پر موت وارد ہوتی ہے تو جسم کے ہر حصے کو موت کے عمل سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں وقت نزع جسم کو ٹھنڈے گرم پسینے بھی آتے ہیں اور معلوم نہیں کیسی کیسی رطوبتوں کا جسم سے اخراج ہو سکتا ہے .... حاصل کلام یہ کہ موت کے عمل کے دوران پورے بدن کا ملوث ہونا چونکہ ضروری ٹھہرا اس لئے بعداز موت پورے بدن کا غسل بھی لازمی ٹھہرا۔

غسل کی حکمتیں

غسل کی بے شمار حکمتوں میں سے چند ایک کی وضاحت قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر سپرد قرطاس کر رہے ہیں۔

دورۂ جلدیہ کا دورۂ باطنیہ سے تعلق:

دورانِ مباشرت جسم کے مساموں سے پسینہ کے ساتھ جو خاص رطوبتیں خارج ہوتی ہیں ان سے جسم پر میل کچیل کی گویا ایک تہہ سی چڑھ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے دورۂ جلدیہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دورۂ جلدیہ کا دورۂ باطنیہ سے بڑا گہرا تعلق ہے۔

دورۂ جلدیہ دورۂ باطنیہ سے اس وقت تک استفادہ نہیں کرسکتا جب تک بیرونی جلد کو میل کچیل سے اچھی طرح سے صاف نہ کرلیا جائے۔ جب جلد کے تمام مساموں کے منہ کھل جائیں گے یعنی جسم پر سے پسینے وغیرہ کی رطوبتوں کا اثر زائل ہو جائے گا تو تمام اعصاب اور اندرونی وبیرونی اعضاء اپنے اپنے افعال بخیر وخوبی انجام

دیئے لگیں گے اور یہ غسل سے ہی ممکن ہے۔

ردِ عمل سے بچیئے:

ہر ایکشن کا ری ایکشن ہونا قدرتی بات ہے یعنی ہر عمل کا کوئی نہ کوئی ردِ عمل ضرور ہوا کرتا ہے اسی قانونِ فطرت کے مطابق دورانِ مباشرت حیوانی تحریکات کے باعث مصالح جسمانی کے کئی اجزاء (خلیات وغیرہ) ناکارہ ہو جاتے ہیں ان کا جسم انسانی سے فوری اخراج نہایت ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ خون میں شامل ہو کر اس کی طاقت کو کمزور کر دیتے ہیں۔ اس طرح دماغ کو خون سے مطلوبہ غذائیت میسر نہیں آتی اور وہ ضعف کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ چونکہ جسم کے تمام عضلات واعصاب براہِ راست دماغ کے تابع ہوتے ہیں اس لئے ان کی طاقت وضعف کا کلی انحصار دماغ کی قوت و ضعف پر ہوتا ہے۔ چنانچہ دماغی ضعف کے ساتھ یہ عضلات واعصاب اپنی طاقت کھو بیٹھتے ہیں۔ جسم ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ چہرہ مرجھا جاتا ہے۔ انسان کافی سست ولاغر سا ہو جاتا ہے۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا.........

ایسی خوفناک حالت کئی خطرناک امراض کا پیش خیمہ بھی بن سکتی ہے۔ لہٰذا خون کو ان مذکورہ بالا ناکارہ اجزاء کے خطرات سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ انہیں جلد از جلد آکسیجن میں تبدیل کر دیا جائے۔ جس کا سب سے بہتر طریقہ غسل ہے۔

اسی لئے تو خیر خواہِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباشرت کے بعد جتنی جلدی [۱] ہو سکے غسل کرنے کی ہدایت فرمائی ہے.......... اگر کسی وجہ سے بروقت غسل نہیں کیا جا سکتا تو کم از کم وضو ضرور کر لیا جائے گا۔ (۱۹۷)

---

[۱] اس سے یہ مراد نہ لی جائے کہ مباشرت کے فوراً بعد ہی غسل کر لینا چاہیے کیونکہ ایسا کرنا تو خلاف فطرت ہے اس سے تو کئی خطرناک قسم کے امراض مثلاً استسقاء وغیرہ جنم لے سکتے ہیں.......... چونکہ اس مخصوص عمل کے دوران پوری انسانی بدنی مشینری متحرک رہ چکی ہوتی ہے۔ اس کا ہر ہر کل پرزہ ایک مخصوص عمل (Process) سے گزر چکا ہوتا ہے اس لئے اس مشینری کا گرم ہو جانا عین فطری امر ہے اور گرم گرم شے پر پانی ڈالنا فطرت کے خلاف ہے لہٰذا فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ بعد از مباشرت اس وقت تک انسانی جسم پر پانی نہ ڈالا جائے جب تک جسم نارمل پوزیشن میں نہ آ جائے۔ اطباء کرام کے نزدیک مباشرت کے بعد تقریباً دس منٹ کا وقفہ ضروری ہے (اس دوران بالکل سکون کے ساتھ چت لیٹے رہنا چاہیئے) پھر جتنی جلدی ہو سکے غسل کر لینا چاہیے۔

مخصوص دنوں میں غسل کی تاکید کا راز

رہبر انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو غسل کی ازحد تاکید فرمائی ہے۔ خصوصاً جمعۃ المبارک کے دن تو غسل پر اس قدر زور دیا ہے کہ ارشادِ ذیشان فرمایا:

"جمعہ کے روز غسل ضرور کیا کرو۔ اگرچہ تمہیں ایک دینار فی پیالہ پانی کے عوض خرچ کرنا پڑے۔" (۱۹۸)

اسی طرح عیدین کے موقعوں پر بھی غسل کو مستحب قرار دیا گیا ہے (۱۹۹)

.........سوال یہ ہے کہ غسل سے کیا ہوتا ہے.........؟

دورانِ غسل بدن پر ٹھنڈا پانی پڑتے ہی نشاط وسرور کی لہر پورے جسم میں دوڑ جاتی ہے۔ اور اسی لمحے افسردگی اور درماندگی شگفتگی میں بدل جاتی ہے۔ انسان کو نئی تازگی اور فرحت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اعصاب وعضلات کی سستی اور کمزوری جاتی رہتی ہے۔ آدمی اپنی طبیعت میں ایک غیر معمولی بشاشت اور خوشگواری محسوس کرنے لگتا ہے۔ عبادات وکام کاج میں اس کا خوب دل لگتا ہے۔

جمعۃ المبارک اور عیدین چونکہ مسلمانوں کے اجتماعات کے دن ہوتے ہیں اس لئے ان دنوں میں نہانے کو بہت افضل قرار دیا گیا۔ تاکہ تمام مسلمان نہا دھو کر صاف ستھرے لباس زیب تن کر کے اجتماع میں جائیں اور پورا مجمع نفاست ونظافت کا دلکش منظر پیش کرے۔

دراصل ایام جمعۃ المبارک اور عیدین دربار ایزدی میں حاضری کے خاص دن ہوتے ہیں۔ ان دنوں میں کی گئی عبادت وریاضت بھی اپنا خاص مقام رکھتی ہے۔ اعلیٰ درجے پر فائز وہ عبادت ہوتی ہے جس میں زیادہ سے زیادہ خشوع وخضوع پایا جائے اور ایسی ہی عبادات قرب الٰہیہ کا ذریعہ ہوا کرتی ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے خشوع وخضوع کے میسر آنے میں عبادت گاہوں کے ماحول کا

خاص عمل دخل ہے۔ چنانچہ عبادت گاہ کے ماحول کو پر کیف اور دلکش بنانے کے لئے ضروری ٹھہرا کہ مجمع کا ہر رکن غسل کر کے، صاف ستھرا لباس زیب تن کر کے، آنکھوں میں سرمہ لگا کر، بدن کو خوشبوؤں میں رچا کر عبادت گاہ میں حاضر ہو، تا کہ قرب الٰہیہ کے حصول کے علاوہ قربت باہمی کو بھی فروغ ملے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کا یہ طیب و طاہر طرزِ عمل اغیار کو بھی مذہب اسلام کی طرف راغب کرنے کے سلسلے میں مددگار و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

یاد رہے کہ غیر مسلم اقوام میں غسل و وضو کا تصور تک نہیں ملتا بلکہ غسل و وضو تو دور کی بات ہے بعض قوموں کے افراد تو رفع حاجت سے فراغت کے بعد کئی ماہ تک پانی سے استنجا بھی نہیں کرتے یہی وجہ ہے ان کی عبادت گاہوں (ایک رپورٹ کے مطابق) کے قالینوں پر پاخانے کے خشک ذرات اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔ عبادت گاہ میں ہوا وغیرہ خارج ہو جانے کو قطعاً معیوب خیال نہیں کیا جاتا .... انہی وجوہات کی بنا پر ان کی عبادت گاہوں سے بدبو آتی رہتی ہے اور ایسی عبادت گاہیں بیماریوں کی آماجگاہیں نہیں تو اور کیا ہیں .... اس کے برعکس اہل اسلام کی عبادت گاہیں (مسجدیں) صفائی ستھرائی اور نفاست و نظافت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ جس کی واحد وجہ یہ ہے کہ معمارِ امت مسلمہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو طیب و طاہر ہوئے بغیر مسجدوں میں داخل ہونے سے تاکیداً منع فرما رکھا ہے بلکہ اگر کسی وجہ سے طہارت باطل ہو جائے تو فوراً مسجد سے باہر نکل کر نئے سرے سے طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد مسجد میں دوبارہ داخل ہونے کی اجازت ہے۔

الغرض غسل کی بے شمار حکمتیں اور طبی فائدے ہیں جنہیں ہم کتاب کی ضخامت کے سبب نقل کرنے سے گریز کر رہے ہیں .... بحر حال آپ خوب خوب غسل کیا کریں آپ کو اس کے طبی فائدوں اور مزید حکمتوں کا خود ہی علم ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

طریقہ غسل:

غسل کی فضیلت و اہمیت واضح کرنے کے بعد ضروری ہے غسل کا سنت طریقہ بھی عرض کر دیا جائے:

غسل کی کیفیت یہ ہے کہ پانی کے برتن کو اپنی داہنی جانب رکھا جائے پھر بسم اللہ شریف پڑھ کر اپنے ہاتھ تین بار دھو کر استنجا کیا جائے اور بدن پر اگر نجاست ہو تو اسے دور کیا جائے پھر نماز کی طرح وضو کیا جائے۔ وضو کے بعد تین بار اپنے داہنے شانے پر نیچے تک پانی بہایا جائے، تین بار بائیں شانے پر اور پھر سر پر تین بار پانی ڈالا جائے اس کے بعد اپنے بدن پر آگے اور پیچھے سے پانی بہا کر خوب ملا جائے، سر اور داڑھی کے بالوں میں تین بار خلال کیا جائے۔ بوقت غسل بالوں کی جڑوں تک پانی کا پہنچنا بہر صورت لازمی ہے۔ علاوہ ازیں بدن کی سلوٹوں میں بھی پانی کا پہنچنا ضروری ہے۔ (۲۰۰)

یہ بھی یاد رہے کہ احناف کے نزدیک غسل کے تین فرض ہیں اگر ان میں سے ایک بھی رہ جائے تو غسل نہ ہوگا:

(۱) کلی کرنا

(۲) ناک میں پانی ڈالنا

(۳) تمام جسم پر پانی بہانا

کلی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہونٹ سے لے کر حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی پہنچ جائے، تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اگل دینے سے کلی کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ مقصدِ اصلی کے حصول کے لیے غرغرہ کر لیا جائے تو بہتر ہوگا نیز مسواک کرنا بھی مستحب ہے۔ اسی طرح ناک میں پانی ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نتھنوں کی جہاں تک نرم جگہ ہے وہاں تک دھونا فرض ہے اور پورے بدن پر پانی بہانے کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلووں تک جسم کے ہر ہر حصے تک پانی بہہ

جائے۔ یہ بھی یاد رہے کہ برہنہ حالت میں غسل کرنا خلاف سنت ہے البتہ غسل ہو جاتا ہے بشرطیکہ دورانِ غسل قبلہ رخ چہرہ کرے نہ کسی سے بات کرے نیز دورانِ غسل وضو کی طرح مسنون دعائیں بھی نہیں پڑھی جائیں گی۔

انتباہ:

احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ جسم کا معمولی سا حصہ بھی بلا عذر شرعی اگر خشک رہ گیا تو غسل صحیح نہیں ہوگا۔

اسی بنا پر علماء کرام نے عوام الناس کو متنبہ فرمایا ہے کہ اگر ناخنوں پر نیل پالش کی تہہ چڑھی ہوئی ہو تو ایسی حالت میں غسل کرنے سے ناخنوں کی قدرتی سطح تک پانی کا پہنچنا غیر ممکن ہوتا ہے اس طرح نہ تو وضو صحیح ہو سکتا ہے نہ غسل۔ انسان ٹھنڈے پانی میں ٹھٹھرنے اور مشقت اٹھانے کے باوجود ناپاک کا ناپاک ہی رہتا ہے بلکہ غسل جنابت بھی اس کے ذمہ جونہی برقرار رہتا ہے۔ پھر یہ بات تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ ایک مسلمان ناپاک حالت میں نماز کے قریب جا سکتا ہے نہ قرآن کریم کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ لہٰذا شدید احتیاط کی ضرورت ہے اگر خدانخواستہ نیل پالش لگائی ہوئی ہو تو اسے قبل از غسل تھنر وغیرہ سے اتار لینا چاہئے نیل پالش اتارتے وقت یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ناخنوں پر لگا رہ جانے والا پالش کا ایک چھوٹا سا دھبہ بھی وضو و غسل کو ناقص بنا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر 6

امورِ فطرت

کتب احادیث شاہد ہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں امورِ فطرت میں سے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں:

(۱) بال زیرِ ناف مونڈھنا

(۲) بغل کے بالوں کو صاف کرنا

(۳) مونچھیں پست رکھنا

(۴) ناخن تراشنا

(۵) ختنہ کرنا (۲۰۱)

قارئین کرام!

بلاشک وشبہ اسلامی نظامِ طہارت کا موضوع اس چیز کا متقاضی ہے کہ تاجدارِ علم و حکمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طہارت و پاکیزگی کے ضمن میں جن مذکورہ بالا امورِ فطرت کا ذکر فرمایا ہے ان کی تشریح کی جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ آج کی جدید سائنس ان کی حقانیت کو تسلیم کر چکی ہے......... اس ضمن میں ختنہ کی وضاحت پہلے اور مونچھیں پست رکھنے کی وضاحت چوتھے باب میں ہو چکی ہے۔ بقیہ تین امورِ فطرت کی یہاں وضاحت کی جاتی ہے ملاحظہ فرمایئے:

بال زیرِ بغل اور زیرِ ناف صاف کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغل کے بال صاف کرنے اور بال زیرِ ناف مونڈھنے کے سلسلے میں زیادہ سے زیادہ چالیس دن کی مدت مقرر فرمائی ہے۔(۲۰۲)

طبِّ جدید کے مطابق ہماری جلد میں تروتازگی کو قائم ودائم رکھنے کے لئے اللہ رب العزت نے ایسے غدود (Glands) پیدا فرمائے ہیں جن کو روغنی غدود (Oily Glands) کا نام دیا جاتا ہے۔ جسم کے وہ حصے جہاں سے بالوں کو صاف کرنے کا شرعی حکم ہے، قدرت کی کاریگری دیکھیئے کہ وہاں پر قدرتی طور پر ہی یہ غدود کم ہوتے ہیں تاکہ ان کی رطوبت وہاں پر اگنے والے بالوں کی نشوونما کو متاثر نہ کرے۔

جدید سائنسی تحقیق کے مطابق جلد کے ان مذکورہ مخصوص حصوں کو ہمہ وقت آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر ان حصوں پر بال بڑھے ہوئے ہوں تو ایک تو جلد کو آکسیجن کی براہِ راست فراہمی مشکل ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ بالوں کی کثرت کی وجہ سے ان حصوں کی کماحقہ صفائی نہیں ہوسکتی نتیجتاً میل کی پیپڑیاں جم کر جلد کے مسام بند ہو جاتے ہیں اور جلد کو آکسیجن کی فراہمی منقطع ہو جانے کے سبب جلدی خارش، الرجی، پھوڑے اور پھنسی وغیرہ کا خاصا امکان ہوتا ہے علاوہ ازیں قوتِ مخصوصہ بھی متاثر ہوتی ہے۔

اطباء کی آراء کے مطابق چالیس دنوں کے بعد بھی اگر مخصوص حصوں سے بالوں کو صاف (Remove) نہ کیا جائے تو بال اس حد تک بڑھ جاتے ہیں کہ نہ صرف آکسیجن کی فراہمی میں نمایاں کمی واقع ہو جاتی ہے بلکہ یہ حصے میل کچیل اور جراثیموں کی آماجگاہ بن کر جوئیں (Louse) اور پسّو (Flea) پڑنے کا سبب بنتے ہیں۔

فرانس کے ماہرین جلد کے مطابق:

''اگر بغل کے بالوں اور زیر ناف بالوں کو تاخیر سے صاف کیا جائے تو اس کے بُرے اثرات نہ صرف جلد کے اندر پائے جانے والے روغنی غدود (Oily Glands) اور پراسٹیٹ غدود (Prostate Glands) پر پڑتے ہیں، بلکہ خطرناک قسم کے جنسی امراض بھی جنم لینے کا خدشہ ہوتا ہے حتیٰ کہ آتشک، ایڈز، سوزاک اور کوڑھ وغیرہ کے جراثیم بھی پیدا ہو سکتے ہیں جو دوران مقاربت عورتوں میں بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔'' (۲۰۳)

نفسیاتی ماہرین کے مطابق ''اگر ان بالوں کو جلد از جلد نہ تراشا جائے تو ان کے بداثرات اعصابی نظام میں خلل ڈال کر بے شمار نفسیاتی پیچیدگیوں کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ ایسے انسان بہت جلد دباؤ (Depression) مایوسی (Frustration) اور خوف (Anxiely) وغیرہ کا شکار ہو جاتے ہیں، بلکہ اکثر و بیشتر لوگ تو مائل بہ خودکشی بھی ہو جاتے ہیں۔'' (۲۰۴)

قارئین کرام!

یقین جانیئے کہ مذکورہ بالا خدشات کے پیش نظر ہی رہبر انسانیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنی نوع انسان کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ زیر ناف و بغل کے بالوں کو چالیس دن کے اندر اندر صاف کرلیا کرو۔

ناخن تراشنا

سائنسی تحقیق کے مطابق ایک صحت مند شخص کی انگلیوں کے ناخن ہر ماہ تین ملی میٹر تک بڑھتے ہیں۔ اس طرح ایک نارمل آدمی کی زندگی کے پچاس سال میں اس

کی انگلیاں تقریباً 1.8 میٹر ناخن پیدا کرتی ہیں۔

ایک خلیجی اخبار کے مطابق آج سے دو ہزار سال قبل ہی طبیبوں نے یہ انکشاف کر دیا تھا کہ ناخنوں اور انسانی صحت کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ یعنی زیادہ بڑھے ہوئے ناخن مضرِ صحت ثابت ہوتے ہیں۔ چند رپورٹس ملاحظہ فرمائیں:

☆...... ''سوشل میڈیسن'' کے مطابق ڈاکٹر سیل اور ڈاکٹر پارک نے یہ مشترکہ دعویٰ کیا ہے کہ زیادہ بڑھے ہوئے ناخن جراثیم کی آماجگاہ بن جاتے ہیں اور ٹائیفائیڈ، اسہال، پیچش، ہیضہ، آنتوں کے کیڑے اور ورم پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ (۲۰۵)

☆......طبی اصول کے مطابق پیٹ کے کیڑوں کے انڈے انسانی ناخنوں میں ہی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ انسان جب کھانا کھاتا ہے تو یہ انڈے غذا میں شامل ہو کر پیٹ کے اندر چلے جاتے ہیں پھر ان انڈوں سے کیڑے پیدا ہو کر پیٹ کے اندر ہی اندر پھلتے پھولتے رہتے ہیں۔ (۲۰۶)

☆......طبی ماہرین کے مطابق جو خواتین ناخن بڑھانے کی شوقین ہوتی ہیں وہ بہت جلد خون کی کمی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ (۲۰۷)

☆...... ماہرین نفسیات کے مطابق زیادہ تر عورتیں ہی نفسیاتی امراض کا شکار ہوتی ہیں۔ ایک ماہر نفسیات نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ناخن بڑھانا اتنا خطرناک ہے کہ انسان بالآخر اس قدر سیریس (Serious) نفسیاتی مریض بن جاتا ہے کہ بعض اوقات خودکشی کرنے پر بھی تل جاتا ہے۔ (۲۰۸)

طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشورہ

انہی کیفیات کے پیشِ نظر طبیب اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو ناخن تراشنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے دن ناخن ترشوائے اللہ رب

العزت اس کو اگلے جمعہ تک بلاؤں سے محفوظ فرمائے گا۔(۲۰۹)

نیز تجربات سے یہ بھی ثابت ہے کہ سنت طریقے کے مطابق ناخن تراش کر ان کے ٹکڑوں کو اگر صاف ستھری زمین میں دبا دیا جائے تو بفضلِ خدا رزق میں حیرت انگیز طور پر فراوانی آ جاتی ہے۔

ناخن تراشنے کا نبوی ﷺ طریقہ

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناخن تراشتے وقت دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے ابتداء فرما کر اسی ہاتھ کے انگوٹھے پر انتہا فرمایا کرتے تھے۔ امام صاحبؒ کے مطابق انگشت شہادت سے ابتداء کرنے میں حکمت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں میں اشرف انگشت شہادت ہے کہ کلمہ شہادت میں اسی سے اشارہ کر کے توحید الٰہی کی گواہی دی جاتی ہے۔ چنانچہ پہلے اسی انگلی کا ناخن تراشا جائے گا اس کے بعد اس انگلی کا ناخن تراشیں گے جو اس کے داہنی طرف ہوگی، کیونکہ شرعی لحاظ سے چیزوں کو پاک کرنے اور دیگر امور کی ادائیگی کے لئے داہنی طرف کو عمل کرنا مستحب ہے۔ اگر ہاتھ کی پشت زمین پر رکھی جائے تو انگشت شہادت کے داہنی طرف انگوٹھا ہوتا ہے اور اگر ہتھیلی کی طرف سے رکھو تو بیچ کی طرف انگلی داہنی پڑتی ہے.......... اب اگر ہتھیلی کو اپنی عادت پر چھوڑ دیا جائے تو لامحالہ ہتھیلی زمین کی طرف مائل ہوگی کیونکہ دائیں ہاتھ کی حرکت بائیں طرف کو ہے اور یہ حرکت اکثر تب ہی پوری ہوتی ہے کہ ہاتھ کی پشت اوپر رہے، چنانچہ جو امر بھی طبیعت کے مطابق ہے اسی کی رعایت ہوگی، لہٰذا درمیانی انگلی ہی بعد از انگشت شہادت ٹھہری.......... علیٰ ھذا القیاس چھنگلیا تک ناخن تراشیں گے، اب بائیں ہاتھ کی ابتداء چھنگلیا سے کریں گے تاکہ ترتیب داہنی طرف کو رہے، بائیں ہاتھ کے انگوٹھے تک ناخن تراش کر آخر میں دائیں ہاتھ کا جو انگوٹھا بچ گیا تھا اس کا ناخن

تراشیں گے اس طرح دائیں ہاتھ سے ابتداء اور دائیں پر ہی انتہا ہوگی۔"(۲۱۰)

ناخن تراشنے کے نبویؐ طریقے کو سادہ زبان میں یوں سمجھا جا سکتا ہے:

دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے شروع کر کے ترتیب وار چھنگلیا سمیت ناخن تراش لیں مگر اس ہاتھ کا انگوٹھا چھوڑ دیں۔ اب بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے انگوٹھے تک ترتیب وار ناخن تراشیں اور آخر میں سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا جسے باقی رکھا تھا اس کا ناخن تراشیں، اس طرح سیدھے ہاتھ سے ابتداء ہوگی اور سیدھے ہاتھ پر ہی انتہا۔

پاؤں کے ناخن تراشنے کا طریقہ:

یہ طریقہ نہایت آسان ہے کہ دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کر دیں۔ چونکہ پاؤں میں شہادت کی انگلی نہیں ہوتی لہٰذا ہاتھوں کے ناخنوں والی بحث سے اس کا کوئی تعلق نہیں بنتا بلکہ پاؤں کی دسوں انگلیاں ایک قطار میں زمین پر رکھی ہوئی ہوتی ہیں چنانچہ داہنے پاؤں سے ابتداء کرنا ہی کافی ہے۔(۲۱۱)

☆☆☆☆☆

باب نمبر 7

مسنون دعائیں

اور

ان کی روحانی حکمتیں

اسلامی نظام طہارت و پاکیزگی کے ضمن میں گزشتہ ابواب کا مطالعہ فرمانے کے بعد یقیناً آپ اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے کہ شہنشاہِ علم وحکمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر سنت مبارکہ نہ صرف حصولِ اجروثواب کا ذریعہ ہے بلکہ میکانی (Technical) اعتبار سے بھی بیش قیمت سائنسی منفعت کی حامل ہے۔ باب ھذا میں رفع حاجت اور وضو کے سلسلے میں تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو جو دعائیں تعلیم فرمائی ہیں ان کی برکتوں اور اجروثواب کا ذکر کیا جارہا ہے......... ملاحظہ فرمائیے!

رفع حاجت کی دعائیں

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کی دعا:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ۔

ترجمہ: اللہ کا پاک نام لے کر (میں داخل ہوتا ہوں) یا اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر خبث (خبیث قسم کے کافر لوگوں) اور خبائث (شیاطین) سے۔

روحانی حکمت:

رفع حاجت کے لئے عموماً کھلی فضاء کا استعمال کیا جاتا ہے یا پھر عمارت نما بیت الخلاء کا۔ یعنی خالی جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے ہر کوئی جانتا ہے کہ خالی اور ناپاک جگہیں عموماً شیاطین کا مسکن ہوا کرتی ہیں اور یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ دورانِ

رفع حاجت کوئی دعا نہیں پڑھی جاسکتی لیکن شیاطین تو ہر وقت انسان کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں، انسان کے برہنہ حالت میں ہونے کی وجہ سے محافظ فرشتے بھی پرے جاچکے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حکم ہوا کہ رفع حاجت سے قبل ہی یہ دعا پڑھ لی جائے یعنی بیت الخلاء اگر کمرہ نما ہو تو داخلے سے قبل دعا پڑھ لی جائے اور اگر کھلی فضاء کا انتخاب کیا جائے تو ستر کھولنے سے قبل دعا پڑھ لی جائے۔ اس طرح خبیث اور شیطانی قوتیں انسان کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچائیں گی (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بعد از فراغت کی دعا:

غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

ترجمہ: (الٰہی) میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں۔ اے اللہ کریم تو ہی حمد کے لائق ہے جس نے دور کی مجھ سے وہ چیز جو مجھے ایذا دینے والی تھی اور باقی رکھی وہ شے جو میرے کام کی ہے۔

روحانی حکمت:

بیت الخلاء سے باہر آنے کے فوراً بعد حمدِ باری تعالیٰ اور طلب مغفرت میں حکمت یہ ہے کہ دورانِ رفع حاجت شرم گاہ پر نظر پڑنے سے کافی خدشہ ہوتا ہے، ایک عام انسان کا اس سے بچنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ فارغ ہونے کے بعد استغفار کی تعلیم دی گئی تاکہ وسواس ٹل جائیں۔

وضو کی دعائیں

وضو کی نیت (دلی ارادہ) کے بعد دورانِ وضو حسب ذیل دعاؤں کا مفہوم ومعنی ذہن میں رکھ کر پڑھنا یقیناً بے پناہ اجروثواب اور دل ودماغ پر صحت مند اثرات مرتب کرنے کا باعث ہوگا۔

وضو شروع کرتے وقت یہ پڑھے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

ترجمہ: میں مردود شیطان سے اللہ رب العزت کی پناہ پکڑتا ہوں (اور) نہایت مہربان رحمت والے اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں)

روحانی حکمت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مطابق تاجدار دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ" فرما کر طہارت یعنی وضو کو نماز کی کنجی قرار دیا ہے۔

انسان وضو اس لئے کرتا ہے کہ اسے بصورت نماز اپنے رب کریم کے دربار پُر انوار میں حاضر ہونا ہوتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، وہ کب برداشت کرے گا کہ کوئی پاک وطاہر حالت میں اپنے مولیٰ کے دربار میں حاضر ہو، وہ تو راستہ قطع کرے گا اور وضو میں نقص ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا.........

اب عقلمندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ جتنا بڑا دشمن ہو اس سے زیادہ قوی ذات سے پناہ طلب کی جائے۔ معمولی دشمن کو دفع کرنے کے لئے تھانیدار کی پناہ کافی ہوتی ہے اور بڑی آفت کو دفع کرنے کے لئے ڈی۔ ایس۔ پی یا ایس۔ ایس۔ پی کی پناہ لینا ہو گی۔ اگر اس سے بھی آفت بڑی ہو تو آئی۔ جی پولیس، گورنر کا دروازہ کھٹکھٹانا ہو گا......... لیکن اگر "شیطان" کے شر سے پناہ مقصود ہو تو.........؟ تو لامحالہ "رحمٰن" کی پناہ طلب کرنا ہوگی......... چنانچہ وضو شروع کرتے وقت اعوذ باللہ شریف ضرور پڑھی جائے گی۔ اس کے فوراً بعد بسم اللہ شریف پڑھیں گے کہ اعوذ باللہ میں ماسوائے اللہ سے علیحدگی کے بعد اب توجہ الی اللہ مطلوب تھی جو بسم اللہ شریف کی صورت میں پوری ہوگی، اعوذ باللہ شریف کو بسم اللہ شریف پر مقدم رکھا گیا اعوذ باللہ کے ذریعے بُرے عقائد واعمال سے پرہیز درکار تھا اور بسم اللہ کے ذریعے صالح عقائد واعمال کے حصول کی تمنا ہے تو گویا پہلے پرہیز تھا اب علاج ہے اور پرہیز علاج پر مقدم ہوا

کرتا ہے کہ پہلے بیماری کو دفع کرو پھر مقویات کا استعمال کرو۔ لہٰذا تعوذ وتسمیہ قبل از وضو ضروری ٹھہرا۔

ہاتھ دھوتے وقت:

اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ (مومنون ۹۸)

ترجمہ: اے میرے پروردگار میں پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کی شرارتوں سے اور تیری پناہ پکڑتا ہوں اس سے کہ وہ میرے قریب آئیں۔

روحانی حکمت:

وضو کی ابتداء ہاتھ دھونے سے ہو رہی ہے، اب تمام اعضائے وضو انہی ہاتھوں سے دھونے ہیں ڈر ہے کہ دوران وضو کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ ہو جائے کیونکہ شیطان شرارت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، چنانچہ ہاتھ دھوتے وقت ہی اس کی شرارتوں بلکہ اس کے قریب آنے سے بھی رب ذوالجلال کی پناہ طلب کرلی گئی اس لئے کہ قریب آئے گا تو شرارت بھی کرے گا۔

مسواک وکلی کرتے وقت:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى تِلَاوَةِ كِتَابِكَ وَكَثْرَةِ ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ.

ترجمہ: اے اللہ کریم مجھے توفیق عطا فرما اپنی پاک کتاب کی تلاوت کی اور کثرت سے ذکر وشکر کی اور اس بات کی کہ خوب دل لگا کر تیری عبادت کروں۔

روحانی حکمت:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسواک وکلی کرنے سے زبان کے وہ گناہ دھل جاتے ہیں جو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر چغلی وغیبت وغیرہ کی صورت میں اس سے سرزد ہوگئے

تھے۔ ماضی کے گناہ دھل جانے کے بعد اب دعا کی جا رہی ہے کہ مستقبل میں تلاوت کلام اللہ شریف، ذکر و شکر اور خالص عبادت الٰہیہ کی توفیق عطا فرمائی جاوے۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ بِرَائِحَةِ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سنگھا اور دوزخ کی بدبو سے بچا۔

روحانی حکمت:

ناک دنیا میں ہی صاف کی جا رہی ہے تاکہ اس کی قوتِ شامہ قوی ہو جائے کہ ایک مومن اس سے جنت کی خوشبو سونگھنے کی تمنا رکھے ہوئے ہے، عاجزی کا یہ عالم کہ ساتھ ہی خوفِ خدا بھی غالب ہے کہ دوزخ کے پیپ اور لہو کی بدترین بدبو سے اظہارِ بے زاری بھی کیا جا رہا ہے اور مالک سے رحم کی اپیل بھی ہو رہی ہے۔

چہرہ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہُ اَوْلِیَاءِكَ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہُ اَعْدَاءِكَ.

ترجمہ: اے اللہ میرا چہرا روشن فرما دے اپنی معرفت کے نور سے جس دن بعض چہرے نیکیوں کی وجہ سے روشن و تاباں ہوں گے اور تیرے دشمنوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

روحانی حکمت:

چہرہ دھونے سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، اس پر رونق آ جاتی ہے، تازگی و شادابی سے کھل اٹھتا ہے، بندہ اس دعا کے ذریعے اپنے چہرے کی اس رونق کو عاقبت سے بھی مربوط کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ چہرے تو عارضی اور فانی ہیں مگر عاقبت کے چہرے اور ان کی رونق دائمی اور لافانی ہے، چنانچہ آخرت میں ایسے ہی

نورانی چہرے کی تمنا کی جا رہی ہے اور ساتھ ہی سیاہ رنگ کے منحوس قسم کے چہروں سے بیزاری کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

سیدھا ہاتھ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ترجمہ: الٰہی (روزِ حشر) میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں عطا فرمائیو اور مجھ سے آسان اور سرسری حساب لیجیو۔

روحانی حکمت:

جب یومِ حساب ہوگا تو نیک لوگوں کے اعمال نامے ان کے سیدھے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور بُرے لوگوں کے بائیں ہاتھ میں بلکہ پیچھے کی طرف سے۔ چنانچہ اس دعا کے ذریعے سے اس تمنا کا اظہار ہو رہا ہے کہ اس ہاتھ کو میں تو فقط دھو ہی رہا ہوں مگر تو اِسے اس قدر پاک و مطہر فرما دے کہ یہ روزِ حشر اس قابل ہو جائے کہ تو اسے میرا نامہ اعمال عطا فرما دے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حساب میں نرمی کا معاملہ کرنے کی بھی التجا ہو رہی ہے۔ اس عزم و ارادے کے ساتھ دن میں کئی بار وضو میں اس اقرار و تکرار سے خیالات میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔

بایاں (الٹا) ہاتھ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ.

ترجمہ: اے اللہ کریم! میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں یا میری پیٹھ کے پیچھے سے نہ دیجیو۔

روحانی حکمت:

اس دعا کے ذریعے سے گویا اللہ رب العزت کا برگزیدہ بندہ بننے کی تمنا کا اظہار کیا جا رہا ہے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں نہ تھمایا جائے۔

سر کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ

ترجمہ: اے اللہ کریم! اس دن جب کہ سوائے تیرے عرش کے کہیں بھی سایہ نہ ہوگا، میرے سر پر اپنے عرش کا سایہ فرمانا۔

روحانی حکمت:

سر کا مسح کرتے وقت گویا اس اشارے اور حرکت کے دوران حشر کے اس منظر کو یاد کیا جا رہا ہے جب عرش الٰہیہ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ وہ ایسا وقت ہوگا جب اللہ کے نافرمان آفتاب کی شدید تپش وتمازت کی وجہ سے سخت پریشان ہوں گے۔ چنانچہ اس دن کی ہولناکی کو ذہن میں رکھتے ہوئے دورانِ وضو دعا ھذا کے ذریعے عرش الٰہیہ کے سایہ کی تمنا کی جا رہی ہے۔

کان کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ وَ يَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ

ترجمہ: "اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو حق بات کو کان لگا کر سنتے ہیں اور اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔"

روحانی حکمت:

کتب احادیث میں ہے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے باجے کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں تھیں، جب غلام نے عرض کیا کہ اب وہ آواز آنی بند ہو گئی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انگلیاں نکال لیں۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کا معیارِ تقویٰ دیکھیئے کس قدر بلند ہے۔......... اس دعا کے ذریعے گناہگار بندہ اپنے رب

کریم سے ایسے ہی برگزیدہ بندگان خدا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مانگ رہا ہے۔

گردن کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: "اے اللہ کریم میری گردن کو آگ سے بچالے۔"

روحانی حکمت:

گردن کا مسح کرتے ہوئے ایک مسلمان جب چشم تصور میں وہ منظر لاتا ہے کہ روزِ حشر کو اللہ کے نافرمانوں کی گردنوں کو آگ کی زنجیروں سے باندھ کر گھسیٹا جائے گا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب اس دعا کے ذریعے اللہ رب العزت کے حضور آگ کے عذاب سے پناہ مانگی جا رہی ہو تو یقیناً بالیقین اللہ کو وہ بندہ بڑا پیارا لگتا ہے۔

پاؤں دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ الْمُنَافِقِيْنَ ۔یا۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلٰى صِرَاطِكَ الْمُسْتَقِيْم

ترجمہ: "اے اللہ میرے قدموں کو پل صراط پر اس وقت قائم رکھ جب منافقین کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔" یا "اے اللہ اپنے سیدھے راستے پر میرے قدموں کو ثابت قدم رکھ۔"

روحانی حکمت:

یوم حساب جب پل صراط پر سے ہر ایک کو گزرنا ہوگا، اس کے نیچے دوزخ دہک رہی ہوگی، اللہ کے نافرمان و منافقین بندے کٹ کٹ کر دوزخ میں گر رہے ہوں گے.......... پاؤں دھوتے وقت جب ایک مسلمان چشم تصور میں وہ منظر لاتا ہے تو بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ اے اللہ کریم آج میرے ان قدموں کو صراطِ مستقیم پر چلا اور

یوم حشر کو بھی میرے قدموں کو ثابت قدم رکھ تاکہ پل صراط پر سے گزرتے ہوئے کہیں ڈگمگا نہ جائیں۔

اللہ رب العزت قرآن میں فرماتا ہے:

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

ترجمہ: ''اے سیدِ (عرب وعجم) قسم ہے قرآن حکیم کی کہ بلاشک وشبہ آپ رسولوں میں سے ہیں، (یقیناً) آپ صراطِ مستقیم (سیدھے راستے) پر ہیں۔''

مندرجہ بالا آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر اس بات کی تصدیق فرمائی ہے کہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف اللہ کے رسولوں میں سے ایک برگزیدہ رسول ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی درحقیقت صراطِ مستقیم پر ہیں۔ گویا یہ اعلان فرمایا جارہا ہے کہ جو کوئی بھی صراط مستقیم (اللہ کی طرف جانے والا سیدھا راستہ) پر چلنے کا طلب گار ہو اسے چاہئے رسولِ رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن کرم سے وابستہ ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایک حکم پر سر تسلیم خم کرلے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر سنت کو اپنا لے تو یقیناً بالیقین وہ فلاح دارین حاصل کرے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ جل جلالہ)

وضو سے فراغت کے بعد:

وضو سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے یہ گواہی دی جائے گی:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں، اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ

سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ رب العزت کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔

روحانی حکمت:

سنت مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق وضو کر کے ایک مسلمان جب مکمل طور پر طیب وطاہر ہو جاتا ہے تو ایسی پاکیزہ حالت میں جب آسمان کی طرف چہرہ کر کے مندرجہ بالا شہادت دیتا ہے تو یقیناً بالیقین اللہ تعالیٰ کو بڑا ہی پیارا لگتا ہے......... پھر جو بندہ اللہ رب العزت کو پیارا لگنے لگ جائے اس کا بیڑا پار ہونے میں تو کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔

آخر میں یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

ترجمہ: یا اللہ مجھ کو توبہ کرنے والوں، خوب پاکیزگی حاصل کرنے والوں اور اپنے نیک بندوں میں سے بنادے جنہیں (تیرے سوا) نہ کوئی ڈر ہو نہ غم۔

روحانی حکمت:

ایک مسلمان جب اللہ کی عطا فرمودہ توفیق سے ظاہری طور پر طہارت وپاکیزگی حاصل کر لیتا ہے یعنی وہ سب کچھ کر لیتا ہے جو (اللہ کی عطا سے) اس کے بس میں تھا تو اب اس دعا کے ذریعے سے اس چیز کی درخواست کر رہا ہے جو اس کے بس میں نہیں، یعنی بندہ اپنے معبود سے اب روح کی پاکیزگی کے حصول کا سوال کر رہا ہے......... تو جب کسی انسان کو روح کی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے پھر اسے دنیا کا خوف نہیں رہتا، اس پر ہر وقت اللہ کا خوف غالب رہتا ہے وہ ہر وقت پاکیزہ (باوضو) رہنے کی کوشش کرتا ہے اور ہمہ وقت توبہ واستغفار میں مشغول رہتا ہے......... پھر

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہر وقت لرزنے، کانپنے اور توبہ استغفار کرنے والے کو کس قدر عالی شان انعام سے سرفراز فرمایا جاتا ہے ملاحظہ فرمایئے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (۲۱۲)

ترجمہ: اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑے ہونے سے تو اس کو دو باغ (جنتیں) عطا فرمائی جائیں گی۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ ''یشمس العرب تسطع علی الغرب'' از زیغرید ھونکہ مطبوعہ المکتب التجاری بیروت ودوا ص ۲۱۶

۲۔ ایضاً ص ۲۱۷

۳۔ ''معرکہ مذہب وسائنس'' از ڈاکٹر ولیم ڈریپر ترجمہ از مولانا ظفر علی خان، ناشر مکتبہ الفیصل غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور، ص ۳۶۱۔۳۲۵

۴۔ ''ضیاء النبی'' از محمد کرم شاہ ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور۔۱۹۹۷ء جلد ۶ ص ۹۰

۵۔ ''معرکہ مذہب وسائنس'' ص ۳۶۱۔۳۲۵

۶۔ ''میکنگ آف ہیومینٹی'' از رابرٹ بریفالٹ مطبوعہ لندن ۱۹۱۹ء

۷۔ ایضاً

۸۔ ''یورپ پر اسلام کے احسانات'' ص ۹۶ (بحوالہ ''ٹارچ بیئررز آف ہسٹری'' از اے ایچ۔ سٹرلنگ ص ۶۲)

۹۔ ''تمدن عرب'' از ڈاکٹر گستاؤلی بان ترجمہ از سید علی بلگرامی مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۸۹۶ء ص ۳۰۳

۱۰۔ ''معرکہ مذہب وسائنس'' ص ۱۵۰

۱۱۔ ''ضیاء النبی'' جلد: ۶ ص ۹۴

۱۲۔ ''تمدن عرب'' ص ۶۴

۱۳۔ ''معرکہ مذہب وسائنس'' ص ۲۳۷

۱۴۔ ''یورپ پر اسلام کے احسانات'' ص ۱۰۴۔۱۰۵ (بحوالہ ''ٹارچ بیئررز آف ہسٹری'' ص ۱۴۲)

۱۵۔ ''ضیاء النبی''، جلد ۶ ص ۱۰۴

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ ''ایج آف فیتھ'' از ول۔ ڈیوران مطبوعہ سائمن اینڈ شسٹر نیویارک ۱۹۵۰ء ص ۲۹۸

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ ''میکنگ آف ہیومینٹی'' از رابرٹ بریفالٹ مطبوعہ لندن ۱۹۱۹ء

۲۰۔ ''تمدنِ عرب'' ص ۲۸۴

۲۱۔ ''یورپ پر اسلام کے احسانات'' ص ۱۷۵

۲۲۔ ''القرآن'' پارہ ۲۵، سورہ الجاثیہ، آیت ۱۳

۲۳۔ ''اسلام اور جدید سائنس'' از ڈاکٹر محمد طاہر القادری مطبوعہ منہاج القرآن پبلیکیشنز ماڈل ٹاؤن لاہور ۲۰۰۱ء ص ۷۰

۲۴۔ ''مشکوٰۃ شریف'' از امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیبؒ حدیث نمبر ۲۷۳ بروایت حضرت جابرؓ (بحوالہ مسند امام احمدؒ)

۲۵۔ ایضاً حدیث نمبر ۲۳۲ بروایت حضرت مالک بن حویرثؓ (متفق علیہ)

۲۶۔ ایضاً حدیث نمبر ۲۷۳ بروایت حضرت جابرؓ (بحوالہ مسند امام احمد)

۲۷۔ ایضاً حدیث نمبر ۲۶۳ بروایت حضرت عثمانؓ (متفق علیہ)

۲۸۔ ''سنن ابی داؤد'' از امام ابی داؤد سلیمان بن اشعثؒ حدیث نمبر ۸۸ بروایت حضرت عبداللہ بن ارقمؓ

۲۹۔ ''سنن نسائی'' از امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی نسائیؒ حدیث نمبر ۱۶ بروایت حضرت عبدالرحمٰنؓ

۳۰۔ ''مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۱۷ بروایت حضرت انسؓ (بحوالہ ترمذی، ابوداؤ، داری)

۳۱۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' از حکیم محمد طارق محمود چغتائی مطبوعہ ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی لاہور (بحوالہ ''اصول صحت'' از ڈاکٹر لیول پاول)

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ ''معمولات نبویؐ'' از سید محمد کبیر مطبوعہ ذکی ٹرسٹ لاہور۔

۳۴۔ ''آداب صحت و پاکیزگی'' از ڈاکٹر سید قدرت اللہ قادری، ناشر شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار لاہور۔

۳۵۔ ''مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۲۱ بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ (بحوالہ ابی داؤد و داری، نسائی)

ایضاً حدیث نمبر ۳۱۳، ۳۴۲ بروایت حضرت ابی ہریرہؓ (بحوالہ ابی داؤد، ابن ماجہ، داری)

۳۶۔ ''سپر مین ان دی ورلڈ'' از سید محمد مختار شاہ مطبوعہ شرکت پریس لاہور۔

۳۷۔ ''جامع ترمذی'' از امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی حدیث نمبر ۸۵ بروایت حضرت ابی ہریرہؓ

۳۸۔ ''سنتِ نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد اوّل ص ۲۷۹۔۲۸۰

۳۹۔ ایضاً ص ۱۹۱

۴۰۔ ''مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۱۳ بروایت حضرت ابی ہریرہؓ

۴۱۔ ''آداب صحت و پاکیزگی'' از ڈاکٹر سید قدرت اللہ قادری

۴۲۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد اوّل

۴۳۔ ایضاً

۴۴۔ ایضاً (بحوالہ ''سائنس اور صحت'')

۴۵۔ ''ٹروپیکل ہائجین'' از مسٹر اے۔ جے۔ ایونز مطبوعہ لندن

۴۶۔ ''رہبر زندگی مع طب نبویؐ'' از سید محمد سعید الحسن شاہ ناشر: مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۴۷۔ ''مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۱۵ بروایت حضرت انسؓ (متفق علیہ)

۴۸۔ ''نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری'' از فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدیؒ۔ ناشر: فرید بک سٹال۔ ۳۸۔ اردو بازار لاہور جلد اوّل، ص ۵۳۹

۴۹۔ ''صحیح البخاری'' از امام بخاریؒ حدیث نمبر ۱۱۳ بروایت حضرت ابی ہریرہؓ

۵۰۔ ''القرآن''، پارہ: ۲۷، سورۃ النجم، آیات: ۱۳ اور ۱۴

۵۱۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد اوّل

۵۲۔ ''نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری'' جلد اوّل ص ۵۳۵ سے ۵۳۹

۵۳۔ ''القرآن''، پارہ: ۲۱، سورۃ الروم، آیت: ۳۰

۵۴۔ ''سنن نسائی'' جلد اوّل حدیث نمبر ۹ بروایت حضرت ابی ہریرہؓ

۵۵۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد اوّل

۵۶۔ ''آداب صحت و پاکیزگی''

۵۷۔ ''فلسفہ قطبی'' از ڈاکٹر قطب الدین مطبوعہ حیدر آباد

۵۸۔ ''نیو انگلینڈ جرنل آف میڈیسن'' از ڈاکٹر شیون مطبوعہ انگلینڈ ۱۹۹۰ء

۵۹۔ ''رہنمائے دکن'' مطبوعہ حیدر آباد دکن یکم اپریل ۱۹۶۵ء

۶۰۔ ''آداب صحت و پاکیزگی''

۶۱۔ ''پی۔ ایم۔ جے کی رپورٹ'' مطبوعہ برطانیہ ۱۹۷۷ء

۶۲۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد دوئم

۶۳۔ ''امریکن فیملی فزیشن''، واشنگٹن مارچ ۱۹۹۰ء

۶۴۔ ''نفسیات شباب'' از ڈاکٹر میرج اسٹوپی ص ۵۶۳

۶۵۔ ''ویکلی سروے رپورٹ'' مطبوعہ امریکہ ۱۹۸۹ء

۶۶۔ ''نیو انگلینڈ جرنل آف میڈیسن'' مطبوعہ انگلینڈ ۱۹۹۰ء

۶۷۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد دوئم

۶۸۔ ''لانسٹ'' میگزین، شمارہ ۱۹۹۸ء، برطانیہ

۶۹۔ ''مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۱۹ بروایت حضرت ابی ہریرہؓ (بحوالہ ابن ماجہ داؤد)

۷۰۔ ایضاً حدیث نمبر ۳۲۰ بروایت حضرت عائشہ (بحوالہ ابی داؤد)

۷۱۔ ''صحیح البخاری''، کتاب الوضو، حدیث نمبر ۱۱۲ بروایت حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قتادہؓ

۷۲۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد اوّل

۷۳۔ ایضاً

۷۴۔ ''سفینۃ الاولیاء'' از شہزادہ دارا شکوہ

۷۵۔ ''مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۲۵ بروایت حضرت عبداللہ بن مغفلؓ (بحوالہ ابی داؤد)

۷۶۔ ایضاً

۷۷۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد اوّل (بحوالہ سائنس اینڈ ہیلتھ)

۷۸۔ ''مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۲۶ بروایت حضرت عبداللہ بن سرجسؓ

۷۹۔ ایضاً حدیث نمبر ۳۳۵ بروایت حضرت عمرؓ

۸۰۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد اوّل (بحوالہ ''سائنس اینڈ ہیلتھ'')

۸۱۔ ''مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۱۰ بروایت حضرت ابن عباسؓ

۸۲۔ ''اگنی ٹائز'' (انگریزی اخبار) فان۔ مغربی افریقہ ۷ مارچ ۱۹۵۸ء، مقالہ نگار: پین فورڈ (Pein Ford)

۸۳۔ ''مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۵۶ بروایت حضرت انسؓ (بحوالہ بخاری شریف)

۸۴۔ ایضاً حدیث نمبر ۳۵۰ بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ (بحوالہ بخاری، داری، نسائی)

۸۵۔ ایضاً حدیث نمبر ۳۵۹ بروایت حضرت ابی ہریرہؓ

۸۶۔ ایضاً حدیث نمبر ۳۴۶ بروایت حضرت ابی ہریرہؓ

۸۷۔ ''مسند امام احمد'' کتاب طہارہ جلد اوّل

۸۸۔ مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۵۸ بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ (بحوالہ بیہقی شریف)

۸۹۔ ایضاً حدیث نمبر ۳۴۷ بروایت حضرت شریح بن ہانیؓ (بحوالہ مسلم شریف)

۹۰۔ ایضاً حدیث نمبر ۳۴۸ بروایت حضرت خدیفہؓ

۹۱۔ ایضاً حدیث نمبر ۳۵۲ بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ (بحوالہ ابی داؤد، احمد)

۹۲۔ ''صحیح مسلم شریف'' از امام مسلم بن حجاج نیشاپوری کتاب الطہارۃ

۹۳۔ ''مشکوٰۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۵۱ بروایت حضرت ابو ایوب انصاریؓ (بحوالہ ترمذی شریف)

۹۴۔ فیضانِ سنت (جدید) از علامہ محمد الیاس عطار قادری، ناشر: مکتبۃ المدینہ کراچی، ص ۹۰۲ (بحوالہ دیلمی شریف)

۹۵۔ ''الاسلام والمستشر قون'' از ذکریا ہاشم ذکریا مطبوعہ المجلس الاعلیٰ للشؤن ۱۹۶۵ء، ص ۳۴۶

۹۶۔ فیضانِ سنت (جدید) از علامہ محمد الیاس عطار قادری، ناشر: مکتبۃ المدینہ کراچی، ص ۹۰۲ (بحوالہ دیلمی شریف)

۹۷۔ ایضاً

۹۸۔ ''احیاء العلوم'' از امام محمد غزالیؒ ترجمہ از علامہ محمد اویس احمد اویسی، ناشر: شبیر برادرز اردو بازار لاہور، جلد اوّل ص ۳۰۳

۹۹۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس، جلد اوّل

۱۰۰۔ ایضاً

۱۰۱۔ ایضاً

۱۰۲۔ بحوالہ ''اخبار جہاں'' جنگ پبلشرز کراچی، مضمون از حکیم ایس ایم۔ اقبال

۱۰۳۔ ''معالجات نبویؐ اور جدید سائنس'' از حکیم طارق محمود چغتائی مطبوعہ علم و عرفان پبلشرز لوئر مال لاہور جلد۴

۱۰۴۔ ایضاً

۱۰۵۔ ایضاً

۱۰۶۔ ''مواعظ قبلہ الخیر ذوالفقار احمد نقشبندی'' مطبوعہ جھنگ

۱۰۷۔ ''انجینیر محمد ضیاء صاحب'' ٹورنٹو کینیڈا

۱۰۸۔

۱۰۹۔ ''مسواک، اورل اینڈ ہیلتھ ڈیوائس'' از ڈاکٹر مصطفےٰ الرجائی الجندی مطبوعہ کویت ۱۹۸۱ء

۱۱۰۔ ''احیاء العلوم'' جلد اوّل ص ۳۰۳

۱۱۱۔ ''نزھۃ المجالس، از مولانا عبدالرحمٰن صفوری الشافعی ناشر ایس ایم سعید اینڈ کمپنی پاکستان چوک کراچی، جلد اوّل ص ۲۱۶

۱۱۲۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد اوّل (''بحوالہ میڈیکل اینڈ جنرل فزیالوجی'')

۱۱۳۔ ''معالجات نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد۴

۱۱۴۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد اوّل

۱۱۵۔ ایضاً

۱۱۶۔ ''رہبر زندگی مع طب نبویؐ ''

۱۱۷۔ ''دی ہنڈرڈ اے رینکنگ آف دی موسٹ انفلوئینشل پرسنز ان ہسٹری'' از مائیکل ایچ ہارٹ اے اینڈ ڈبلیو وڈ وال لائبریری نیویارک، ۱۹۷۸ء

۱۱۸۔ ''تاریخ اسلام'' از پروفیسر بشیر احمد تمنا مطبوعہ ایور نیو بک پیلس اردو بازار لاہور

۱۱۹۔ ''سو عظیم آدمی'' از عاصم بٹ، ناشر: ادارہ تخلیقات ۲۹ ٹیمپل روڈ لاہور ص ۲۵

۱۲۰۔ ''بہار شریعت'' حصہ شانزدہم

۱۲۱۔ ''دی جرنل آف نارویجین میڈیکل ایسوسی ایشن'' مطبوعہ ۱۰ نومبر ۱۹۷۳ ناروے

۱۲۲۔ بحوالہ ڈاکٹر صہیب احمد کا مضمون ''تمباکو نوشی'' شائع شدہ ماہنامہ ''حکایت'' نومبر ۱۹۸۹ء

۱۲۳۔ ایضاً

۱۲۴۔ ایضاً

۱۲۵۔ ایضاً

۱۲۶۔ ایضاً

۱۲۷۔ ''سگریٹ سم قاتل''، مضمون نگار نوازش علی، شائع شدہ ماہنامہ ''حکایت'' شمارہ اپریل ۱۹۹۰ء بحوالہ ریسرچ ڈاکٹر چوہدری محمد اشرف پرنسپل وسائنٹفک آفیسر اور ڈاکٹر حبیب اللہ سینئر سائنٹفک آفیسر

۱۲۸۔ ''تمباکو نوشی'' از ڈاکٹر صہیب احمد بٹ ''حکایت'' نومبر ۱۹۸۹ء

۱۲۹۔ کینیڈین ڈاکٹر کی تحقیق'' بحوالہ ماہنامہ ''حکایت'' نومبر ۱۹۸۹ء

۱۳۰۔ ''نوائے وقت سنڈے میگزین'' ۱۰ مارچ ۲۰۰۲ء

۱۳۱۔ ''دنیا میرے آگے'' از آفتاب احمد خان

۱۳۲۔ ''موت کے سوداگر'' از کنیلیکی ۔ کے ۔ جیمز شارپ بحوالہ شمارہ ''حکایت'' نومبر ۱۹۸۹ء از عالمتاب

۱۳۳۔ ایضاً (بحوالہ نیویارک ٹائمز)

۱۳۴۔ ''دنیا میرے آگے'' از آفتاب احمد خان

۱۳۵۔ ایضاً

۱۳۶۔ ''تمباکو اور زہر کی رشتہ داری'' از سید رشید احمد بحوالہ ماہنامہ ''حکایت'' دسمبر ۱۹۹۱ء

۱۳۷۔ ہیومین اناٹومی اینڈ فزیالوجی از شمس الاطباء حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی خان ناشر: شوکت بکڈپو شوکت بازار گجرات، ایڈیشن ۔ ۹ ص ۳۴۱۔ ۳۴۵

۱۳۸۔ ''معالجات نبوی ﷺ اور جدید سائنس'' جلد ۔۲ ص ۸۶

۱۳۹۔ ایضاً ص ۱۱۱

۱۴۰۔ ''فلسفہ قطبی'' از ڈاکٹر قطب الدین مطبوعہ حیدر آباد

۱۴۱۔ ''اسلام اور میڈیکل سائنس'' از ڈاکٹر قدرت اللہ قادری، ناشر شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار لاہور

۱۴۲۔ ایضاً

۱۴۳۔ ''مسٹیر یا میڈیکا مخزن الادویہ'' از ڈاکٹر غلام جیلانی جلد: ۲ ص ۲۶۴

۱۴۴۔ ایضاً

۱۴۵۔ ''صحت کا آسمانی نسخہ'' از ڈاکٹر قدرت اللہ قادری، ناشر: شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار، لاہور۔ص ۳۰

۱۴۶۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد اول، ص ۳۲۴

۱۴۷۔ ''سنتیں اور ان کی برکتیں'' از حکیم محمد اسلم شاہین عطاری ص ۴۰۔۴۱

۱۴۸۔ ایضاً

۱۴۹۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد۔اول ص ۳۲۵

۱۵۰۔ ایضاً

۱۵۱۔ ایضاً ص ۲۶

۱۵۲۔ ''بہار شریعت'' حصہ شانزدھم (بحوالہ عالمگیری)

۱۵۳۔ ''سنتیں اور ان کی برکتیں، ص ۶۲

۱۵۴۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد اول، ص ۲۹

۱۵۵۔ ایضاً

۱۵۶۔ ''ہماری صحت''، حکیم محمد سعید، مطبوعہ ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی

۱۵۷۔ ''مثنوی کی حکایات'' ترجمہ از سلطان الواعظین ابوالنور محمد بشیر، ناشر فرید بک سٹال اردو بازار لاہور ص ۲۷۸۔۲۷۹

۱۵۸۔ ''سپر مین ان دی ورلڈ'' ص ۶۳

۱۵۹۔ ''معالجات نبوی اور جدید سائنس'' جلد ۲، ص ۸۲

۱۶۰۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد اول، ص ۳۲۶ (بحوالہ ''زندہ رہنا سیکھئے'')

۱۶۱۔ ایضاً ص ۲۸۔۲۹

۱۶۲۔ ''مشکوۃ شریف'' حدیث نمبر ۴۸۰ بروایت حضرت امیر معاویہؓ (بحوالہ ابی داؤد)

۱۶۳۔ ''سنتیں اور ان کی برکتیں'' ص ۱۵۳

۱۶۴۔ ''فلسفہ قطبی'' از ڈاکٹر قطب الدین، مطبوعہ حیدر آباد

۱۶۵۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد اول

۱۶۶۔ ''موجزن القانون'' از علامہ علاؤالدین قریشی ص ۱۲

۱۶۷۔ ''معالجات نبوی اور جدید سائنس'' جلد اول ص ۷۲۔۷۳

۱۶۸۔ ایضاً

۱۶۹۔ ''منافع الاعضاء'' از حکیم رضوان احمد، ص ۷۸۹

۱۷۰۔ ''قومی صحت'' اگست ۱۹۹۴ء

۱۷۱۔ ایضاً

۱۷۲۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد اول، ص ۳۴۷۔۳۴۸ (بحوالہ ''ہائجن اینڈ ہیومن'')

۱۷۳۔ ''ہمدرد صحت'' جنوری ۱۹۶۰ء مطبوعہ ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی

۱۷۴۔ ''ریسرچ پروفیسر جارج ایل'' (بحوالہ ''سائنسی دنیا'')

۱۷۵۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد ۳، ص ۱۶

۱۷۶۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد۔اول ص ۱۶ (بحوالہ ''چینی روائتی علاج کے مراتب'')

۱۷۷۔ ''معالجات نبوی اور جدید سائنسی'' جلد: ۲

۱۷۸۔ ''صحت کا آسمانی نسخہ'' ص ۲۵

۱۷۹۔ ایضاً

۱۸۰۔ ''مواعظ قبلہ الخبیر ذوالفقار احمد نقشبندی'' مطبوعہ جھنگ

۱۸۱۔ ''القرآن'' پارہ: ۲۶، سورۃ ق، آیت: ۱۶

۱۸۲۔ ''انٹروڈکشن ٹو بیالوجی'' از ڈی۔جی۔یکین، مطبوعہ الائیڈ پبلشرز بمبئی (انڈیا) ص ۹۳۔۱۰۱

۱۸۳۔ ''سپر مین ان دی ورلڈ'' ص ۶۳۔۶۴

۱۸۴۔ ''مشکوۃ شریف'' حدیث نمبر ۳۶۰، بروایت حضرت ابی ہریرۃؓ (بحوالہ ترمذی، نسائی)

۱۸۵۔ ''القرآن'' پارہ: ۶ سورہ المائدۃ، آیت ۶

۱۸۶۔ ''القرآن'' پارہ: ۲۷، سورۃ النجم، آیات: ۳ اور ۴

۱۸۷۔ ''صحت کا آسمانی نسخہ'' ص ۳۵

۱۸۸۔ ''جامع ترمذی'' حدیث نمبر ۱۱۲ بروایت حضرت عمرؓ

۱۸۹۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد اول، ص ۳۵

۱۹۰۔ انٹروڈکشن ٹو بیالوجی ص ۹۳۔۱۰۱

۱۹۱۔ ''سپر مین ان دی ورلڈ'' ص ۶۳

۱۹۲۔ ''مشکوۃ شریف'' حدیث شریف نمبر ۲۷۶، بروایت حضرت عبداللہ صنابحیؓ (بحوالہ نسائی)

۱۹۳۔ ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' جلد: ۳، ص ۲۰۱ (بحوالہ ''تجربات ومشاہدات'')

۱۹۴۔ ''بہار شریعت'' از مولانا امجد علی اعظمی، کتاب الطہارۃ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۱۹۵۔ کتاب الابدان از حکیم محمد سعید، حکیم قسیم الدین، حکیم نعیم الدین زبیری، ناشر ہمدرد فاؤنڈیشن پریس ناظم آباد کراچی

۱۹۶۔ ''سنن ابی داؤد شریف'' حدیث نمبر ۲۴۸ بروایت حضرت ابی ہریرۃؓ

۱۹۷۔ ''ترمذی شریف'' حدیث نمبر ۱۱۲، بروایت حضرت عمر فاروقؓ

۱۹۸۔ ''ریاض الصالحین'' از امام محی الدین ابوذکریا یحییٰ بن شرف النووی ترجمہ از علامہ عبدالرسول ارشد (ایم اے گولڈ میڈلسٹ) مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور حصہ دوم، احادیث نمبر ۲۵۹، ۲۶۳ ص ۱۰۷، ۱۰۸

۱۹۹۔ ''بہار شریعت'' حصہ چہارم ص ۹۶

۲۰۰۔ ''احیاء العلوم'' از امام محمد غزالی، جلد اوّل، ص ۳۰۸۔۳۰۹

۲۰۱۔ ''ریاض الصالحین'' حدیث نمبر ۳۱۱، ص ۱۲۱

۲۰۲۔ ''نسائی شریف'' جلد اوّل، حدیث نمبر ۱۴، بروایت حضرت انس بن مالکؓ

۲۰۳۔ ''سنت نبویؐ اور جدید سائنس'' جلد ۴، ص ۶۱

۲۰۴۔ ایضاً

۲۰۵۔ ''سوشل میڈیسن'' از ڈاکٹر سیل وڈاکٹر پارک

۲۰۶۔ سنتیں اور ان کی برکتیں'' ص ۴۰

۲۰۷۔ ایضاً

۲۰۸۔ ایضاً

۲۰۹۔ ''بہار شریعت'' حصہ شانزدھم

۲۱۰۔ ''احیاء العلوم'' جلد اوّل، ص ۳۲۱، ۳۲۲

۲۱۱۔ ایضاً

۲۱۲۔ ''القرآن'' پارہ: ۲۷، سورۃ الرحمٰن، آیت ۴۶

☆☆☆☆☆

اسلامی نظامِ طہارت کے ضمن میں چشم کشا سائنسی تحقیقات کا مجموعہ

اسلامی نظامِ طہارت اور جدید سائنس

اسلامی نظامِ طہارت کے بنیادی ارکان

بلاشبہ بیش بہا اجر وثواب کا باعث اور حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ ہیں لیکن عصر حاضر کی جدید دنیا تحقیقات ومشاہدات کے بحرِ بے کراں میں غوطے لگانے کے بعد اس ناقابل تردید حقیقت کو تسلیم کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے کہ رہبر انسانیت جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بھی قول وعمل خالی از حکمت نہیں۔ دورِ جدید کی سائنس یہ ثابت کر چکی ہے کہ استنجا، مسواک، وضو، غسل اور دیگر امور فطرت بجالانے کا اسلامی طریقہ آج چودہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی صحت کے تمام تر سائنٹیفک اصولوں کے عین مطابق ہے۔

تفصیلات کتاب ھذا میں ملاحظہ فرمایئے!